عرب سرنگوں ہوا
سیرۃ المزمّل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
جلد چودہ
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

افتخار احمد افتخار

رہائش: ڈنگہ ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

فون: 03006281898

میل ایڈریس: ift1167@gmail.com

نام کتاب: سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر: جلد چودہ (عرب سرنگوں ہوا)

سنہ تحریر: فروری 2013ء

کمپوزر: افتخار احمد افتخار

اہتمام: kitabosunnat.com

مطالعہ: https://kitabosunnat.com (محدث لائبریری)

بسم الله الرحمن الرحيم

عکس دانش

انسان کی کج ادائی کی کوئی حد نہیں، جب اُسے نعمت سے نوازا جاتا ہے تو اُس کا ہاتھ خالق کے گریبان کی طرف اٹھ جاتا ہے اور وہ شکر کے سارے قرینے بھول جاتا ہے۔اُسے خالق کی رضا سے ذرا بھی دلچسپی نہیں رہتی اور وہ اپنی ہر کامیابی کو وہ خالق کی رحمت کے بجائے اپنے فن و ہنر کا مرہون منت جانتا ہے۔غرض وہ انحراف کی اُس داوی میں جا اترتا ہے جس میں اُس کی تباھی یقینی ہوجاتی ہے۔مگر جب اُس کا خالق اُس کے حالات کو ذرا بدلتا ہے اور اُسے تنگی ترشی اور مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تب وہ اسے اپنے فن و ہنر کی ناکامی نہیں کہتا بلکہ

پکار اٹھتا ہے کہ اُس کے رب نے اُسے تباہ کر دیا ہے۔ہر چند کہ یہ تباہی اُس کے اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے ۔ لوگوں کی ایک مہیب اکثریت کا اپنے خالق کے ساتھ یہی رویہ ہے ۔ انسان جب شعور کی پختگی حاصل کر لیتا ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے اندر اٹھتے اِن سوالوں کا جواب تلاش کرے کہ آخر خالق نے اُس کو کس لیے پیدا کیا ہے ، کائنات میں اُس کا مقام کیا ہے ، وہ کہاں سے آیا ہے اور اُس نے کہاں جانا ہے ؟وہ کس منزل کی تلاش میں ہے اور خیر اور شر کے بیچ کو نسا سا راستہ ہے جو اسے منزل کے قریب لے جائے ؟انسان اِن مشکل سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی بجائے اپنے نفس کے تقاضوں سے مغلوب ہوجاتا ہے اورخود کو اُس بہاؤ کے حوالے کر دیتا ہے جس میں سارا معاشرہ بہے چلا جاتا ہے اور عام طور پر لوک برائی کے خوگر اور بھلائی سے گریزاں ہوتے ہیں اس لیے کہ برائی کا راستہ آسان اور لذت آفرین ہوتا ہے جبکہ بھلائی کا راستہ مشکل اور نفس پہ بار ہوتا ہے ۔چنانچہ لوگوں کی اکثریت زندگی کی بڑی حقیقتوں سے نظر چراتے ہوئے لذت کوشی میں گزار دیتی ہے اگرچہ کسی عزیز کی موت اُسے کچھ لمحوں کے لیے چوکنا ضرور کرتی ہے کہ ایک روز اُس نے بھی مرنا ہے مگر عام طور پر انسان کے دل پر اثر انداز ہونے والی یہ کیفیت نہایت عارضی اور کمزور ثابت ہوتی ہے اور چند ہی دِنوں میں وہ سب کچھ بھول کر پہلی روش پہ آجاتا ہے اور لذت کوشی کو اختیار کر لیتا ہے ۔ یاد رہے کہ کوئی الہامی مذہب انسان کو خوشی حاصل کرنے سے نہیں روکتا مگر وہ اعتدال کی ایک راہ ضرور وضع کرتا ہے جس پہ چل کے

انسان نہ صرف یہ کہ اس دنیا کی مادی خوشیوں سے بہرہ ور ہوتا ہے بلکہ روحانی آسودگی سے بھی اُس کا دامن بھرا رہتا ہے مگر افسوس کہ دنیا کی مہیب اکثریت مادی خوشیوں کی تلاش میں غرق اندھا دھند بھاگ رہی ہے اور روحانی خوشیوں سے تہی دامن ہے!!!

افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	
سریہ ذات السلاسل	20
سریہ خبط	26
سریہ خضرہ	32
بنوبکر بنوخزاعہ	34
مقدمہ فتح مکہ (خورشید جلوہ افروز)	55
فتح مکہ	61
حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ	66
لشکر اسلام کی روانگی	71

آخری ہجرت	75
مہرالظہر ان میں پڑاؤ	82
شرف بطحاء کی بحالی	89
عفوودرگزر	108
حضرت فضالہ بن لیثی	113
فتح کی تکمیل	116
بیعت عام	119
مباح الدم	124
عبداللہ بن خطل	127
مقیس بن صبابہ	129

130	حویرث بن نقیذ
132	ابوسفیان کی خواہش
134	انصار کے خدشات
136	قریش کے جھکے سر
138	عکرمہ بن ہشام
143	عبداللہ بن ابی سرح
146	صفوان بن امیہ
149	ہبار بن اسود
153	سہیل بن عمرو
155	شیبہ بن عثمان

عتبہ اور معتب	159
نومسلم	162
فتح مکہ اور شعرائے عرب	186
باطل معبود	205
انہدام سواع	209
انہدام مناۃ	212
بنو جذیمہ	216
غزوہ حنین	221
بنو ہوازن	222
لشکر اسلام کی روانگی	229

235	جنگ ،فتح ،واپسی
247	معرکہ اوطاس
251	غزوہ حنین اور شعرائے عرب
274	بنو ثقیف
276	طائف کی تاریخ
279	طائف کا محاصرہ
285	واپسی
289	شہدائے طائف
291	صخر ابو العالیہؓ
294	کعب بن مالکؓ کے اشعار

303	جعرانہ میں تشریف آوری
305	سراقہ بن مالکؓ
307	مال غنیمت میں خیانت
311	مؤلفۃ القلوب
322	شیماء بنت حلیمہؓ
324	انصار کا شکوہ
331	بنوہوازن کا وفد
336	مالک بن عوف کی آمد
341	جعرانہ سے عمرہ
344	صاحب یاسین، حضرت عروہ بن مسعودؓ

کعب بن زہیر کی آمد	346
ثبات وتغیر	354
تحقیق کا فقدان	356
بنوعبدالقیس	359
جارود بن عمرو	364
بنوکندہ	366
بنوسلیم	370
بنوصدا کا وفد	374
بنوجرہم	376
بنوثعلبہ کا وفد	379

381	بنوحدان کا وفد
383	بنوثمامہ
385	بنوربیعہ کا وفد
386	بنوہلال کا وفد
388	بنوقشیر کا وفد
390	متفرقات
391	حضرت ابراہیم کی پیدائش
393	حضرت زینب کا انتقال
395	فاطمہ بنت ضحاک
396	مختصر،مختصر

احکام وقوانین	400
قطع ید کی سزا	401
شراب اور جوئے کی حرمت	404
پانسہ یا ازلام	405
9ہجری ، بمطابق 28اپریل 630ء 631ء	406
واقعہ ایلاء	407
9ہجری کی عسکری مہمات	420
سریہ عینیہ بن حصن فزاری	422
سریہ ولید بن عقبہؓ	425
سریہ سفیان بن ضحاکؓ	428

سریہ قطبہ بن عامرؓ	430
سریہ علقمہ بن مجذر	432
سریہ علی ابن طالبؓ	435
(مقدمہ) غزوہ تبوک	437
غزوہ تبوک	441
غزوہ تبوک کی تیاریاں	443
صحابہ کی وارفتگی	453
داستان سفر تبوک	459
لشکر کی روانگی	462
سفر کے واقعات	465

470	تبوک میں آمد
473	پیچھے رہ جانے والے
478	تبوک میں قیام
488	مشاورت اور واپسی
505	حسن اعتراف
515	اشاریہ
528	ماخذ و مصادر و مراجع
569	اختتام

جمادی الآخر 8 ھجری، بمطابق اکتوبر ، 629ء

سریہ ذات السلاسل

غزوہ موتہ سے مسلمانوں کو بہت سے سیاسی فوائد حاصل ہوئے تھے اس لیے کہ اہل عرب نے جب دیکھا کہ مسلمانوں میں اس قدر حوصلہ ہے کہ رومیوں جیسی عظیم طاقت سے بھی مقابلہ کرنے سے گریز نہیں کرتے تو بدوی عربوں کے کئی قبائل نے رومیوں کے مقابل مسلمانوں کو ترجیح دینا شروع کر دی اور کل تک جو قبائل رومی مملکت کے حلیف تھے وہ اب مسلمانوں سے معاہدے کرنے کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ موتہ کے بعد کئی عرب قبائل نے مسلمانوں سے صلح کا معاہدہ کیا۔ دوسری طرف خود آنحضرت محمد ﷺ کی خواہش بھی یہی تھی کہ معرکہ موتہ میں جو عرب قبائل رومیوں کا بازو بنے تھے اُن کو رومیوں سے توڑ لیا جائے۔ بیان کیا گیا کہ سریہ ذات السلاسل اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن کو اپنے ننھیالی قبائل کی طرف نکلنے کا حکم دیا۔ یاد رہے کہ موتہ کے موقع پر جن عرب قبائل نے رومیوں کا ساتھ دیا تھا اُن میں قبیلہ بلی بھی شامل تھا جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ننھیالی قبیلہ تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو وادیٔ ذات القریٰ کی جانب روانہ کرنے کا ایک مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہاں موجود عرب قبائل میں سے بنو قضاعہ

نے کچھ مردان جنگی اکٹھے کیے تھے اور اُن کا ارادہ یہ تھا کہ وہ مدینے پہ غارت ڈالیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فرائض میں جہاں بنو قضاعہ کی شاخوں بلی عذرہ اور بلیقن کو اسلام کی دعوت دینا اور انھیں رومیوں سے توڑ کر مسلمانوں کی طرف لانا تھا وہیں انھوں نے اُن لوگوں کی بیخ کنی بھی کرنی تھی جو ریاست مدینہ پہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ تین سو مجاہدین تھے جن میں اکابر صحابہ بھی موجود تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ایک سفید جھنڈا عطا فرمایا تھا اُن کے پاس تیس گھوڑے بھی تھے اور اُن کی منزل وادیٔ ذات القریٰ کے وہ چشمے تھے جہاں وافر مقدار میں قدرتی میٹھا پانی دستیاب تھا اور اِن چشموں کو سلاسل کہا جاتا تھا اسی لیے اس مہم کا نام ذات السلاسل لکھا گیا۔ مسلمان راز داری سے سفر کی خاطر دن کو کہیں چھپ رہتے اور رات کو چاند کی روشنی میں سفر کرتے، اُن کی منزل نو دن کی مسافت پر تھی۔ مسلمان جب اپنی منزل پر پہنچے تو انھیں ایک غیر متوقع صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے دیکھا کہ دشمن نے اُن کی توقع سے بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اس لیے مسلمان رک گئے اور باہم مشاورت کرنے لگے۔ اس مشاورت کے نتیجے میں طے ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت رفاعہ بن مکیث رضی اللہ عنہ کو جن کا تعلق بنو جہنیہ سے تھا اپنا قاصد مقرر کیا اور وہ فوراً مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔

رفاعہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

آنحضرت محمد ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور صحابہ کو جمع ہونے کا حکم دیا جب صحابہ حاضر ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں جہاد کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ دو سو افراد پہ مشتمل ایک قافلہ مدینہ سے مسلمانوں کی مدد کے لیے روانہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس قافلہ کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اس قافلے میں بہت سے اکابر صحابہ جمع ہو گئے تھے جن میں مہاجر و انصار شامل تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر کے ہمراہ نکلے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ سے رخصت کیا اور سالار قافلہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح سے کہا

دیکھو اللہ کی راہ میں لڑنا کسی سے زیادتی نہ کرنا اور باہم متفرق نہ ہونا۔

مسلمانوں کا یہ قافلہ جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور اس کے بعد جب پہلی نماز کا وقت ہوا تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کے امامت کرانے کی کوشش کی تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں روک دیا اور کہا مسلمانوں کے اس لشکر کا امیر تو میں ہوں اس لیے نماز کی امامت میرا حق ہے۔حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مگر میں بھی تو اپنے لشکر کا امیر ہوں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا؛

مگر آپ کو تو میری مدد کے لیے روانہ کیا گیا ہے اس لیے امیر میں ہی ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نہایت ٹھنڈے دماغ کے صلح جو شخص تھے اس لیے انھوں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے کہا؛

میں تمھاری اطاعت کروں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا تھا کہ متفرق نہ ہونا چنانچہ اس کے بعد اس مہم کے اختتام تک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔جب مسلمانوں کو کمک حاصل ہوگئی اور جنگ کا وقت آیا تو شورش پسند بدوی عرب منتشر ہو چکے تھے اور اُن کی بہت تھوڑی تعداد بنو قضاعہ کے علاقے میں موجود تھی۔چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ اُن کی طرف بڑھے انھوں نے مسلمانوں سے جنگ کی مگر زیادہ دیر تک مسلمانوں کے دباؤ کا سامنا نہ کر سکے اور بھاگ اٹھے۔اس کے بعد بلقین بنو عذرہ یا بلی قبائل میں سے کسی قبیلے کو بھی مسلمانوں کے خلاف نکلنے کی جرأت نہ ہوئی بلکہ وہ جنگ سے گریزاں رہے۔حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مشرکین کا سارا علاقہ روند ڈالا۔وہ تین روز تک دشمن کے علاقوں میں دندناتے پھرے مگر اونٹوں یا بکریوں کے علاوہ اِن کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔امیر لشکر کی اجازت سے ہاتھ آنے والی بکریاں مسلمانوں نے ذبح کیں اور اُن کا گوشت کھاتے رہے۔

جب مسلمانوں کو جنگ درپیش تھی اور دشمن بھاگ اٹھا تو کچھ مسلمانوں نے مشرکین کا پیچھا کرنا چاہا تاہم امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں مشرکین کا تعاقب کرنے سے روک دیا اور مسلمانوں کو اُن کی یہ بات گراں گزری اس لیے کہ تعاقب سے مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل ہونے کا امکان تھا۔

جنگ کے بعد مسلمان واپس ہوئے اور وہ بہت ہی زیادہ سردی کے دن تھے رات کو مسلمانوں نے اپنے پڑاؤ میں آگ جلانا چاہی تھی تو امیر لشکر جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں آگ جلانے سے منع کر دیا۔مہاجرین میں سے کچھ صحابہ درخواست لے کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہ اس قدر شدید سردی میں انھیں آگ جلانے کی اجازت دی جائے۔

مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے انھیں سختی سے منع کر دیا اور کہا؛

میں تمھیں جو حکم دوں اسی کی اطاعت کرو۔

صحابہ خاموش سے واپس ہوگئے تاہم وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور اُن سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ طبیعت کے سخت اور تیز مزاج تھے اس لیے وہ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا میں اُن سے بات کرتا ہوں۔

مگر حضرت ابوبکر صدیق نے رضی اللہ عنہ اُن کو بازو سے پکڑ لیا اور کہا؛

عمر بیٹھ جاؤ! رسول اللہ ﷺ نے عمرو کو ہم پہ امیر مقرر کیا ہے اور اس لیے مقرر کیا ہے کہ وہ حربی معاملات کو ہم سے بہتر سمجھتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات مان لی اور رُک گئے۔

اس کے بعد یہ لشکر مدینہ پہنچا۔

کچھ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اُن کے امیر لشکر نے اُن پہ بے جا سختی کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا؛

صحابہ نے کہا ہے کہ تم نے اِن پہ بے جا سختی کی ہے۔
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛
یارسول اللہﷺ! میں نے مسلمانوں کو دشمن کا تعاقب کرنے سے اس لیے منع کیا تھا کہ ممکن ہے دشمن کو کسی نزدیکی قبیلے سے حمایت حاصل ہو جائے اور مسلمان خسارے میں آ جائیں اور اُس سردرات میں مسلمانوں کو آگ جلانے سے اس لیے منع کیا تھا کہ مبادہ دشمن جان جائے کہ ہماری تعداد قلیل ہے اور وہ پلٹ کے ہم پہ حملہ کر دے۔ نبی اکرمﷺ نے اُن کے موقف کو درست تسلیم کیا اور اُن کی حربی سمجھ بوجھ کو سراہا اور صحابہ کے استدلال کو رد کر دیا۔
یاد رہے کہ آج کی جدید افواج میں بھی نظم وضبط کو ہی بنیادی اہمیت حاصل ہے اور دنیا بھر کی افواج نظم وضبط کے فوائد سے آگاہ ہیں اور انھیں اپنائے ہوئے ہیں۔ رسول اللہﷺ نے امیر کی اطاعت کا سختی سے حکم دیا ہے۔ چنانچہ بعد کے لوگوں نے دیکھا کہ ایک امیر کی موجودگی میں لشکر کی شان بڑھ جاتی ہے اور اُس کی اطاعت فتح کو قریب لے آتی ہے اگر اطاعت امیر اُٹھ جائے تو وہ لشکر لوگوں کا محض ہجوم رہ جائے گا اور اُس سے خیر کو اٹھا لیا جائے گا۔ ذرا سا غور کرنے پر بھی اس بات کو جانا جا سکتا ہے کہ رسول اللہﷺ کے لبِ مبارک سے جو بات بھی نکلی حق بات نکلی اور اُس کی پیروی میں ہی ساری خیر پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اسوہ رسولﷺ کی اطاعت اختیار کرنے کا ذوق عطا فرمائے۔

⌘⌘⌘

بظاہر یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی رضا کا
راستہ مشکل اور نفس کی اطاعت میں آسانی اور لذت
ہے مگر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ نفس پرست
جب مشکل میں آتا ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے
جبکہ اللہ کی راہ میں آنے والی مشکل میں اللہ کوئی کوئی
نہ کوئی راستہ بنا ہی دیتا ہے اگلے صفحہ پر سریہ خبط میں
اللہ کی اسی سنت کا تذکرہ ہے۔

رجب 8 ہجری بمطابق نومبر 629ء

سریہ خبط

اُس زمانے میں جب اسلام کا خورشید سرزمین عرب کو اپنی کرنوں سے منور کرنے لگا تھا اور دور دور تک اس کا تذکرہ کیا جانے لگا تھا تب رجب کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہنیہ کی ایک شاخ القبیلہ کی طرف حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین پہ مشتمل ایک مہم روانہ کی۔ اس فوجی مہم کو کئی عجائبات کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے مورخین نے اس مہم کا نے تذکرہ شرح وبسط سے کیا ہے۔ صحابہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ساحل سمندر کی طرف نکلنے کا حکم دیا جہاں جہنیہ اور دیگر بدوی قبائل آباد تھے۔ چنانچہ مسلمان بحر احمر کے کناروں پر آباد اُن ساحلی علاقوں کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہنچنے کا حکم انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دیا گیا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس مہم کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا؛ کہ ہمارا سفر طویل تھا اور ہمیں زادِراہ کی قلت کا سامنا تھا اس لیے شاید ہم ابھی آدھے راستے میں ہی تھے جب ہمارا زادِراہ ختم ہوگیا۔ ہمارے امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ہمیں

پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور مجاہدین اسلام سے کہا کسی کے پاس بھی اگر کوئی کھانے کی چیز ہو تو وہ اس کو میرے دستر خوان پہ لے آئے۔

صحابہ نے کھانے پینے کی ہر چیز اپنے امیر کے حوالے کر دی مگر وہ مقدار میں کچھ بھی نہ تھی اس کے بعد ہمارے امیر نے ہمیں چلنے کا حکم دیا۔اب ہر روز ہمیں کھجوروں کی ایک مٹھی ملتی تھی جس میں ہم نے چوبیس گھنٹے گزارنے ہوتے تھے۔پھر خوشحالی کا یہ دور بھی بیت گیا اور ہم پہ ایسا وقت آیا کہ اب ہمیں روزانہ صرف ایک کھجور ملتی تھی۔یہ بہت بعد کی بات ہے جب حضرت وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس مہم کا حال دریافت کیا اور سوال کیا ؟جب سارا دن تمھیں صرف ایک ہی کھجور ملتی تھی تو تم اُس سے کس طرح گزارہ کرتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ مسکرائے اور جواب دیا؛

ہم اس کھجور کو اپنے منہ میں رکھ لیتے اور اسے اِس طرح چوستے رہتے جس طرح چھوٹا بچہ اپنی ماں کا دودھ چوستا ہے۔پھر وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں اور اب ہم بالکل تہی دست تھے۔تب ہم اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے اور اُن کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیتے اس کے بعد انھیں کھا جاتے۔

خدا کی قسم!پتے اور جھاڑیاں کھانے کے بعد جب ہم رفع حاجت کے لیے بیٹھتے تو ہم مینگنیاں سی کرتے اور ہمارے ہونٹ جھاڑیاں اور پتے کھانے سے اس قدر سوج گئے تھے کہ لگتا جیسے وہ ہمارے نہیں بلکہ ہمارے اونٹوں کے ہونٹ ہوں۔چونکہ عربی زبان میں جھاڑیاں اور پتے کھانے والے جانوروں کو خبط کہا جاتا ہے اس لیے اس مہم کا نام سریہ خبط پڑ گیا۔

کئی دن اسی حالت میں گزر گئے پھر ہمیں ساحل پہ ایک آبادی ملی۔

ہمارے ساتھ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔اُس ساحل پہ آباد لوگ جب ہمارے قریب آئے تو حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا؛

تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے اپنے اونٹ ادھار دے اور اس کے بدلے میں اسے میں مدینے کی عمدہ کھجوروں سے لاددوں۔

ایک شخص آگے بڑھا اور اُس نے کہا؛

میں اس بات کے لیے تیار ہوں مگر تمھارا ضامن کون ہے۔

حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

میں سعد بن عبادہ بن دلیم کا بیٹا ہوں جس سے چاہو میری ضمانت لے لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا؛

قیس کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی ہے اس کے باپ کی ملکیت ہے اس لیے میں تو اس کی ضمانت دینے کو تیار نہیں۔

دوسرے صحابہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کی وجہ سے گریزاں نظر آنے لگے۔ مگر وہ بدوی عرب جو اپنے اونٹ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا تھا اس سارے معاملے کو دیکھ رہا تھا اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے والد دلیم کو بھی اچھی طرح جانتا تھا اور اُسے علم تھا کہ سخاوت اس گھر کا شیوہ رہی ہے چنانچہ وہ بول اٹھا۔

اے نوجوان! میں نہیں جانتا تھا کہ مدینہ سے اس قدر دور سمندر کے اس ساحل پہ کوئی شخص مجھے ملے گا اور مجھے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا واسطہ دے گا۔

بخدا! سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کون نہیں جانتا۔ میرے اور اس نوجوان (قیس بن سعد) کے مابین یثرب کے سردار کی قائم کی ہوئی محبت ہی کافی ہے مجھے کسی ضامن کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد اُس شخص نے اپنے پانچ اونٹ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیئے اور رخصت ہو گیا۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے کہا؛

ایک اونٹ ذبح کرو اور اسے کھاؤ۔

صحابہ کہتے ہیں ہم جو خالی پیٹ تھے اور ہمارے پیٹوں میں کئی روز سے کھانے پینے کی کوئی چیز نہ گئی تھی اُس روز حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی اس ضیافت نے ہمیں بہت مسرت دی ورنہ تو اس سے قبل ہم پتے اور جھاڑیاں کھا کھا کر اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ ہم سوچتے اگر اس حالت میں ہمارا سامنا دشمن سے ہو گیا تو وہ ہمیں جہاں سے اُس کا جی چاہے گا کاٹے گا اور ہم کوئی مزاحمت نہ کر سکیں گے۔

دوسرے دن بھی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ ذبح کیا اور ہمیں کھلایا۔

تیسرے دن انھوں نے تیسرا اونٹ ذبح کیا اور مجاہدین اسلام کی ضیافت کی۔

چوتھے دن امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اونٹ ذبح کرنے سے روک دیا کہا؛

رُک جاؤ شاید تم اپنے اس عہد کو پورا نہ کر سکو جو تم نے اس بدوی سے اونٹ لیتے ہوئے کیا ہے۔ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر کی اس بات سے انتہائی دکھ پہنچا اور انھوں نے کہا؛

میرا باپ سعد رضی اللہ عنہ جو اوروں کے قرضے ادا کرتا ہے، جو غریب اور نادار لوگوں کو ہمہ وقت نوازتا ہے جو وادیٔ یثرب کا سب سے بڑا سخی اور سب سے بڑے سخی کا بیٹا ہے وہ اپنے بیٹے کی اس ضیافت کو برا جانے گا؟

تاہم انھوں نے امیر لشکر کی بات پہ عمل کیا اور اُس روز اونٹ ذبح نہ کیا دو روز بعد ہم پہلے ہی کی طرح پھر سے بھوکے تھے اور ہم ساحل سمند پہ ایک جگہ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

پھر ایک صبح ہم سو کر اٹھے تو ہم نے دیکھا؛

ہمارے قریب ہی ایک بہت بڑی مچھلی سمندر نے اگل دی تھی جسے عرب عنبر کہہ کے پکارا کرتے تھے۔ اللہ نے پھر سے ہماری ضیافت کا اہتمام کر دیا تھا اور ہم سب اس مچھلی کا گوشت اور تیل کھانے لگے۔ ہم وہاں ایک مہینہ تک ٹھہرے رہے۔ ہمیں دشمن کا کوئی آدمی دکھائی نہ دیا اور نہ ہی کسی سے ہمارا سامنا ہوا ہم اُس مچھلی کا گوشت کھاتے رہے اور ہماری صحت پہلے سے بہتر

ہونے لگی۔

وہ مچھلی جس سے اللہ نے ہماری ضیافت کی تھی اس قدر بڑی تھی کہ اُس کی آنکھ کے سوراخ میں ہم سے پانچ آدمی آسانی سے بیٹھ سکتے تھے گھوم پھر سکتے تھے اور پھر جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے تو امیر لشکر نے حکم دیا کہ اس مچھلی کی پسلی کی ایک ہڈی کو عموداً کھڑا کیا جائے۔

اس کے بعد ہم میں سے سب سے قد آور جوان کو طلب کیا حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے کہ وہ ہم میں سب سے لمبے تھے انھیں سب سے اونچے اونٹ پہ بٹھایا گیا اور انھیں مچھلی کی اس ہڈی کے نیچے سے گزارا گیا تو وہ آسانی کے ساتھ گزر گئے۔ چنانچہ ہم نے جی بھر کے اُس مچھلی کا گوشت کاٹا اور واپسی کے لیے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ حتیٰ کہ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات آپؐ کی خدمت میں گوش گزار کیے تب بھی اس مچھلی کا گوشت ہمارے پاس موجود تھا۔

جب ہم نے رسول اللہ ﷺ نے اس مچھلی کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا! وہ تو اللہ کا رزق تھا جس سے اُس نے تمھاری ضیافت کی اگر تمہارے پاس اس مچھلی کا کچھ گوشت ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ۔

چنانچہ صحابہ نے مچھلی کا گوشت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ ﷺ نے خوش ہو کے کھایا۔

ادھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کی واپسی کا علم ہوا تو وہ اپنے بیٹے قیس سے ملے اور اُن سے کہا!

میں نے سنا ہے تمھارے لشکر کا زادِ راہ ختم ہو گیا تھا۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اثبات میں سر ہلایا!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے سے بیٹے سے پوچھا؟ تب تم نے کیا کیا تھا۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا! میں نے وہاں سے ادھار اونٹ خریدے اور پہلے روز ایک

اونٹ ذبح کیا اور صحابہ کو کھلایا، دوسرے روز دوسرا اونٹ ذبح کیا اور صحابہ کو کھلایا، تیسرے روز تیسرا اونٹ ذبح کیا اور صحابہ کو کھلایا چوتھے روز میں چوتھا اونٹ ذبح کرنے لگا تو مجھے روک دیا گیا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا؛

تمھیں کس نے روکا۔

امیر لشکر نے! حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

انھوں نے تم کو کیوں روکا! حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا؟

اُن کا خیال تھا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی ہے میرے باپ کے پاس ہے اس لیے میں شاید وہ قرض نہ اتار سکوں جو میں نے صحابہ کی ضیافت کی خاطر اٹھایا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے اس خیال سے بہت آزردہ ہوئے اور اہل مدینہ کو اکٹھا کر کے اعلان کیا میں نے اپنے فلاں فلاں چار باغ اپنے بیٹے قیس کو دے دیئے ہیں۔

قیس کے پاس وہ شخص پہنچا جس سے انھوں نے بحر احمر کے ساحل پہ اونٹ ادھار لیے تھے تو قیس رضی اللہ عنہ نے اُسے اُس سے زیادہ مال دیا جو اُس سے طے کیا تھا اور اُسے نئے کپڑے بھی پہنائے جس سے وہ شخص بہت خوش ہوا۔

ادھر صحابہ نے بھی حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی ضیافت کا تذکرہ آنحضرت محمد ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

قیس تو ایک فیاض یعنی صاحب خیر گھرانے کا فرد ہے اور سخاوت و فیاضی اس گھرانے کی خصوصیت رہی ہے اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے آل سعد کے لیے دعا فرمائی۔

اے اللہ!

سعد ابن عبادہ کی آل اولاد پہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

شعبان 8 ھجری، بمطابق نومبر 629ء

سریہ خضرہ

نبی اکرم ﷺ نے مسلمان مجاہدین کی ایک مہم بنوغطفان کے اُس علاقے کی طرف روانہ کی جہاں مسلمانوں کے خلاف سازشیں بننے کا سب سے زیادہ امکان تھا اس لیے کہ وہ لوگ نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما تھے۔ بنوغطفان نے بہت دیر تک مسلمانوں سے مقابلہ کیا اور وہ اُن قبیلوں میں شامل تھے جو آخری مرحلے میں سرنگوں ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کو اِن علاقوں میں شورش کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو ایک مختصر نفری پہ امیر مقرر کیا اور بنوغطفان کی طرف روانہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا راز داری سے سفر کرنا اور دشمن کو غفلت میں جا لینا۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کو مدنظر رکھا اور وہ صرف رات کو سفر کرتے دن کو کہیں چھپ رہتے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کو اپنا مقصد حاصل ہو گیا اور انھوں نے دشمن کو بے خبری میں جا لیا۔ مسلمانوں نے بنوغطفان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور اُن کے سرکردہ لوگوں کو قتل کر دیا باقی لوگ بھاگ اٹھے۔ مسلمانوں نے اُن کے اونٹوں اور بکریوں پہ قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو بہت سا مال

غنیمت حاصل ہوا جس میں قیدیوں کے علاوہ دو ہزار بکریاں اور سو اونٹ تھے۔ مسلمان مدینہ پہنچے تو نبی اکرم ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت مسلمانوں کے مابین تقسیم کر دیا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں ایک نہایت حسین جمیل لونڈی آئی۔

تاہم نبی اکرم ﷺ نے ایک اور صحابی سے وعدہ فرمایا ہوا تھا کہ اب جو بھی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگے گا وہ اس میں سے اُس کو ایک لونڈی عطا فرمائیں گے۔

چنانچہ جب اُن صحابی نے دیکھا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں ایک خوبصورت لونڈی آئی ہے تو انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کو یاد دلایا کہ آپؐ نے فرمایا تھا وہ پہلا مال غنیمت جو ہمارے ہاتھ آئے گا اُس میں سے ایک لونڈی تجھے عطا کی جائے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُس صحابی کو رُک جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

قتادہ کو بلاؤ!

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ آئے تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن سے فرمایا جو لونڈی تیرے حصے میں آئی ہے تو اُسے میرے لیے ہبہ کر دے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

جو حکم یا رسول اللہ ﷺ!

آنحضرت محمد ﷺ نے وہ لونڈی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے لی اور اپنے اُس صحابی کو سونپ دی جس سے آپ ﷺ قبل ازیں وعدہ فرما چکے تھے۔

⌘⌘⌘

شعبان 8 ہجری، بمطابق نومبر 629ء

بنو بکر بنی خزاعہ

اسلام سے قبل اہل عرب کی زندگی کا عمومی طریق کیا تھا سیرت المزمل ؐ میں اس پر تفصیلی مباحث گزر چکے ہیں۔عہدِ جاہلیت میں عربوں کی زندگی اُس قبائلی نظم کے تحت تھی جو انھوں نے صدیوں سے وضع کر رکھا تھا۔قبیلے کی عصمت کی خاطر وہ اپنی جان تک قربان کرنے کو سعادت سمجھتے تھے اور جب اُن کے قبیلے کی عزت پہ حرف آتا تو وہ اپنے خون سے اسے بحال کرتے۔ثار اُن کی قدیمی رسموں میں سے ایک تھی جس کے تحت وہ اپنے قبیلے کے قتل ہونے والے شخص کا قصاص لیتے اور اُس قبیلے پہ بلا جھجک حملہ کر دیتے جس نے اُن کے آدمی کو قتل کیا ہوتا۔چنانچہ اسی طرح کی دشمنی وادیٔ مکہ کے دو قبائل بنو خزاعہ اور بنو بکر میں بھی موجود تھی اور بہت عرصے سے اِن دونوں قبائل کے تعلقات کشیدہ چلے آ رہے تھے۔جب اسلام آیا تو عربوں نے وقتی طور پہ اپنی دشمنیوں کو بھلا دیا تھا اور وہ سب مل کر رسول اللہ ﷺ کے دشمن بن گئے تھے۔عرب قبائل میں سے قریش نے تو حد ہی کر دی تھی وہ نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اور فطری طور پہ اُن کے حلیف قبائل بھی اُن کے ساتھ

تھے۔قریش نے بیس سال تک آنحضرت محمد ﷺ سے اپنی دشمنی برقرار رکھی۔وہ مسلمانوں سے پیہم حالت جنگ میں رہے حتیٰ کہ وہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ انھیں مسلمانوں سے معاہدہ کرنا پڑا۔

اس معاہدے کو صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اسی معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ عرب قبائل اس امر میں آزاد ہوں گے کہ وہ جس کا چاہیں دامن تھام لیں۔چنانچہ بنو بنو بکر اور بنو خزاعہ کے قبائل نے بھی اپنے اس حق کو استعمال کیا اور بنو بکر نے قریش کا حلیف ہونے کا اعلان کر دیا اور بنو خزاعہ نے آنحضرت محمد ﷺ کا دامن تھام لیا ۔اس سے قبل بھی بنو خزاعہ کی ہمدردیاں مسلمانوں کے ساتھ ہی تھیں جس کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے قبل بھی بنو خزاعہ اور بنو ہاشم میں قرابت چلی آ رہی تھی اور وہ اسلام سے قبل بھی ایک معاہدے میں بندھے ہوئے تھے۔حدیبیہ کے روز بنو خزاعہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وہ معاہدہ پیش کیا جو بنو خزاعہ کے بڑوں اور آنحضرت محمد ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے مابین طے پایا تھا اُس معاہدے میں لکھا تھا کہ!

"بنو ہاشم اور بنو خزاعہ کے مابین عہد ہے اور اس بات کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے اس عہد کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔بنو ہاشم اور بنو خزاعہ باہم اُس وقت تک متحد رہیں گے جب تک کہ ثبیر پہاڑ پہ سورج چمکتا رہے،کوہ حرا اپنی جگہ پہ قائم رہے اور جب تک کہ سمندر کا پانی اون کو بھگوتا رہے۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو بنو ہاشم اور بنو خزاعہ کا یہ معاہدہ پڑھ کے سنایا۔بنو خزاعہ کا اس معاہدے کو پیش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ہم تو مدتوں سے بنو ہاشم ہی کے حلیف چلے آ رہے ہیں اس لیے آج ہم سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ ہم اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالتے ہیں ہم یقیناً بنو ہاشم کے ساتھ ہیں۔یاد رہے کہ اگرچہ اُس وقت تک بنو خزاعہ کی اکثریت نبی اکرم ﷺ پہ ایمان نہ لائی تھی اور اُن میں اسلام قبول کرنے والے بس تھوڑے ہی لوگ تھے۔تاہم یہ بات اُن کے نزدیک غیر اہم تھی اور وہ اپنے آباء کے عہد کو سب باتوں پہ مقدم جانتے تھے۔اس معاہدے کے بعد ملک عرب میں امن ہو گیا تھا لوگ اس بات

سے بے پرواہ ہو گئے تھے کہ اُن پہ حملہ کیا جائے گا۔ دس سالہ اس معاہدے کو قریش بمشکل بائیس ماہ ہی نبھا سکے اور جب بنو کنانہ نے قریش کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ چونکہ مسلمانوں کی طرف سے اب کسی حملے کی توقع نہیں اس لیے کیوں نہ بنو خزاعہ سے پرانا ادھار چکا لیا جائے۔ بنو بکر بنو کنانہ کی ایک شاخ تھی اور بنو کنانہ کی بہت سی شاخیں تھیں جن میں سے بنو بکر کو طاقت و اکثریت حاصل تھی، بنو بکر نے قریش کو اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے کہا کہ یاد کرو ہم نے ایک طویل عرصے تک مسلمانوں کے خلاف تمھارا ساتھ دیا ہے اور تمھارے بازو بنے ہیں جب کہ وہ لوگ جنھوں نے ماضی میں ہمارے آدمیوں کو قتل کیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے حامی ہیں اور انھوں نے اس کا برملا اظہار بھی کیا ہے۔

اہل قریش کا سردار ابوسفیان اس ساری صورت حال سے لاعلم تھا اور اُس کو اعتماد میں لیے بغیر قریش کے کچھ شریر بنو بکر کی مدد کرنے پہ تیار ہو گئے اُن میں صفوان بن امیہ، مکرز بن حفص شیبہ بن عثمان، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عکرمہ بن ابی جہل شامل تھے۔ جب انھوں نے طے کر لیا کہ وہ بنو خزاعہ پہ حملہ کریں گے تو قریش کے یہ لوگ اپنے غلاموں اور دیگر حمائتیوں سمیت رات کے اندھیرے میں بنو بکر کے اُن لوگوں کے ساتھ مل گئے جنھوں نے بنو خزاعہ پہ حملہ کرنا تھا وہ وتیر نامی کنویں کے پاس اکٹھا ہو رہے تھے۔ قریش نے بنو بکر کو بنو خزاعہ پہ حملہ کرنے کے لیے ہتھیار بھی فراہم کیے تھے۔ قریش کے اِن اہم لوگوں نے اپنے چہروں پہ نقاب چڑھا رکھے تھے تا کہ رات کی تاریکی میں انھیں کوئی پہچان نہ سکے اور وہ کہہ سکیں کہ یہ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی باہمی لڑائی ہے جس سے قریش کا کوئی تعلق نہیں۔ پھر ایک تاریک رات میں جب بنو خزاعہ اپنے گھروں میں بے خوف و خطر تھے اور اُن کو دشمن کی طرف سے پورا اطمینان تھا کہ وہ اِن پہ حملہ نہیں کریں گے تب کچھ سائے دبے پاؤں خود کو رات کی تاریکی کا حصہ بنائے اُن کے گھروں کی طرف بڑھنے لگے۔

بنو بکر نے اہل قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پہ حملہ کر دیا تھا۔

بنوخزاعہ کو اس شب خون کی خواب میں بھی توقع نہ تھی اس لیے وہ بے دریغ قتل ہونے لگے۔ بنو بکر نے بنوخزاعہ کی عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو بھی قتل کیا حالانکہ عربوں میں عام طور پہ اس طرح کی بربریت کا رواج نہ تھا۔

بنوخزاعہ گھبرا اٹھے اور وہ حرم کی طرف بھاگے۔

مگر بنوبکر نے حدودِ حرم میں بھی اُن کا قتل عام جاری رکھا۔

جب ایک خزاعی نے بنوبکر کے سردار نوفل بن معاویہ کو یاد دلایا کہ وہ حدودِ حرم میں پہنچ چکے ہیں اس لیے معروف دستور کے مطابق اب اُن کو بنوخزاعہ کے قتل سے ہاتھ اٹھا لینا چاہیے۔

تاہم نوفل بن معاویہ کی رعونت اُس وقت عروج پہ تھی اس لیے اُس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور کہا؛

تم تو حرم پاک میں چوری بھی کر لیا کرتے ہو اس لیے حدود حرم کو بھول جاؤ اور اپنے انتقام کو اختتام تک پہنچاؤ کیونکہ اس طرح کا آسان موقع اس کے بعد تمھیں شاید کبھی میسر نہ آئے۔

بنوخزاعہ کے دو اہم آدمی بدیل بن ورقاء اور رافع مکہ میں ہی اقامت گزیں تھے بنوخزاعہ نے دیکھا کہ اُن کو حدودِ حرم میں بھی قتل کیا جا رہا ہے تو وہ اپنے اِن سرداروں کے گھروں کی طرف بھاگے مگر اُن کو وہاں نہ پہنچنے دیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ چنانچہ بنوخزاعہ کے یہ سردار جب اگلی صبح بیدار ہوئے تو اُن کے دروازے اُن کے اپنوں کی لاشوں سے اٹے پڑے تھے۔

امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ!

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے اُسی رات اس بات کی خبر پہنچا دی گئی تھی جس رات بنو بکر نے بنوخزاعہ کا قتل عام کیا تھا۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ!

”اُس رات نبی اکرم ﷺ میرے ہاں قیام پذیر تھے نبی اکرم ﷺ تہجد کے لیے اٹھے تو اُن کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ وضو بھی کر رہے ہیں

اور کسی سے بات بھی کر رہے ہیں جب نبی اکرمﷺ وضو سے فارغ ہو کے اندر آئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہﷺ آپ تو تنہا تھے پھر کس سے باتیں کر رہے تھے۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا! وہ بنی کعب کا رجز خواں تھا جو مجھ سے فریاد کر رہا تھا کہ قریش نے بکر بن وائل کی مدد کی ہے اور ہمارا قتل عام کیا ہے"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہﷺ کی یہ بات سن کے خاموش ہو رہی۔ تاہم بنو کعب کے اُس رجز خواں کی بات میرے دل میں ہی رہی حتیٰ کہ اُس رات کے تین دن بعد ایک صبح میں نے کسی کہنے والے کو مسجد نبوی میں رجز کہتے سنا؛

اور میں نے پایا کہ وہ بنی کعب کا رجز خواں تھا جو رسول اللہﷺ سے فریاد کر رہا تھا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پہ جو ظلم کیا تھا اُس کی فریاد لے کر عمرو بن سالم خزاعی اپنے گھر سے نکلا اور اُس کے ساتھ بنی کعب کا ایک اور شخص بھی شامل ہو گیا۔ وہ اپنے اونٹوں پہ سوار ہوئے اور وہ بہت ہی عجلت میں دکھائی دیتے تھے اس لیے وہ راستے میں کم ہی رکے اور دن اور رات سفر کرتے رہے۔ وہ اُس وقت مدینے پہنچے جب فجر کی نماز ادا ہو چکی تھی اور رسول مکرمﷺ صحابہ کے بیچ تشریف فرما تھے اور بہت سے صحابہ نے رسول اللہﷺ کی محفل مبارک میں موجود تھے تب بنو خزاعہ کا یہ شخص مسجد نبوی میں داخل ہوا اور اُس کے لباس اور کے چہرے پہ جمی گرد لمبی اور عجلت میں طے کی گئی مسافت کا پتا دیتی تھی۔

اُس نے نبی اکرمﷺ سے یوں فریاد کی!

يَا رَبِّ اِنِّیْ نَاشِدٌ مُحَمَّدًا

حِلْفَ اَبِیْنَا وَاَبِیْهِ الْاَتْلَدَا

اے میرے رب! میں حضرت محمدﷺ کو اپنے اور اُن کے عظیم آباء واجداد کے مابین کیے گئے معاہدے کی یاد دلاتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَدْ كُنْتُمْ وُلْدًا وَكُنَّا وَالِدًا

ثُمَّتَ اَسْلَمْنَا فَلَمْ نَنْزِعْ يَدَا

تم ہماری اولاد ہو اور ہم ہی تمھیں جننے والے ہیں پھر ہم اسلام لے آئے کبھی آپ ؐ سے اپنا ہاتھ نہیں چھڑایا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا اَعْتَدَا

وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَاتُوْا مَدَدَا

اللہ تعالیٰ آپﷺ کو ہدایت سے نوازے فوری مدد کیجئے اللہ کے بندوں کو بلائیے کہ وہ ہماری مدد کو پہنچیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فِيهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا

اِنْ سِيمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَابَّدَا

اس میں اللہ کے رسول ہوں جو مقام و مرتبہ میں یکتا ہیں اور اگر اُن پہ زیادتی کی جائے
تو اُن کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فِیْ فَیْلَقٍ کَالْبَحْرِ یَجْرِیْ مُزْبِدًا
اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْکَ الْمَوْعِدَ
وہ ایسے عظیم لشکروں کے ساتھ چلتے ہیں جو سمندر کی طرح جھاگ اچھالتے ہیں بے
شک قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَکَ الْمُؤَکَّدَا
وَجَعَلُوْا لِیْ فِیْ کَدَاءٍ رُصَّدًا
انھوں نے مضبوط عہد کو توڑا ہے انھوں نے میرے لیے کداء میں گھات لگائی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَزَعَمُوْا اَنْ لَّسْتُ اَدْعُوْا اَحَدًا
وَ ھُمْ اَذَلُّ وَ اَقَلُّ عَدَدًا
انھوں نے یہ گمان کیا کہ میں کسی کو بھی نہیں بلاؤں گا جبکہ وہ خود ذلیل اور تعداد میں

تھوڑے ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

هُمْ بَيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هُجَّدَا
وَ قَتَلُوْنَا رُكَّعًا وَ سُجَّدًا

انھوں نے وتیر کے مقام پہ رات کو حملہ کیا جہاں ہم سوئے ہوئے تھے یا نماز پڑھ رہے تھے اور انھوں نے ہمیں رکوع و سجود کی حالت میں بھی قتل کیا۔ [1*]

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

اس سے اگلے روز بدیل بن ورقاء کی قیادت میں چالیس افراد کا ایک وفد نبی اکرمﷺ کی خدمت میں مدینہ پہنچا اور انھوں نے نبی اکرمﷺ سے مدد کی فریاد کی اور نبی اکرمﷺ کو بتایا کہ بنوخزاعہ نے اُن کو حدودِ حرم میں بھی قتل کیا ہے اور اہل قریش کے بہت سے لوگ اُن کے ہمراہ تھے۔

نبی اکرمﷺ نے بنوخزاعہ کے وفد کے قائد بدیل بن ورقاء سے دریافت کیا کہ تم لوگوں سے کس نے زیادتی کی ہے۔

انھوں نے کہا، بنوبکر نے۔

نبی اکرمﷺ نے دوبارہ استفسار کیا؟

بنوبکر تو بہت بڑا قبیلہ ہے اُن کے کس خاندان نے تمھیں قتل کیا ہے۔

بدیل بن ورقاء نے کہا؛

بنونفاثہ نے جن کی قیادت نوفل بن معاویہ نفاثی کر رہا تھا۔

نبی اکرمﷺ نے بنوخزاعہ کے اِن لوگوں کی خوب تکریم کی اور اُن سے کہا؛

تمھاری مدد کی جائے گی۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے حضرت ضمرہ کو طلب کیا اور انھیں اپنے قاصد کی حیثیت سے مکہ روانہ کیا۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت ضمرہ کے ذریعے اہل قریش کو چند شرائط پیش کیں تھیں اب اہل قریش پہ تھا کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں یا بات کو بڑھانا چاہتے ہیں۔

نبی اکرمﷺ کا قاصد اپنی منزل پہ پہنچا؛

حضرت ضمرہ نے دیکھا کہ صحن حرم میں اہل قریش کی مجلس لگی ہوئی ہے۔ دوسری طرف اہل قریش بھی ضمرہ کو پہچانتے تھے اور انھیں شک تھا کہ وہ رسول اللہﷺ کے قاصد کی حیثیت سے اُن کے پاس آیا ہے اور یقیناً وہ کوئی اہم علان کرنے والا ہے۔

حضرت ضمرہ نے اُن کے شک کو یقین میں بدل دیا اور اُن سے کہا؛

میں حاکم مدینہ آنحضرت محمدﷺ کے قاصد کی حیثیت سے تمھارے ہاں اترا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تم پہ تین شرائط پیش کیں ہیں اِن میں سے جو بھی تم کو قبول ہو اُس کے بارے میں مجھے آگاہ کردو۔ اس کے بعد انھوں نے اہل قریش پہ وہ شرائط پیش کی جنھیں لے کر وہ مدینہ سے آئے تھے۔

۱۔ وہ بنوخزاعہ کے مقتولوں کی دیت ادا کریں۔

۲۔ بنونفاثہ سے اپنی دوستی کا معاہدہ ختم کردیں۔

۳۔ صلح حدیبیہ کو اعلانیہ طور پہ کالعدم قرار دے دیں۔

قریش یہ تجاویز سنتے ہی حرم کے دروازے پہ جمع ہو گئے وہ باہم مشاورت کر رہے تھے اور اونچی اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے۔

قریش کا ایک بوڑھا سردار قرظہ بن عبد بن عمرو بولا؛

اگر ہم بنوخزاعہ کی دیت ادا کردیں تو ہم ایک ایک کوڑی کے محتاج ہو جائیں گے اس لیے یہ تجویز

تو کسی صورت ہمارے لیے قابل قبول نہیں۔

رہی دوسری شرط تو بنو نفاثہ عرب بھر کے تمام قبیلوں سے زیادہ حرم پاک کی عزت کرنے والے ہیں اس لیے ہم کس طرح اُن سے دوستی کا معاہدہ ختم کر سکتے ہیں۔

باقی صرف تیسری شرط رہ جاتی ہے کہ ہم صلح حدیبیہ کو ختم کرنے کا اعلان کر دیں تو ہمیں یہ شرط منظور ہے۔

اور انھوں نے حضرت ضمرہ کو آگاہ کر دیا کہ ہم صلح حدیبیہ کے معاہدے کو توڑتے ہیں اور وہ اہل مکہ کے رعونت بھرے اس پیغام کے ساتھ واپس مدینہ کو روانہ ہو گئے۔

نبی اکرمﷺ کی طرف سے پیش کردہ تجاویز نہایت عادلانہ تھیں اور قریش کو ان کا مثبت جواب دینا چاہیے تھا۔تاہم قریش کی روایتی رعونت عود کر آئی اور باوجود حربی ضعف کے انھوں نے حضرت ضمرہ کو مثبت جواب نہ دیا۔تاہم ضمرہ کے واپس جانے کے بعد جب قریش کے اعمائدین حرم پاک میں جمع ہوئے اور انھوں نے معاہدہ صلح حدیبیہ سے انحراف کے مضمرات پہ غور کیا تو انھوں نے جانا کہ اُن کی قوم پہ ایک بڑی مصیبت آنے والی ہے۔چنانچہ حارث بن ہشام اور صفوان بن امیہ اپنے ساتھ دیگر لوگوں کو لے کر ابو سفیان کے پاس پہنچا اور اُس سے کہا !اہل قریش نے آنحضرت محمدﷺ سے صلح کا معاہدہ توڑ کر اپنے لیے بھاری وقت کا انتخاب کر لیا ہے،جس کا سامنا کرنے کی اہلیت اس وقت قوم میں نہیں پائی جاتی۔

قریش جانتے تھے کہ اس معاہدے کے ختم ہوتے ہی اُن کے تجارتی قافلے غیر محفوظ ہو جائیں گے کیونکہ شام کی طرف جانے والی اِن کی تجارتی شاہراوں پہ اب دور دور تک آنحضرت محمد ﷺ کا کنٹرول تھا۔شام اور بصریٰ تک مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہو چکی تھی اور جزیہ نمائے عرب کے اِن علاقوں میں جن قبائل نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بھی مسلمانوں سے بہر حال سہمے ہوئے تھے اور اُن کی حربی قوت سے نالاں تھے۔دوسری طرف اُن میں یہ خیال بھی تقویت پکڑ رہا تھا نبی اکرمﷺ اس بات کو جان چکے ہیں کہ قریش نے بنو خزاعہ پہ حملے کے

سلسلے میں بنو بکر کی مدد کی تھی اس لیے عرب رواج کے مطابق یہ بات عین ممکن ہے کہ اپنے حلیف قبیلے کے قتل عام پہ مسلمان خاموش نہ رہیں اور بنو بکر اور قریش پہ حملہ کر دیں۔

چنانچہ اعمائدین قریش کی اسی مجلس میں طے پایا کہ اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے کہ خود سردار قریش ابوسفیان مدینہ جائے اور نبی اکرمﷺ سے مل کر اس معاہدے کی تجدید کی کوشش کرے۔

چنانچہ اگلے روز اپنے ایک غلام کے ساتھ ابوسفیان مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابوسفیان تیزی سے اپنی منزلیں طے کر رہا تھا اس لیے کہ اُس کی خواہش تھی کہ وہ بنوخزاعہ کے کسی شخص کے پہنچنے سے پہلے ہی نبی اکرمﷺ سے مل لے۔

تاہم راستے میں اُس کی ملاقات بدیل بن ورقہ سے ہوئی جو مدینے سے واپس آ رہا تھا ابو سفیان کو گمان گزرا کہ بنوخزاعہ کا یہ اہم آدمی شاید مدینہ سے واپس آیا ہے اور وہ رسول اللہﷺ سے مدد حاصل کرنے گیا تھا۔

ابوسفیان نے بدیل بن ورقہ سے پوچھا؟

وہ کہاں سے آ رہا ہے؟

بدیل نے ابوسفیان کو ٹال دیا اور کہا؛

بنو بکر اور بنوخزاعہ کے ایک آدمی کے مابین لین دین کا کچھ جھگڑا تھا جسے نمٹانے کے لیے میں بنو کعب کے ساحلی ٹھانوں کی طرف گیا تھا اور ابھی وہاں سے واپس آ رہا ہوں۔

اس کے بعد ابوسفیان سے مزید کوئی بات کیے بغیر بدیل وہاں سے چل دیا تاہم ابوسفیان کے دل میں چور تھا اس لیے وہ بدیل بن ورقہ کے بیان سے مطمئن نہیں ہوا تھا اس لیے وہ اُس جگہ آیا جہاں بدیل بن ورقہ اور اُس کے ساتھیوں کے اونٹ بیٹھے تھے۔اُس نے ایک اونٹ کی مینگنی اٹھائی اور اُسے کھولا تو اُس میں سے مدینہ کی کھجوروں کی گٹھلی نکلی اُس نے کہا؛

بخدا! میرا شک درست تھا وہ یقیناً مدینے سے لوٹے ہیں۔

اس کے بعد ابوسفیان اپنے غلام کے ساتھ مدینے کو روانہ ہو گیا۔

جب وہ مدینہ پہنچا تو سب سے پہلے اپنی بیٹی اُم حبیبہؓ کے گھر پہنچا جو نبی اکرمﷺ کی زوجہ تھیں۔

وہ آنحضرت محمدﷺ کے گھر میں داخل ہوا اور ایک بستر پہ بیٹھنا چاہا تو حضرت اُم حبیبہؓ تیزی سے آگے بڑھیں اور انھوں نے وہ بستر لپیٹ دیا۔

سردار قریش نے اپنی بیٹی کے اس عمل پہ حیرت کا اظہار کیا اور کہا؛

اے میری بیٹی! تم نے مجھے اس بستر کے قابل نہیں جانا یا اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا۔

حضرت اُم حبیبہؓ نے جواب دیا؛

یہ بستر اللہ کے رسول کا ہے اور آپ ایک مشرک ہیں۔

اپنی بیٹی کا یہ جواب ابوسفیان کو بہت برا لگا اور اُس نے کہا؛

ہم سے دور رہنے کی وجہ سے تمھارے خیالات بہت بگڑ گئے ہیں۔

اس کے بعد وہ حضرت اُم حبیبہؓ سے رخصت ہو گیا اور مسجد نبوی کی طرف چل دیا تا کہ آنحضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہو سکے۔

مسجد نبوی میں بہت سے صحابہ آنحضرت محمدﷺ کے گرد حلقہ جمائے بیٹھے تھے۔

ابوسفیان جب مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول اللہﷺ کے صحابہ نے ابوسفیان کو راستے میں روک لیا اور آنحضرت محمدﷺ تک نہ جانے دیا۔

ابوسفیان نے رسول اللہﷺ کے صحابہ سے کہا؛

تم لوگ میرے اور محمد(ﷺ) کے بیچ اس طرح کیوں حائل ہو رہے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ میرا برادرزادہ ہے۔

آنحضرت محمدﷺ نے صحابہ سے کہا اسے آنے دو۔

ابوسفیان مسجد میں داخل ہوا اور آنحضرت محمدﷺ کے سامنے جا بیٹھا۔

قریش کا وہ سردار جو اُحد میں مسلمانوں کے خلاف اترا تھا' جو خندق میں فوجوں کے انبوہ لے کر آ

یا تھا تا کہ مسلمانوں کو نیست و نابود کر دے، جو غزوہ بدر کا موجب بنا تھا' آج رسول اللہﷺ کے سامنے دوزانو بیٹھا تھا اور درخواست گزار تھا کہ اُن کی خطاؤں کو معاف کر دیا جائے۔

اُس نے کہا؛

میں اس لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو معاہدہ ہے اس کی تجدید کا حلف اٹھاؤں۔

نبی اکرمﷺ نے اُس سے سوال کیا؟

کیا تمھاری طرف سے اس معاہدے کے کچھ خلاف کیا گیا ہے جو تم معاہدے کی تجدید کے لیے آئے ہو۔

ابوسفیان فوراً بولا؛

لات وعزی کی قسم نہیں ہمارے ہاں کوئی نئی بات نہیں ہوئی بلکہ ہم تو معاہدے پہ قائم ہیں۔

نبی اکرمﷺ خاموش رہے۔

ابوسفیان خود ہی بولا؛

ہمیں خدشہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے حلیفوں کے مابین جو کچھ ہوا ہے آپ اُس کا بدلہ لیں گے۔

نبی اکرمﷺ نے تبسم فرمایا مگر اپنی زبان سے کچھ نہ کہا؛

نبی اکرمﷺ نے اس کی بات کو کوئی اہمیت نہ دی اس لیے کہ وہ اسلام کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا اور بنوخزاعہ پہ جو ظلم کیا گیا تھا اُس میں وہ ظالموں کے ساتھ تھا اور انھی ظالموں کی اعانت کے لیے وہ اس وقت رسول اللہﷺ کے سامنے بیٹھا تھا۔

مگر اللہ کے رسول تو لوگوں میں عدل کرنے آئے تھے اس لیے وہ کسی ظالم کا ساتھ کس طرح دے سکتے تھے۔ جلد ہی سردار قریش ابوسفیان نے محسوس کر لیا کہ اس دربار میں اس کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی تو وہ مایوس ہو کے وہاں سے اٹھ گیا۔ حالانکہ شاید وہ واحد شخص تھا جسے اس

دربار سے کچھ نہ ملتا تھا اس دربار سے تو کبھی کوئی خالی گیا ہی نہ تھا مگر ابوسفیان جو مانگنا چاہتا تھا وہ بے عدلی تھی ناانصافی تھی اس لیے وہ اپنا خالی دامن لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اُس نے کہا؛

آپ یا تو رسول اللہ ﷺ کے ہاں ہماری سفارش کریں یا خود اپنی طرف سے اہل قریش کو پناہ دینے کا اعلان فرمائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حیرت سے کہا؛

کیا تم مجھ سے یہ توقع کرتے ہو کہ میں رسول اللہ ﷺ کی منشا کے خلاف جاؤں اور جس کو انھوں نے پناہ نہیں دی میں اُس کو پناہ دوں۔

یہ ممکن نہیں ہے۔

ابوسفیان وہاں سے بھی مایوس اٹھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابوسفیان نے اُن سے بھی اپنا وہی مطالبہ دہرایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

خدا کی قسم اگر ایک چیونٹی بھی قریش کے خلاف عداوت پالے تو میں اُس کے ہمراہ ہو جاؤں گا۔

ابوسفیان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات سے صدمہ پہنچا اور اُس نے کہا؛

تم نے مکہ میں تو مجھے کبھی اس قدر درشتی کے ساتھ نہیں پکارا تھا یہاں آکر تمھاری جرأت میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔

یہ سب اسلام کی وجہ سے ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب سے ابوسفیان کو سخت مایوسی ہوئی تھی تاہم وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رخصت ہونے کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف چلا آیا۔

ابوسفیان نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا؛

بخدا! آپ اِن سب لوگوں سے زیادہ میرے قرابتدار ہیں اس لیے میں اُن کے پاس سے اُٹھ آیا ہوں۔آپ جانتے ہیں کہ قوم قریش کس مصیبت میں مبتلا ہے مجھے یقین ہے کہ اگر آپ نبی اکرم ﷺ سے قوم قریش کی حمایت میں بات کریں اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کی کوشش کریں تو رسول اللہ ﷺ آپ سے انکار نہ کرسکیں گے اس لیے کہ آپ اُن کے داماد ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

جب رسول اللہ ﷺ کسی بات عزم کا کرلیں تو ہم میں سے کوئی اُن کے خلاف نہیں جاتا اور جو بات رسول اللہ ﷺ کی منشا کے خلاف ہو میں اُس کی سفارش کس طرح کرسکتا ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار کے بعد ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ پاس چلا آیا اور اُن سے کہا؛

میری آپ کے ساتھ جو قرابت داری ہے اُس کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں میری خواہش تھی کہ معاہدہ صلح حدیبیہ کی نہ صرف تجدید ہوجائے بلکہ اُس کی مدت میں بھی اضافہ ہوجائے تو آپ ہماری سفارش رسول اللہ ﷺ سے نہ کریں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

جس کو رسول اللہ ﷺ پناہ دینے سے انکار کردیں اُس کو یہاں کوئی پناہ نہیں دے گا اس لیے تم فضول کوشش کررہے ہو۔

ابوسفیان ابھی مایوس نہ ہوا تھا اُس نے پھر ایک کوشش کی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا پہنچا۔

حضرت فاطمہؓ کے پاس اُن کے بچے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ بھی کھیل رہے تھے

ابوسفیان نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا؛

کیا آپ اس بچے کو عربوں کا سردار بنانا پسند کریں گی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جانتی تھیں کہ اس سے ابوسفیان کی کیا مراد ہے اس کے باوجود انھوں نے

پوچھا وہ کس طرح؟

کہ یہ بچہ عربوں کے دوگروہوں میں پناہ کا اعلان کردے۔ابوسفیان نے کہا؛

حضرت فاطمہؓ نے کہا؛

یہ ابھی بچہ ہے اوراس کو بڑوں کی باتوں سے کوئی مطلب نہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ کسی کی مجال ہی نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی منشا کے خلاف کسی کی پناہ کا اعلان کرے۔

ابوسفیان پوری طرح مایوس ہو چکا تھا چنانچہ اُس نے واپسی کا ارادہ کیا۔

واپس جانے سے پہلے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور اُن سے کہا؛

کیا تمھارے خیال میں اس مسئلے کا کوئی حل نہیں جس سے تیری قوم کو اس پریشانی سے نجات مل جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر سوچا اور پھر ابوسفیان کو جواب دیا؛

تم خود بھی تو بنوکنانہ کے سردار ہو لوگوں کے بیچ امن وامان کا اعلان کردو۔

کیا اس سے مجھے کچھ فائدہ ہوگا۔

ابوسفیان نے دریافت کیا؟

میرا نہیں خیال کہ اس سے تمھیں کچھ فائدہ ہو لیکن تمھارے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔

چنانچہ ابوسفیان حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رخصت ہوا اور سیدھا مسجد نبوی کے دروازے پہ پہنچا جہاں اُس نے لوگوں کے بیچ کھڑے ہوکے اعلان کیا کہ میں لوگوں کے درمیان امن وامان کا علان کرتا ہوں اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کرتا ہوں۔

اس کے بعد وہ مکہ واپس چلا آیا جہاں اہل مکہ اس کا بے چینی سے انتظار کررہے تھے۔

امام حلبی نے اس ضمن میں تحریر کیا ہے کہ!

ابوسفیان کو مکہ سے گئے بہت دن گزر چکے تھے اور وہ اس کا نتظار کرتے کرتے تھک چکے تھے اور اب تو کچھ لوگوں نے یہ کہنا بھی شروع کردیا تھا کہ ابوسفیان بے دین ہوگیا ہے اور مکہ ہی میں

رُک گیا ہے۔

پھر ابوسفیان تھکا ماندہ مکہ میں اترا اور اُس کے چہرے پہ موجود مایوسی کو دور سے دیکھا جاسکتا تھا وہ طواف کعبہ کے بعد اپنے گھر گیا تو اُس کی بیوی ہند بنت عتبہ نے کہا؛

اگر تو کامیاب ہو کر آیا ہے تو بلاشبہ تو ایک بہترین قاصد ہے۔

تاہم جب ابوسفیان نے اپنی بیوی سے مدینہ میں گزرے شب و روز کا احوال بیان کیا تو ہند بنت عتبہ نے کہا؛

مجھے پہلے ہی شک تھا کہ تم میں اس امر کی صلاحیت نہیں جس کا تم نے دعویٰ کیا تھا اور تو یقیناً ایک برا قاصد ہے جو اپنی قوم کے لیے کوئی اچھی خبر لے کے نہیں آیا۔

اُس نے ابوسفیان کو یہ بھی بتایا کہ!

لوگ اُس پہ شبہ کر رہے ہیں کہ اُس نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

چنانچہ اس سے اگلے روز جب ابوسفیان اپنے گھر سے نکلا تو حرم میں پہنچنے کے بعد اُس نے قربانی کی سر منڈایا اور قربانی کے جانور کا خون اساف اور نائلہ کے بتوں کے سروں پہ ملا۔

قریش یہ سب دیکھ رہے تھے اس لیے اُن کا یہ شک تو دور ہو گیا کہ ابوسفیان بے دین ہو گیا ہے تاہم ابھی اُن کو اس بات کا تجسس ضرور تھا کہ ابوسفیان مدینہ میں کیا کر کے آیا ہے اور کیا اُس کے پاس اپنی قوم کے لیے کوئی اچھی خبر ہے۔

چنانچہ اہل مکہ نے اُسے گھیر لیا اور اُس سے دریافت کرنے لگے کہ اُس کے پاس مدینہ کی کیا خبر ہے۔

ابوسفیان نے اپنی قوم کو وہاں کے تفصیلی حالات یوں بیان کیے۔

ابوسفیان اپنی قوم کے درمیان صحن حرم میں کھڑا تھا اور لوگوں کو بتا رہا تھا خدا کی قسم اُن لوگوں نے میری کوئی بات نہیں سنی۔ میں نے اُن کی بہت خوشامد کی مگر خدا کی قسم وہ جس قدر رسول اللہﷺ کے اطاعت گزار اور فرمانبردار ہیں کہ میں نے کوئی قوم اپنے بادشاہ کی اس قدر اطاعت گزار

نہیں دیکھی حالانکہ میں نے قیصر وکسریٰ کے محل تک دیکھے ہیں۔

سب سے پہلے میں محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور اُن سے گزارش کی کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید کی جائے بلکہ اُس کی مدت میں بھی اضافہ کیا جائے مگر انھوں نے میری بات پہ کوئی توجہ نہیں دی۔

اس کے بعد میں ابوبکر صدیق کے پاس گیا مگر انھوں نے بھی مجھے مایوس کیا اور کوئی حوصلہ افزا جواب نہ دیا۔

اس کے بعد میں عمر بن خطاب کے پاس گیا مگر میں نے اُن کو دیگر لوگوں سے زیادہ اپنا دشمن پایا۔

اس کے بعد میں عثمان بن عفان کے پاس گیا مگر انھوں نے بھی مجھے مایوس کیا اور میری مدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

ازاں بعد میں علی ابن طالب کے پاس پہنچا اور انھیں میں نے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اہل قریش کے حق میں نرم دل پایا۔

انھوں نے مجھے ایک مشورہ دیا جس پہ میں نے عمل کیا مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ اس سے میری قوم کو کوئی فائدہ بھی ہوا ہے یا نہیں۔

لوگوں نے پوچھا؟

آخر بتاؤ تو سہی انھوں نے تم کو کیا مشورہ دیا تھا؟

ابوسفیان نے کہا!

علی ابن طالب نے مجھ سے کہا؛

تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی مسلمانوں اور اہل قریش کے مابین پناہ کا اعلان کر دوں اور معاہدے کی تجدید کر دو تمھیں اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ لوگوں کے بیچ امان کا اعلان کرو میرا خیال ہے تمھارے اس اعلان کی خلاف ورزی نہیں کی جائے گی۔

قریش غور سے اپنے سردار کی بات سن رہے تھے۔

انھوں نے بے چینی سے پوچھا جب تم نے یکطرفہ طور پہ اس امان کا اعلان کیا تو آنخضرت محمد ﷺ نے اس کا کیا جواب دیا تھا۔

ابوسفیان نے کہا؛

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اے ابواحنظلہ یہ بات تم خود ہی کہہ رہے ہو۔

بخدا! اس کے بعد انھوں نے ایک لفظ مزید نہ کہا اور وہاں سے چلے گئے۔

قریش اپنے سردار کی اس بات سے نہایت مایوس ہوئے اور اُس کے ساتھ برہمی کا اظہار کیا۔

لوگوں نے کہا؛

تم رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کے بغیر جو کچھ بھی کر کے آئے ہو اس سے نہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ تمھیں۔

خدا کی قسم ! تمھاری یہ پناہ اور امان بالکل بیکار ہے تمھارے اس یک طرف اعلان کی کوئی حیثیت نہیں۔

کسی اور نے کہا؛

بخدا! اُس شخص یعنی علی نے تمھارے ساتھ مذاق کیا ہے۔

ابوسفیان مایوسی سے بولا میرے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔

⌘⌘⌘

بنو کنانہ کے بنو خزاعہ پر حملے کے بعد معائدہ صلہ حدیبیہ ٹوٹ گیا جس میں یہ بات طے پائی تھی کہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہ ہو گی ۔معائدہ توڑنے کا اعلان اگرچہ قریش نے کیا تھا مگر اس کا فائدہ مسلمانوں کو ہوا کہ اب وہ مکہ پر حملہ کرنے کے لیے آزاد تھے۔

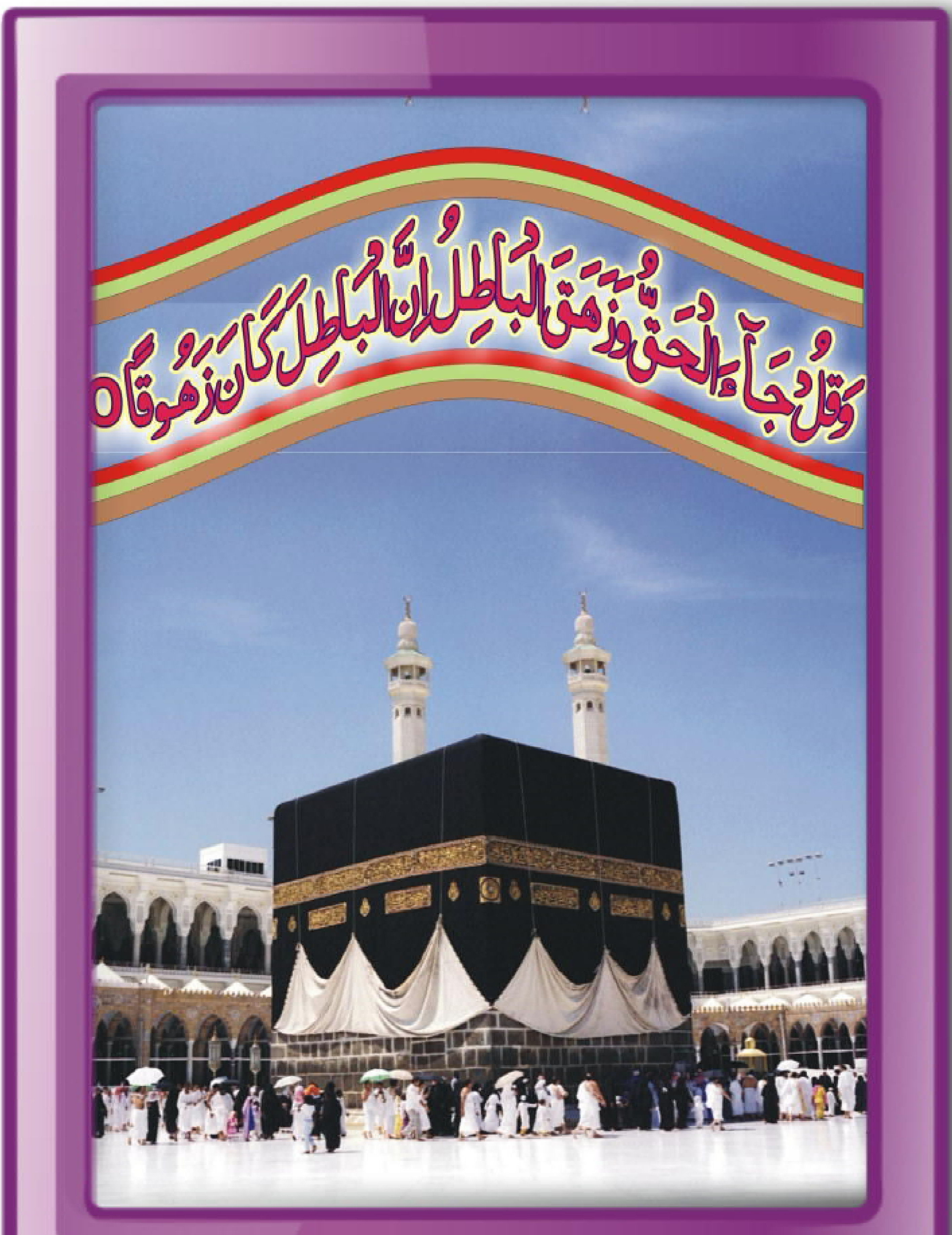
وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝

شعبان 8 ہجری، بمطابق نومبر ، 629ء

خورشید جلوہ افروز

(مقدمہ فتح مکہ)

انسان کے شعوری ارتقاء کے ہر پڑاؤ پہ خالق نے وحی کی اس ضوفشانی کا اہتمام کیا ہے جس کی ضیا پاشیوں نے وسوسوں اور توہمات کی تیرگی میں ڈوبی راہوں کو بسیط اجالوں سے مزین کیا۔خِرد گراں کی موہوم کرنوں میں اگرچہ انسان پندارِ آرزو کے اُن سایوں کے تعاقب میں تو ضرور رہا جو اِسے فلاح و آشتی کے اُن جہانوں سے آشنا کرتے جہاں وہ تکمیل تمنا کی تشنگی سے نجات پا سکے مگر شاید یہ ہدف اس کی حدِ استطاعت سے وراء تھا۔عقلِ جہاں ساز کی کرشمہ آرائیوں نے اُسے تحیر کے وہ جہاں عطا کیے کہ بلآخر اُس نے خود کو جانوروں سے ممتاز کر لیا۔شعوری ارتقاء کے اسی تسلسل میں جانے کب وہ حرف سے آشنا ہوا تاہم حرفوں کو جوڑ کر لفظ بنانے کے مرحلے تک نبی نوع انسان کی کئی نسلیں صرف ہو گئیں اور جب اِس نے پہلا لفظ لکھا تو اِس نے جانا کہ یہ تو ایک دستک کی مانند ہے جو اس کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کیے دیتی ہے۔اس مرحلے پہ ایک احساس کسی راسخ یقین کی طرح انسانی ذہن کے نہاں خانوں میں اپنی جگہ بنا چکا تھا کہ انسان کائنات کی دیگر مخلوقات سے منفرد

وممتاز ہے تب وہ پہچان کی راہوں کا مسافر ہوا۔

تب اُس نے جانا کہ وہ خرد و نفس کے اختلاف کے حصار میں ہے۔اب اِسے فیصلہ کرنا تھا مگر اس کی شعوری حیثیت اس مقام سے قدرے پست تھی۔چنانچہ اِس کی راہنمائی کا اہتمام کیا گیا اور انبیاء و رسل کے اس سلسلے کا آغاز کیا گیا جس کا اختتام آنحضرت محمدﷺ کی رسالت پہ ہوا۔یہ تاریخ کی اُن طویل مسافتوں کا تذکرہ ہے جس کی راہیں صدائے حق کی خنکی، فلسفے کے الجھاوؤں، خرد کے جلوؤں ثبات و تغیر، وحشت و بربریت، علوم و معارف، اسلوبِ تخیل میں ندرت، شعر و ادب کی فسوں کاری اور حرب و ضرب کی روایت سے مزین ہیں۔تاریخ کی طویل راہداریوں میں انسان کسی گرد باد کی طرح چکراتا رہا۔وہ بے شمار منظروں کا شاہد اور بے انت تخیلات کا موجب ہے۔اہل یونان نے جب فلسفے کی بساط بچھائی تب ترسیل وحی کا سلسلہ بھی عروج پہ تھا،انسان ہدایت کا طالب تھا مگر وحی کی سادہ اور فلسفہ کی دقیق موشگافیوں کے مابین امتیاز کرنے سے قاصر تھا۔جس کی بنیادی وجہ یہ تھی اس کا نفس اسے تمنا کی وادیوں میں لیے پھرتا اور خرد اس کی راہنمائی اُس کٹھن راہ کی طرف کرتی جسے قبول کرنے سے انسانی نفس گریزاں رہتا ہے۔

انسان نے اپنے دکھوں سے نجات پانے کے لیے مختلف علوم میں دسترس حاصل کی، اس نے علم ہیئت، علم سائنس، علم نجوم، علم معاشرت، علم طب، علم شعر، علم تاریخ اور فن حرب و ضرب کے سائے میں پناہ تلاش کرنے کی کوشش کی مگر اس کی شعوری تشنگی میں کوئی کمی نہ ہوئی۔اس بیچ انسانوں کے ایک گروہ نے مختلف ادیان وضع کر لیے جس سے انسانوں کے بیچ تقسیم کی بنیاد پڑی۔تہذیب نے ایک اور کروٹ لی اور انسان اعلیٰ و ادنیٰ میں منقسم ہوا، حالانکہ اس سے قبل ایسا نہ تھا۔اسی دور کو مادیت کا بتدائی دور قرار دیا جاسکتا ہے کہ تب پہلی مرتبہ انسان میں ذاتی ملکیت کے احساس نے جنم لیا ملکیت کے اسی احساس اور بھوک کے خدشے سے پریشان انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے لگا۔اس کے بعد انسانی معاشرے محارب اور متفرق گروہوں میں منقسم ہو گئے اور وہ آتش زرم گاہ معرض وجود میں آئی کہ انسان ہمیشہ کے لیے اس کی حدت کا اسیر ہو کے رہ گیا حتیٰ کہ آج کی متمدن

اور مہذب دنیا میں بھی یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ تب انسانوں کے اس انبوہ کو دنیا کی ہوس میں مقید پادریوں، پروہتوں، قوت واقتدار کے نشے میں مدہوش بادشاہوں، نئے اور انوکھے تصورات و تخیلات میں مسحور فلسفیوں نے یرغمال بنالیا۔ مگر خالق اپنی اس محبوب مخلوق سے کبھی بھی لاپرواہ نہیں رہا اس لیے اُس نے انسان کے ہر شعوری پڑاؤ پہ اُس کی راہنمائی کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انبیاء و رسل کی آمد کا سلسلہ ایک تسلسل کے ساتھ جاری رہا وہ لوگوں کو حق کی طرف بلاتے رہے اور صالح قلوب اُن کی راہنمائی کو قبول بھی کرتے رہے مگر یہی بادشاہ جھوٹے مذاہب کے یہی پیروا ور یہی فلسفی انسان اور اللہ کے پیغمبروں کے بیچ دیوار بنتے رہے۔ اللہ کے پیامبر اپنا کام کرتے رہے اور اُن کے مقابل بدی کے پجاری بھی اپنا نظام زندگی چلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خطہ ارض کے طول وعرض میں مختلف تخیلات مختلف مذاہب اور مختلف نظریات زیست کے تحت انسانیت تہذیبی ارتقاء کے مراحل طے کرتی رہی۔ اس دوران جس تصور زیست کو فروغ عام حاصل ہوا وہ مذہب کی پیروی کا رجحان تھا جس نے آگے چل کے ادیان عالم کی وقیع تاریخ رقم کی۔ تاریخ کے اس دور میں لوگ چونکہ مختلف مذاہب کے پیرو تھے اس لیے مذاہب کی تقسیم عمل میں آئی اور غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نفرت اور عداوت کی گنجائش پیدا ہوئی۔

لوگوں کے ایک گروہ نے توہمات اور رسومات کو مذہب قرار دے لیا تھا۔ ریاست نے جب محسوس کیا کہ مذہبی حلقوں کے پیشوا طاقت حاصل کر رہے تو ریاست نے اُن کو نوازنا شروع کر دیا اُن کے دلوں میں دنیا کی ہوس ڈال دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکثر سامی مذاہب میں اس تصور نے فروغ پایا کہ اُن کا بادشاہ آسمانی اوتار ہے۔ چنانچہ یونان مصر ایران اور ہند میں اس تصور زیست کو کافی فروغ حاصل ہوا اور لوگ بادشاہ کے خلاف سوچنا تک گناہ سمجھنے لگے۔ تب عام آدمی کی زندگی میں آسودگی کا کوئی شائبہ تک نہ تھا بلکہ اس کے برعکس لوگوں کے ایک کثیر گروہ کو رنگ ونسل کی بنیاد پر غلام قرار دے کر اُن سے عزت نفس کا احساس تک چھین لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم سے لے کر حضرت مسیح تک انسانی معاشروں نے تہذیبی ارتقاء کا سفر جاری رکھا مگر تب تک الہامی مذاہب کے ساتھ ساتھ سامی

مذاہب بھی رواج پا چکے تھے اُس عہد میں ہندوستان میں بت پرستی ایران میں آتش پرستی اور یونان میں فلاسفہ کے افکار کی پیروی مروج تھی۔تاہم مملکت روم اور ارض شام جو فلسطین کے ملحقہ علاقے تھے اِن میں الہامی مذاہب کی پیروی کی جاتی تھی کیونکہ یہ قوم بنی اسرائیل کے علاقے تھے۔اگرچہ وہ بھی یہودیت اور نصرانیت میں منقسم ہو چکے تھے اور ایک دوسرے کا بہت سا خون بہا چکے تھے۔یونان کے فلاسفہ نے اپنے لوگوں کے سامنے آسمانی دیوتاؤں کا جو تصور پیش کیا تھا اُس کو لازوال شہرت حاصل ہوئی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ اقوام عالم میں اہل یونان نے اپنے وجود کو منوا لیا تھا۔

دوسری طرف مملکت روم اہل یونان کے مقابل قوت حاصل کر رہی تھی۔تاہم جب مملکت روم نے عیسایت کو اپنا مذہب قرار دے لیا تب یونانی دیوتاؤں کا دور ختم ہو گیا اور عیسائیت رفتہ رفتہ اہل یونان کا مذہب بن گئی۔اگرچہ مملکت روم کے ساتھ اُن کے فروعی اور اعتقادی اختلافات آخر تک موجود رہے تاہم اب یونان کی حیثیت روم کے ایک صوبے سے زیادہ نہ تھی اور مملکت روم ایران کی پارسی طاقت کے مقابل ایک بڑی قوت کے طور پہ ابھری۔چھٹی صدی عیسوی میں متمدن دنیا کا خلاصہ یہیں تک محدود تھا اس لیے کہ مملکت روم کی عیسائی اور ایران کی عظیم پارسی ریاست نے اردگرد کی محدود قوتوں کو نگل لیا تھا اور اُن کی باہمی مخاصمت عروج پہ تھی۔

یونانی ہندی رومی اور ایرانی اقوام کے مساکن کے عین بیچ نسبتاً ایک غیر آباد اور تلخ جغرافیائی حقیقتوں کی حامل ایک سرزمین عرب تھی جس کی لق و دق وسعتیں اور موسمی شدائد لوگوں کو اس سے گریزاں رکھتے۔اور یہ خطہ عرب تھا جہاں ایک قوم بستی تھی جس کو لوگ عربوں کے نام سے جانتے تھے۔خطہ عرب سے ملحق متمدن اور طاقتور رومی اور ایرانی ریاستیں اِس خطہ کو کوئی اہمیت دینے کے لیے قطعاً تیار نہ تھیں اس لیے کہ وہ صحرا کی اِن وسعتوں میں مقیم عربوں کو وحشی اور غیر مہذب مانتے تھے ایران روم فلسطین اور یونان جیسے ممالک کی سرحدوں پہ ہونے کے باوجود اِن متمدن ریاستوں نے عربوں پہ فوج کشی کے بارے میں کبھی نہ سوچا تھا اس لیے کہ اِن بسیط صحراؤں میں انھیں کسی مفاد کے حاصل

ہونے کی کوئی توقع نہ تھی۔ مگر اس متمدن دنیا کی نگاہوں سے شاید یہ حقیقت اوجھل ہی رہی کہ اِنھی سلگتے صحراؤں کے بیچ کہیں اللہ کا وہ گھر ہے جو اس دنیا میں اُس کی واحد عبادت گاہ ہے اور لوگوں کی ایک معقول تعداد کی عقیدتوں کا مرکز ہے اور جس کی طرف تین ہزار سال سے اونٹوں کے قافلے رواں رہے ہیں اور وہ شہر مکہ تھا جہاں اللہ کا برکتوں والا یہ گھر تھا جسے عربوں کے آباء حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا۔ اب عرب اس گھر کے والئی تھے اور انھیں متمدن دنیا اور اُن کے مذاہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ خود کو دین ابراہیم پہ سمجھتے اور اسے فخر کی بات جانتے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہ دین ابراہیم کی اساس کو کھو چکے تھے اور اب اُن پر چھائیوں کے تعاقب میں تھے جسے وہ دین ابراہیم کہتے۔ انھوں نے اللہ کی توحید کی جگہ شرک کو اپنا لیا تھا اور بیت اللہ میں سینکڑوں بت سجا لیے تھے۔ وہ ہدایت کا راستہ اگرچہ کھو چکے تھے اس کے باوجود اُن میں بہت سی خصوصیات موجود تھیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قوم عرب کو اس سعادت کے لیے چن لیا کہ نبوت و رسالت کا اختتام اُن پہ ہوا اور آنحضرت محمدﷺ کو اُن میں مبعوث کیا۔

نبی اکرمﷺ نے اہل عرب کو بتایا کہ تم لوگ گمراہ ہو چکے ہو اس لیے تم میری پیروی اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ کتاب اتاری ہے اور مجھے تم لوگوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو مکہ کے سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ امیر خاندان میں پیدا کیا گیا جس کا نام قریش تھا اور قریش نے ہی سب سے زیادہ آنحضرت محمدﷺ کی مخالفت کی۔ اللہ کے رسول آنحضرت محمدﷺ نے تیرہ سال تک اپنے خاندان کو راہ حق کی طرف بلایا پھر اُن کی ہدایت سے مایوس ہو کر مکہ سے مدینے چلے گئے جہاں کے لوگ اس سے قبل اُن پہ ایمان لا چکے تھے۔ اہل قریش نے اللہ کے رسول ﷺ کا تعاقب کیا اور آپﷺ کو جنگوں میں الجھا لیا۔ تاہم آنحضرت محمدﷺ کے ساتھ اللہ کی نصرت تھی اس لیے کسی بھی میدان میں اہل قریش آنحضرت محمدﷺ کو شکست نہ دے سکے اور رفتہ رفتہ اُن کی قوت اسلام کے مقابل تنزل کا اشکار رہی۔ بدر احد اور غزوہ خندق کے بعد اُن کا زور ٹوٹ چکا تھا اور اُن کے زیادہ شریر لوگ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہو چکے تھے۔ تاہم اب بھی وہ کسی صورت اسلام

قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے اور جب تک اللہ کے گھر کو شرک کی آلودگی سے پاک نہ کیا جاتا تب تک اسلام کی تکمیل نہ ہوتی تھی اس لیے کہ نبی اکرمﷺ دین ابراہیمی کے احیا کے لیے تشریف لائے تھے اور حضرت ابراہیم نے جس گھر کو تعمیر کیا تھا وہ آج توحید کی بجائے شرک کا گڑھ بنا ہوا تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اس قدر قوت و استحکام فراہم کر دیا کہ اب وہ گھنے بادلوں اور تاریک رات کی طرح ایک مہیب لشکر کے ساتھ اہل قریش کے شہر مکہ کے باہر تشریف لا چکے تھے تا کہ وہ حرم پاک کو بتوں کی آلودگی سے پاک کر کے دین توحید کا احیا کر سکیں انھی شب و روز کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

⌘⌘⌘

13 رمضان 8 ھجری، بمطابق 24 جنوری 630

فتح مکہ

اُس تاریک رات کی ظلمت کا اب خاتمہ ہونے والا تھا جس کی تیرگی میں عربوں کو منزل کے سنگ میل نظر نہ آتے تھے، اُن بتوں کی پرستش کا اب دم آخر آ لگا تھا جو بیت اللہ میں عبادت کی غرض سے نصب کیے گئے تھے۔ اُن پروہتوں کی آمدن کل سے بند ہو جانے والی تھی جنھوں نے صدیوں اِن بے جان پتھروں کی کمائی کھائی تھی، قریش عرب کے اُن سرداروں کے سر اب جھکنے والے تھے جنھوں نے مسلمانوں پہ لشکر کے لشکر چڑھائے تھے، بیت اللہ کے دیوار و در کی آہ و حسرت اب صدائے طرب میں بدلنے والی تھی کہ توحید کے علم برداروں کا لشکر شہر مکہ سے باہر پڑاؤ ڈالے بیٹھا تھا۔ مورخین نے فتح مکہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بنو خزاعہ کی فریاد سننے کے بعد نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو جنگ پہ نکلنے کا حکم دیا اس کے ساتھ ساتھ اپنے حلیف قبائل کی طرف بھی قاصد بھیجے جنھوں نے مسلمان قبائل میں جا کر اعلان کیا کہ تم میں سے جو اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان رکھتا ہو اُس کے

لیے لازم ہے کہ وہ رمضان کے روزے مدینے میں رکھے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

حضرت ابوبکر اپنی بیٹی حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ ستو کا آٹا تیار کر رہی ہیں اور گیہوں اُن کے پاس رکھے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ سے سوال کیا؟

کیا رسول اللہ ﷺ نے تمھیں سفر کی تیاری کا حکم دیا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا! ہاں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا؟

عائشہ کیا تمھیں کچھ اندازہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کہاں کے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں حضرت عائشہؓ نے جواب دیا۔

اس بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔

تاہم اس کے بعد جلد ہی آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن سے مکہ پہ حملہ کرنے کے بارے میں مشاورت کی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ وہ آپ کی اپنی قوم ہیں آپ کا اپنا خاندان ہیں اُن پہ رحم فرمائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ مشرک ہیں انھوں نے آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے انھوں نے بیت اللہ کو بتوں سے بھر دیا ہے اور وہ لوگوں کو بیت اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں، انھوں نے ہمارے ساتھ کیا گیا معاہدہ توڑ دیا ہے اور ہمارے حلیف خاندانوں پہ ظلم کیا ہے یارسول اللہ ﷺ اُن میں کوئی اچھائی نہیں اِس لیے آپ ﷺ اُن پہ حملہ کرنے کے ارادہ کو پختہ فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سُن کر مسکرا دیئے اور فرمایا؛

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہیں جو اللہ کے معاملے میں موم کی طرح نرم ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ حضرت نوح علیہ السلام کی مثل ہیں جو اللہ کے معاملے میں پتھر سے زیادہ سخت ہیں۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فیصلہ سنا دیا کہ اہل مکہ پہ حملہ کیا جائے گا۔ شہر مدینہ میں باہر سے آنے والے قافلے اترنے لگے تھے اللہ کے مجاہدوں کا لشکر تیار ہو رہا تھا۔ بنی اسلم، بنی غفار، بنی مزینہ، بنی اشجع اور بنی جہنیہ کے قبائل مدینہ پہنچنا شروع ہو چکے تھے۔ شہر مدینہ کی رونقوں میں اضافہ ہو چکا تھا لوگ جوش و جذبے سے جہاد کی تیاری میں مشغول تھے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے شعروں سے مسلمانوں کو جہاد پہ نکلنے کی مہمیز فراہم کر رہے تھے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے اُس موقع پہ جو اشعار کہے اُن میں سے کچھ یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

عَنَانِیْ وَ لَمْ اَشْهَدْ بِبَطْحَاءِ مَكَّةَ
رِجَالَ بَنِیْ كَعْبٍ تُحَزُّ رِقَابُهَا

اگر چہ تب میں مکہ کی وادیٔ میں حاضر نہ تھا مگر بنی کعب کی کٹی گردنوں نے مجھے سخت اذیت میں مبتلا کیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِاَیْدِیْ رِجَالٍ لَمْ یَسُلُّوْا فَهُمْ
وَ قَتْلٰی كَثِیْرٌ لَمْ تُجَنَّ ثِیَابُهَا

وہ ایسے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہوئے جنھوں نے تلواریں بھی نہ سونتیں تھیں اور بہت

سے مقتولوں کو کفن تک نہ دیا گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَلَا لَيْتَ شِعْرِیْ هَلْ تَنَالَنَّ نُصْرَتِیْ
سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو حَرُّهَا وَعِقَابُهَا

کاش مجھے معلوم ہوجاتا کہ سہیل بن عمرو کے خلاف کہاں سے چھوٹی بڑی مدد پہنچی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَصَفْوَانُ عَوْدٌ حَنَّ مِنْ شَفْرِ اِسْتِهِ
فَهٰذَا اَوَانُ الْحَرْبِ شُدَّ عِصَابُهَا

صفوان تو ایک اونٹ ہے جو اپنی سرین کی باریک سی آواز سے رونے لگتا ہے یہ جنگ کا وقت ہے جس کی رسیاں باندھ دی گئی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَا تَأْمَنَنَّا يَا ابْنُ اُمِّ مُجَالِدٍ
اِذَا احْتُلِبَتْ صِرْفًا وَاَعْصَلَ نَابُهَا

عکرمہ تو ہم سے محفوظ نہیں رہ سکتا جب جنگ سے خالص دودھ دھویا جائے گا اور اُس کے دانت ٹیڑھے ہوجائیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَا تَجْزَعُوا مِنَّا فَإِنَّ سُيُوفَنَا
لَهَا وَقْعَةٌ بِالْمَوْتِ يُفْتَحُ بَابُهَا

اب ہم سے گھبرا کر بھاگ نہ جانا کیونکہ ہماری تلواروں کا ایسا معرکہ ہوگا جس سے موت کا دروازہ کھل جائیگا۔[*2]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حاطب بن ابی بتلعہؓ

نبی اکرمﷺ نے اہل مکہ پہ حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا مسلمانوں کے لشکر شہر مدینہ میں جمع ہو رہے تھے نبی اکرمﷺ کی خواہش تھی کہ وہ قریش کو بے خبری میں جالیں چنانچہ نبی اکرمﷺ نے دُعا فرمائی کہ!

''اے اللہ! قریش کو ہم سے بے خبر رکھ وہ اچانک ہی ہم کو دیکھیں اور اچانک ہی ہمارے بارے میں سنیں۔

چنانچہ نبی اکرمﷺ نے شہر مدینہ سے باہر جانے والے راستوں پہ مسلمان مجاہدین کے دستے مقرر کردیئے تھے اور حضرت عمرؓ کو اُن کی نگرانی پہ مقرر کیا تھا۔تب رسول اللہﷺ کے ایک صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل قریش کو ایک خط لکھا جس میں اُن کو خبردار رہنے کی تلقین کی۔انھوں نے یہ خط بنی عبدالمطلب کی ایک لونڈی سارہ کے حوالے کیا اور اسے دس درہم اور ایک نئی چادر دی اور اسے کہا اس خط کو چھپا کرلے جاؤ اور جب تم مکہ پہنچو تو صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو یا عکرمہ بن ابی جہل میں سے جو بھی ملے یہ خط اُس تک پہنچا دینا۔اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمﷺ کو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی اس حرکت سے آگاہ فرما دیا تو نبی اکرمﷺ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا! اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوجاؤ اور مقام حلیفہ پہ پہنچو وہاں تمھیں ایک شتر سوار عورت ملے گی اُس کے پاس ایک خط ہوگا اُس عورت

سے وہ خط لے لینا اور اُس کو جانے دینا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو مرثد رضی اللہ عنہ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوا اور ہم اُس مقام پہ پہنچے جس کی نشاندہی رسول اکرم ﷺ نے کی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہم نے اُس عورت کو بنی ابی احمد کے کنویں پہ پالیا وہ اونٹ پہ سوار تھی ہمیں دیکھ کر وہ رُک گئی ہم نے اسے سواری بٹھانے کا حکم دیا۔

ہم نے اُس کے اونٹ کے کجاوے کو کھوج ڈالا مگر ہمیں وہاں سے کچھ نہ ملا۔

ہم نے اُس عورت سے کہا؛

تمھارے پاس جو خط ہے اسے ہمارے حوالے کردو۔

اُس عورت نے صاف انکار کر دیا اور کہا؛

بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں تم میری سواری کی تلاشی لے چکے ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا؛

خدا کی قسم! نہ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بولا گیا ہے نہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کبھی جھوٹ بولا ہے اس لیے تم وہ خط ہمارے حوالے کر دو ورنہ میں تمھارے کپڑے اتار دوں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس دھمکی سے وہ عورت گھبرا گئی اور اُس نے اپنا ہاتھ اپنے سر کی طرف بڑھایا اور اپنا جوڑا کھول کر وہ خط حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ خط لے کر آنخضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچے اور خط رسول اللہ ﷺ کو پیش کر دیا۔

اُس خط کا مضمون یہ تھا۔

”رسول اللہ ﷺ تم پہ حملہ کرنے کے لیے متوجہ ہوئے ہیں اُن کے ساتھ رات کی تاریکیوں کی طرح مہیب لشکر ہیں جو کسی سیلاب کی طرح رواں دواں ہیں مگر میں اللہ

کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر اللہ کے رسول ﷺ تنہا بھی تمھاری طرف نکلتے تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد فرماتا اور اپنے وعدے کو پورا کرتا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی اپنے نبی کا مددگار اور دوست ہے"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ حاطب کو پیش کرو۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ نے وہ خط اُن کے سامنے پیش کیا اور فرمایا؛

تمھیں کس بات نے اس حرکت پہ اکسایا تھا۔

حضرت حاطب اگرچہ وہ خط دیکھ کر حیران و ششدر تھے تاہم انھوں نے حوصلہ کیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میرے بارے میں جلدی مت کیجئے نہ تو میرا ایمان کمزور ہوا ہے اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ ﷺ کے اکثر صحابہ یا تو خود خاندان قریش سے ہیں یا اُن کے رشتہ دار اور حلیف شہر مکہ میں موجود ہیں مگر میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کا تعلق نہ تو قریش ہے اور نہ ہی وہاں میرا کوئی حلیف ہے اور میرے اہل وعیال اہل مکہ کے رحم و کرم پہ ہیں اس لیے میں نے چاہا کہ قریش پہ کچھ احسان کر دوں تا کہ وہ میرے اہل وعیال کا کچھ خیال کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

حاطب تم نے سچ کہا؛

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اپنی تلوار میان سے باہر نکالے کھڑے تھے انھوں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! حاطب منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت دیں میں اِن کو قتل کر دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

عمر رضی اللہ عنہ رہنے بھی دو کیا تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں کیا فرمایا تھا کہ اہل بدر اب تم جو چاہو کرو تم پہ کوئی حرف نہیں اور حاطب بدری ہیں۔

اور آنحضرت محمد ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ سورۃ الممتحنہ کی یہ آیات اسی موقع پہ نازل کیں گئیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّیۡ وَعَدُوَّکُمۡ اَوۡلِیَآءَ تُلۡقُوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ کَفَرُوۡا بِمَا جَآءَکُمۡ مِّنَ الۡحَقِّ یُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِیَّاکُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ خَرَجۡتُمۡ جِهَادًا فِیۡ سَبِیۡلِیۡ وَابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِیۡ تُسِرُّوۡنَ اِلَیۡهِمۡ بِالۡمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعۡلَمُ بِمَاۤ اَخۡفَیۡتُمۡ وَمَاۤ اَعۡلَنۡتُمۡ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡهُ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ○ اِنۡ یَّثۡقَفُوۡکُمۡ یَکُوۡنُوۡا لَکُمۡ اَعۡدَآءً وَّیَبۡسُطُوۡۤا اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَهُمۡ وَاَلۡسِنَتَهُمۡ بِالسُّوۡٓءِ وَوَدُّوۡا لَوۡ تَکۡفُرُوۡنَ ○ لَنۡ تَنۡفَعَکُمۡ اَرۡحَامُکُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ یَفۡصِلُ بَیۡنَکُمۡ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ○“

القرآن الحیکم (سورۃ الممتحنہ ۶۰؛ آیات ۱،۳)

ترجمہ:

”اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا

جوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم اِن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسولﷺ کو اور خود تم کو صرف اس قصور پہ جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب اللہ پہ ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر اُن کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو اعلانیہ ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا ہے اُن کا رویہ تو یہ ہے کہ اگر تم پہ قابو پا جائیں تو تمہارے ساتھ دشمنی کریں اور ہاتھ اور زبان سے تمھیں آزار پہنچائیں وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ قیامت کے دن نہ تمھاری رشتہ داریاں کام آئیں گی اور نہ تمھاری اولاد اُس روز اللہ تمھارے اور اُن کے درمیان جدائی ڈال دے گا اور وہی تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

⌘⌘⌘

لشکر اسلام کی روانگی

مدینہ میں لشکر اسلام کی تیاری مکمل ہوتے ہی نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ رمضان کی دو تاریخ آٹھ ہجری [3*] کو عصر کی نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنی مسجد میں ادا کی اور اس کے بعد سوار ہو کر باہر تشریف لائے صحابہ نے آپ ﷺ کی پیروی کی اور لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابورہم غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا [4*] ازواج مطہرات میں سے حضرت اُم سلمیٰؓ اور حضرت میمونہؓ ہمراہ تھیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا بیشتر مسلمان قبائل مدینہ ہی سے آپ ﷺ کے ہمراہ نکلے تاہم جو قبائل رہ گئے تھے وہ راستے میں مسلمان لشکر کے ساتھ آکر ملتے رہے جیسا کہ بنو اسد اور بنو سلیم راستے میں لشکر اسلامی کے ساتھ شامل ہوئے مہاجرین وانصار میں سے تو کوئی ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو پیچھے رہا ہو۔ مہاجرین کی تعداد سات سو تھی جن کے پاس تین سو گھوڑے تھے اور انصار مدینہ چار ہزار تھے اور اُن کے ہمراہ پانچ سو گھوڑے اور باقی اونٹ تھے۔ اسی طرح بنو مزینہ کی تعداد ایک ہزار تھی جن میں سے سو گھڑ سوار تھے بنی سلیم کے مجاہدین کی تعداد چار سو تھی اور اُن میں تیس گھڑ سوار تھے۔

مدینہ سے روانگی کے وقت اکثر مسلمان روزے کی حالت میں تھے تاہم نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے وہ قضاء کرے۔ نبی اکرم ﷺ اپنے اس عظیم الشان لشکر کے ساتھ مکہ کی سمت رواں تھے جس کی گلیوں میں نبی اکرم

ﷺ اور مہاجرین اسلام کا بچپن اور جوانی کے آیام گزرے تھے۔انھوں نے اپنے دین کی خاطر ہجرت کی تھی مگراب جب کہ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو قوت سے نواز دیا تھا اور وہ اپنے خوابوں کے شہر کی طرف رواں تھے تب اُن کے جسموں میں ایک انجانا سا احساسِ طرب لہریں لیتا تھا۔ وہ اللہ کے گھر کی طرف رواں تھے اور نغمۂ توحید اُن کے لبوں کی زینت تھا اور دوسری طرف صحن حرم تھا جس کے دیوار و در شرک سے آلودہ تھے اور صدیوں سے اسی نغمۂ توحید کے منتظر تھے جو لشکر اسلام کی زبان پہ تھا بس اب چند دنوں کی بات تھی پھر اللہ کے اس گھر میں بھی ہمیشہ کے لیے طریق توحید مروّج ہونے کو تھا جو اس کی گھر کی اصل حقیقت تھا،اس گھر کی بنیاد تھا،اس گھر کی ضرورت تھا اس گھر کی زینت تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے پہلا پڑاؤ مدینے سے سات میل باہر ایک مقام صلصل پہ کیا جہاں سے آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کے ساتھ لشکر کے آگے روانہ کیا تا کہ وہ دشمن کی نقل و حرکت پہ نظر رکھیں اور اُن کی سرگرمیوں کی اطلاعات نبی اکرم ﷺ تک پہنچاتے رہیں۔اغلب یہ ہے بنو ہوازن کے ایک جاسوس کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے اسی لشکر نے گرفتار کیا تھا۔اگلے روز جب نبی اکرم ﷺ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملے تو انھوں نے بنو ہوازن کے اس جاسوس کو نبی اکرم ﷺ کے حوالے کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس جاسوس سے معلومات حاصل کیں۔

اُس نے بتایا کہ بنو ہوازن نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اپنے حلیف قبائل کو جمع کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بنو ہوازن کے اس شخص کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور انھیں ہدایت کی کہ یہ شخص بھاگنے نہ پائے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی خواہش کی تھی وہ قریش کو بے خبری میں جالیں اور اُن کے لشکر کی خبر مکہ یا کہیں اور نہ پہنچے۔

اگلے روز جب نبی اکرم مقام عرج پہ پہنچے جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے۔ نبی اکرم ﷺ اُس دن روزے سے تھے اور روزے کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ کبھی اپنے چہرے پہ

پانی ڈالتے اور کبھی اپنے سر پہ۔

پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے لشکر کے عین راستے میں ایک کتیا نے بچے دے رکھے ہیں اور وہ کتیا اپنے بچوں کو لشکر سے بچاتی تھی اور اپنے بچوں کو اپنے جسم کے نیچے کرتی تھی۔ نبی رحمت ﷺ اُس کتیا کی اس تکلیف سے پریشان ہو اٹھے اور اپنے ایک صحابی کو آواز دی وہ حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو ہدایت کہ تم یہاں کھڑے ہو جاؤ اور اس کتیا کے بچوں کی حفاظت کرو تا کہ انھیں مسلمانوں کے لشکر سے کوئی اذیت نہ پہنچے۔

چنانچہ حضرت جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ وہیں کھڑے رہے حتیٰ کہ اسلامی لشکر کا آخری سوار بھی وہاں سے گزر گیا۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کا یہ لشکر جب قدید کے مقام پہ پہنچا تو آپ ﷺ نے عصر کے وقت ہی روزہ افطار کیا تا کہ مجاہدین اسلام بھی اُن کی پیروی میں روزہ افطار کریں۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ قدید یا کراع الغمیم کے مقام پہ پہنچے تو دیکھا کہ صحابہ جو پیدل آ رہے تھے وہ روزے کی شدت سے بے حال تھے کچھ لوگوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کو روزے کی شدت سے آگاہ فرمایا۔تب نبی اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار رہتے ہوئے اپنے سامنے دودھ یا پانی کا ایک برتن رکھا اور روزہ افطار کیا جس میں حکمت یہ تھی کہ مسلمان جب دشمن سے نبرد آزما ہوں تو طاقتور اور توانا ہوں اور روزہ اُن کے لیے ضعف کا باعث نہ بنے۔

اکثر صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی پیروی کی تاہم کچھ صحابہ نے توقف کیا نبی اکرم ﷺ کو خبر کی گئی کہ کچھ صحابہ نے روزہ افطار نہیں کیا تو نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ غصے کے آثار نمودار ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا جنھوں نے میری پیروی نہیں کی وہ نافرمان لوگ ہیں۔

مواہب لدنیہ کے شارح علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ!

قدید کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمان لشکر میں جھنڈے تقسیم کیے۔

نبی اکرم ﷺ نے بنی سلیم کو ایک جھنڈا اعطا کیا۔

بنی غفار کو ایک جھنڈا دیا۔

بنی کعب کو ایک جھنڈا دیا۔

بنو بکر کو ایک جھنڈا دیا۔

بنی اسلم کو دو پرچم عطا فرمائے۔

بنو اشجع کو دو پرچم عطا فرمائے۔

بنو مزینہ کو تین پرچم عطا فرمائے۔

بنو جہنیہ کو چار پرچم عطا فرمائے۔

اور اِن سعادتوں کو اپنے سینے سے لگائے اُس منزل کی طرف رواں رہے جس کا اختتام خیر پہ ہوا۔

⌘⌘⌘

آخری ہجرت

لشکر اپنی منزل کی جانب رواں تھا۔تب اہل مکہ میں سے کچھ لوگوں نے قریش کی ڈوبتی کشتی سے چھلانگ لگادی تھی اور اُن کا تعلق خاص خانوادہ رسول سے تھا اس لیے یہ کہنا تو بجا نہ ہوگا کہ انھوں نے کسی ہزیمت یا شکست کے خوف سے آنحضرت محمدﷺ کی طرف ہجرت کی بلکہ حقیقت یہ تھی کہ اِن میں سے ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ کے دل تو اللہ نے بدل دیئے تھے اور وہ اپنے اندر کی آواز سے مجبور ہوکر رسول اکرمﷺ کی طرف نکلے تھے۔جب کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس کا معاملہ یہ تھا کہ اگرچہ اُنھوں نے بہت پہلے اسلام قبول کرلیا تھا تاہم وہ آنخضرت محمدﷺ کے حکم خاص کی وجہ سے مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اب انھوں نے رسول اللہﷺ کی طرف ہجرت کی تھی جب وہ جحفہ کے مقام پہ آنحضرت محمدﷺ سے ملے تو آنحضرت محمدﷺ کو اُن کے لشکر اسلام کے ساتھ آملنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا جس طرح مجھ پہ نبوت ختم ہوگئی ہے اسی طرح تجھ پہ ہجرت بھی اختتام کو پہنچی۔امام ابن کثیر اور امام حلبی کی روایات کے مطابق ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ حضرت عباس سے پہلے رسول اللہﷺ تک پہنچے۔لشکر اسلام جب مقام ابوا پہ پہنچا تو ابوسفیان بن حرث اور عبداللہ بن امیہ اچانک ہی آپﷺ کی سواری کے سامنے آپہنچے۔

نبی اکرمﷺ نے اُن سے منہ موڑ لیا۔

ابوسفیان بن حرث دوسری طرف سے آئے تب بھی آپ ﷺ نے اُن سے منہ موڑ لیا۔ابو

سفیان آپ ﷺ کے سگے تایا حضرت حارث کا بیٹا تھا جو حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ابوسفیان نے بھی حضرت حلیمہ دائی کا دودھ پیا تھا اس لیے وہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی بھی تھا۔جب نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش کو ہدایت کی دعوت دی تو ابوسفیان بن حرث آپ ﷺ کا بدترین دشمن ثابت ہوا حالانکہ وہ آپ ﷺ کے بچن کا دوست تھا اورانھوں نے بہت سا وقت اکٹھے گزارا تھا۔صورت حال یہ تھی کہ ابوسفیان بن حرث نبی اکرم ﷺ کے بغیر ایک پل نہ رہا کرتا تھا اور وہ آنحضرت محمد ﷺ کی زوجہ اُم المومنین حضرت سلمیٰ کا بھائی بھی تھا۔حرث نبی اکرم ﷺ کو مکہ میں اذیتیں دیا کرتا تھا اور گھٹیا شعروں سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔

رہا عبداللہ بن امیہ تو وہ آپ ﷺ کی پھوپھی عاتکہ کا بیٹا تھا تو وہ بھی مکہ میں آپ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شمار ہوتا تھا یہ وہی عبداللہ تھا جس نے صحن حرم میں قریش کی ایک مجلس میں نبی اکرم ﷺ سے کہا تھا اے محمد (ﷺ) میری بات سن!

خدا کی قسم اگر آپ کے لیے ایک سیڑھی لگا دی جائے جس پہ چڑھ کے آپ آسمانوں میں داخل ہو جائیں اور وہاں سے آپ کتاب لے کر اتریں اور آپ کی معیت میں چار فرشتے بھی ہوں تب بھی میں آپ پہ ایمان نہیں لاؤں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب پڑاؤ ڈال دیا تو حضرت اُم سلمیٰؓ نے ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن امیہ کی سفارش کی اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ!

اُن کو ملنے کی اجازت عطا فرمایئے آخر وہ آپ کے بھائی ہیں ایک آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اور دوسرا آپؐ کے چچا کا۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

مجھے اُن کی ضرورت نہیں۔

حضرت اُم سلمیٰؓ چپ ہو رہیں تو ابو سفیان بن حارث نے جن کے ساتھ اُن کا کمسن بیٹا بھی تھا کہا خدا کی قسم! اگر رسول اللہﷺ نے مجھے شرف ملاقات نہ بخشا تو میں اپنے بیٹے کے ساتھ صحرا کی وسعتوں میں اتر جاؤں گا جہاں موت ہمیں آلے۔ نبی اکرمﷺ کو ابو سفیان بن حارث کے اس عزم کی خبر پہنچی تو آپﷺ کا دل نرم ہو گیا اور آپﷺ نے اُن کو ملاقات کی اجازت دے دی۔ جب ابو سفیان بن حارث رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں داخل ہونے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کا بازو پکڑ لیا اور کہا! رسول اللہﷺ کی عادت ہے کہ جب کوئی شخص آپﷺ سے کوئی درخواست کرے تو آپﷺ ہمیشہ اس کا عمدہ جواب دیتے ہیں اس لیے جب تو رسول کریمﷺ کے سامنے پہنچے تو اس طرح کہنا؛

چنانچہ ابو سفیان بن حرث نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہا؛

تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ

کہ بخدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پہ فضیلت عطا فرمائی ہے اور بے شک ہم ہی خطاکار ہیں۔

نبی اکرمﷺ نے رُخ مبارک اُن کی طرف کیا اور فرمایا!

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

آج کے دن تم پہ کوئی گرفت نہیں اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف فرمائے کہ وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

القرآن الحکیم (سورۃ یوسف)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اس کے بعد انھوں نے نبی اکرمﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا اور ابو سفیان بن حارث شرم کی وجہ سے اپنا سر نہیں اٹھاتے تھے بعد میں وہ بہت ہی اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن امیہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین اسلام پہ استقامت عطا فرمائی۔

اہل عرب کی فصاحت و بلاغت پہ سیرۃ المزملؐ میں سیر حاصل مباحث گزر چکے ہیں اور جیسا کہ بیان کیا گیا کہ حضرت ابوسفیان بن حارثؓ شاعر تھے اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف شعر کہتے رہتے تھے مگر جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو وہیں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے بیٹھے کچھ اشعار کہے۔

جنھیں ہم علامہ سہیلی کی کتاب "**الروض الانف**" سے تحریر کررہے ہیں۔

لَعَمْرُكَ أَنّيْ يَوْمَ أَحْمِلُ رَايَةً
لِتَغْلِبَ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلُ مُحَمَّدِ

تیری زندگی کی قسم! جس روز میں جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا تاکہ لات کے گھوڑے حضرت محمد ﷺ پہ غالب آجائیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَكَالْمُدْلِجِ الْحَيْرَانِ اَظْلَمَ لَيْلُهٗ
فَهٰذَا اَوَانِیْ حِيْنَ اُهْدٰی وَ اهْتَدِیْ

تب میں اُس حیران و پریشان آدمی کی طرح تھا جس کی رات تاریک ہوگئی ہو اور اب مجھے ہدایت دی گئی تو میں ہدایت یافتہ ہوگیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

هَدَانِیْ هَادٍ غَیْرُ نَفْسِیْ وَنَالَنِیْ
مَعَ اللّٰہِ مَنْ طَرَّدْتُ کُلَّ مُطَرَّدٖ

مجھے ایک راہنما نے ہدایت دی نہ کہ میرے نفس نے اور مجھے اُس نے اللہ تک پہنچا دیا جس سے میں ہر وقت مقابلہ کرتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَصُدُّ وَ اَنْاٰئُ جَاهِدًا عَنْ مُحَمَّدٍ
وَ اُدْعٰی وَاِنْ لَّمْ اَنْتَسِبْ مِنْ مُحَمَّدٍ

میں اُن سے مقابلہ کرتا اور پیچھے ہٹ آتا وہ میرے رشتے دار تھے مگر میں اس بات کو چھپاتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

هُمْ مَّا هُمْ مَنْ لَّمْ یَقُلْ بِهَواهُمْ
وَاِنْ کَانَ ذَا رَأیٍ یُلَمْ یُفَنَّدٖ

اُن کی شان بہت بلند ہے وہ خواہش نفس سے بات نہیں کرتے کہ ایسا کرنے والے پہ تو ملامت کی جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اُرِیْدُ اُرْضِیَهُمْ وَ لَسْتُ بِلَائِطٍ
مَعَ الْقَوْمِ مَا لَمْ اُهْدَ فِیْ کُلِّ مَقْعَدٍ

میں انھیں راضی کرنا چاہتا ہوں اور اپنی قوم کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں حتیٰ کہ میری راہنمائی سیدھے راستے کی طرف کی جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَقُلْ لِثَقِیْفٍ لَا اُرِیْدُ قِتَالَهَا
وَ قُلْ لِثَقِیْفٍ تِلْكَ غَیْرِیَ اَوْعِدِیْ

ثقیف سے کہہ دو اب میں اُن کے ساتھ مل کے قتال نہیں کرنا چاہتا اور وہ میرے سوا کسی اور کو دھمکیاں دیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَمَا کُنْتُ فِی الْجَیْشِ الَّذِیْ نَالَ عَامِرًا
وَمَا کَانَ عَنْ جَرًّا لِسَانِیْ وَلَا یَدِیْ

میں اُس لشکر میں نہ تھا جس نے عامر کو قتل کیا تھا اور نہ ہی وہ لشکر میری زبان اور میرے ہاتھ سے لایا گیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَبَائِلُ جَاءَتْ مِنْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ
نَزَائِعُ جَاءَتْ مِنْ سِهَامٍ وَسَرْدُدٍ

یہ وہ قبائل تھے جو دور دراز سے کھینچ کر لائے جاتے تھے وہ قبائل سہام اور سرود سے لائے گئے تھے۔ [*5]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مہر الظہران میں پڑاؤ

حضرت عباسؓ اپنے بال بچوں اور مال و اسباب کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔وہ رسول اکرم ﷺ کے حکم خاص کے تحت مکہ میں رکے ہوئے تھے اور جب بارگاہ رسالت سے اجازت ملی تب انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔مکہ میں وہ لوگوں پہ نگاہ رکھتے تھے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف اہل قریش کی سازشوں پہ نظر رکھتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کو اس سے آگاہ فرماتے تھے۔اہل قریش اُن کے اسلام سے ناواقف تھے بیان کیا گیا بدر احد اور خندق کے موقعوں پہ حضرت عباس ہی نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کرتے رہے کہ قریش اتنی تعداد میں مکہ سے نکلے ہیں اور اُن کی منزل مدینہ ہے۔جحفہ کے مقام پر جب اُن کی ملاقات آنحضرت محمد ﷺ سے ہوئی تو انھوں نے اپنے بیوی بچوں کو مدینہ روانہ کر دیا اور خود لشکر اسلام کے ہمراہ ہو گئے۔[6*] حضرت عباس لشکر اسلام کی شان دیکھ رہے تھے اور اُن کے دل میں اہل قریش کا دکھ تھا۔حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ جب مسلمان لشکر نے مہر الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا تو میں رسول اکرم ﷺ کے خچر پہ سوار ہو کے نکلا، میری خواہش تھی کہ مجھے مکہ کی طرف جاتا کوئی چرواہا، کوئی لکڑہارا یا دودھ والا کوئی سوار مل جائے تا کہ میں اہل قریش کو آگاہ کر سکوں کہ جو لشکر رسول اللہ ﷺ لے کر تمھارے سروں پہ آپہنچے ہیں تم میں اس کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے سے قبل ہی وہ یہاں آکر امان حاصل کر لیں۔کیونکہ میں جانتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ طاقت کے زور پہ مکہ میں داخل ہوئے تو قریش تباہ ہو جائیں گے۔پھر

میں نے دور سے تین سواروں کو دیکھا اور قریب جانے پہ میں نے اُن کی آوازوں سے اُن پہچان لیا کہ وہ قریش کا سردار ابواسفیان تھا اس کے ساتھ بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام تھے۔ دراصل صلح حدیبیہ کے خاتمہ کے ساتھ ہی قریش اس خدشے کا شکار تھے کہ آنخضرت محمدﷺ بنو خزاعہ کے خون کو کسی صورت نہ بھولیں گے اور وہ یقیناً مکہ پہ حملہ کریں گے۔اہل قریش کے دل میں چور تھا اور ابوسفیان گاہے بگاہے مکہ سے باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لیتا رہتا تھا اُس روز بھی وہ اسی مہم پہ تھا جب اُس نے میلوں پھیلی اُس آگ کو دیکھا جو مسلمانوں نے روشن کی تھی۔یہ بیس سال پہلے کی بات ہے جب ایک اجلی صبح کو رسول اللہﷺ نے قریش کو شہر مکہ میں جمع کیا تھا اور کہا اگر میں تم سے کہوں کہ اِس پہاڑ کے اُس طرف ایک لشکر ہے جو تم پہ حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو تم میری بات پہ یقین کرو گے۔لوگوں نے جواب دیا تھا ’ہاں! کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا!

تب نبی اکرمﷺ نے لوگوں سے کہا!

اللہ ایک ہے اُس پہ ایمان لے آؤ اور میں اُس کا رسول ہوں میری اطاعت کرو تو لوگوں نے انکار کر دیا تھا۔مگر چونکہ رسول اللہﷺ کی زبان سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہ نکلا تھا جو پورا نہ ہوا ہو اس لیے وہ لشکر آج شہر مکہ کے باہر اُسی پہاڑ سے جھانک رہا تھا جس کی طرف رسول اللہﷺ نے بیس سال قبل اشارہ کیا تھا۔نبی اکرمﷺ نے مہر الظہر ان میں پڑاؤ ڈالا تو صحابہ سے کہا ہر شخص الگ سے اپنی آگ جلائے۔چنانچہ مہر الظہر ان میں دور دور تک آگ ہی آگ دکھائی دیتی تھی اور ابوسفیان اپنے ساتھیوں سمیت ششدر تھا کہ یہ کون سا لشکر ہے جو شہر مکہ پہ

چڑھ دوڑا ہے۔

حکیم ابن حزام نے کہا؛

غالباً یہ بنوخزاعہ ہیں جنھیں بنوبکر کے ظلم نے اکٹھا کر دیا ہے۔

مگر بدیل بن ورقہ نے فوراً ہی اس بات کو رد کر دیا چونکہ وہ خود بنوخزاعہ سے تھا اس لیے اپنے

قبیلے کی طاقت سے بخوبی واقف تھا اس نے کہا' بخدا ابنو خزاعہ کبھی بھی اس قدر طاقت حاصل نہیں کر سکتے اور نہ اُن کے پاس اتنی تعداد میں مردانِ حرب ہیں۔قریش کے یہ تینوں سردار یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ انھوں نے حضرت عباسؓ کی آواز سنی۔حضرت عباسؓ نے انھیں اراک کے مقام پہ پایا تھا۔حضرت عباسؓ ابوسفیان کے دوست تھے اس لیے انھوں نے دور سے اس کو پکارا اور کہا' اے ابوحنظلہ! ابوسفیان نے فوراً ہی حضرت عباسؓ کی آواز پہچان لی اور کہا لبیک یا ابی الفضل! میرے ماں باپ تم پہ قربان ہوں۔

ابوسفیان اُن کے نزدیک پہنچے اور کہا؛

ابوسفیان یہ رسول اللہﷺ ہیں جو ایک لشکر جرار لے کے آئے ہیں۔

ابوسفیان کے منہ سے نکلا!

ہائے! قریش کی صبح۔

قریش تو تباہ ہو گئے۔ابوسفیان نے کہا؛

پھر اپنا چہرہ حضرت عباسؓ کی طرف کیا اور کہا؛

اب تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ؟

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا فوراً میرے ساتھ اس خچر پہ سوار ہو جاؤ کیونکہ اگر مسلمانوں نے تمھیں دیکھ لیا تو تمھاری گردن مار دیں گے میں تمھیں رسول اللہﷺ کے پاس لے چلتا ہوں اور تمھارے لیے امان طلب کرتا ہوں۔

ابوسفیان اچھل کر حضرت عباسؓ کے پیچھے سوار ہو گئے اُن کے دونوں ساتھی پیدل ہی اُن کے پیچھے روانہ ہو گئے۔حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے پیچھے بٹھائے لشکر اسلام کے بیچ میں سے گزرنے لگے لوگ انھیں دیکھتے اور رسول اللہﷺ کا خچر دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتے اور کہتے یہ تو رسول اللہﷺ کا خچر ہے جس پہ اُن کے چچا سوار ہیں۔رات کے ملگجے اندھیرے میں جب وہ حضرت عمرؓ کے خیمے کے سامنے سے گزرے تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کے دیکھا اور پہلی ہی

نظر میں ابوسفیان کو پہچان گئے۔ وہ اپنے خیمے کی طرف تلوار اٹھانے کے لیے دوڑے وہ کہہ رہے تھے اللہ کا شکر ہے جو یہ دشمن اسلام ہمارے ہاتھ بغیر کسی معاہدے کے آگیا ہے۔ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے حضرت عباسؓ کے خچر کے پیچھے دوڑ رہے تھے اور حضرت عباسؓ رسول اللہ ﷺ کے خچر کو تیز دوڑاتے ہوئے حضرت عمرؓ سے چند ہی لمحے پہلے رسول اکرم ﷺ کے خیمے پاس پہنچے اور ابوسفیان سمیت رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں داخل ہو گئے اور ابھی وہ اپنی زبان سے کچھ کہنے بھی نہ پائے تھے کہ حضرت عمرؓ ننگی تلوار لیے اُن کے سر پہ آ کھڑے ہوئے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ دشمن اسلام ابوسفیان ہے اور اللہ نے اسے بغیر کسی عہد کے ہماری دسترس میں دے دیا ہے کیوں نہ میں اس کی گردن ماردوں۔

مگر یارسول اللہ ﷺ! میں اسے پناہ دے چکا ہوں۔

حضرت عباسؓ نے کہا؛

حضرت عمرؓ نے پھر ابوسفیان کے قتل پہ اصرار کیا۔

حضرت عباس آگے بڑھے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کا سر اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا! بخدا! آج کی رات میرے سوا کوئی رسول اللہ ﷺ سے سرگوشی نہ کر سکے گا۔

حضرت عمرؓ نے پھر نبی اکرم ﷺ سے ابوسفیان کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔

حضرت عباس نے کہا! عمر اتنی تیزی میں کیوں ہو۔

خدا کی قسم! اگر یہ شخص بنوعدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل میں کبھی اتنی سرگرمی نہ دکھاتے مگر چونکہ تم جانتے ہو کہ ابوسفیان بنوعبد مناف سے ہے اس لیے تم اسے عجلت میں قتل کر دینا چاہتے ہو۔

حضرت عمر نے کہا! ٹھہرو عباسؓ۔

خدا کی قسم جس روز تم مسلمان ہوئے تو تمھارا اسلام میرے نزدیک اپنے باپ خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ عزیز تھا اگر وہ اسلام قبول کرتے اور میں ایسا صرف اس لیے سمجھتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تمھارا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب

ہے اگر وہ اسلام قبول کرتے۔

آنحضرت محمدﷺ نے حضرت عمر کو ابوسفیان کے قتل سے روک دیا کیونکہ وہ حضرت عباس کی پناہ میں تھے اور رسول اللہﷺ کے چچا کی پناہ کوئی معمولی پناہ نہ تھی۔

امام حلبی لکھتے ہیں کہ!

تھوڑی دیر بعد ابوسفیان کے ساتھی بھی نبی اکرمﷺ کے خیمے میں پہنچ گئے اور یہ سب لوگ رات گئے تک رسول اللہﷺ کے خیمے میں ہی رہے۔

نبی اکرمﷺ دیر تک اُن سے باتیں کرتے رہے اور اُن سے اہل مکہ کا احوال دریافت کرتے رہے۔ نبی اکرمﷺ نے قریش کے اِن اہم سرداروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے بدیل بن ورقہ اور حکیم بن حزام نے قبول کرلیا مگر ابوسفیان نے توقف کیا؛

کتاب اسد الغابہ میں یونہی لکھا ہے اور یہ بیان اصل کتاب عیون الاثر کے مطابق ہے۔ اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے اِن صحابہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت عباس کے خیمے میں چلے جائیں۔ صبح کا اجالا ابھی پھیلا نہ تھا کہ ابوسفیان نے دیکھا کہ ہر طرف ہلچل مچ گئی ہے اور لوگ ایک سمت کو بھاگنا شروع ہو گئے ہیں۔ وہ ڈر گیا اور بھاگ کر حضرت عباسؓ کے پاس پہنچا اور کہا؛

یہ سب کیا ہے کیا رسول اللہﷺ نے قریش کے بارے میں کوئی نیا حکم دیا ہے۔

حضرت عباس مسکرا دیئے اور کہا؛

نہیں بلکہ لوگ نماز کے لیے جا رہے ہیں۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ نبی اکرمﷺ نے وضو کیا اور صحابہ وضو سے بچے پانی پہ دیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے وہ پانی کا ایک قطرہ تک نیچے زمین پہ گرنے نہ دیتے تھے اور اسے حاصل کر کے اپنے جسم پہ مل لیتے تھے۔ اس کے بعد لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رسول اللہﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

ابوسفیان نے یہ سارا منظر غور سے دیکھا اور کہا؛

بخدا! میں نے اپنی زندگی میں اِن جیسا بادشاہ نہیں دیکھا ایسا رتبہ تو نہ کسرائے فارس کا ہے نہ

قیصر روم کا اور نہ ہی بنو اصفر کا کوئی بادشاہ اس رتبے کو پہنچا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہو کر اپنے خیمے میں گئے تو حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا! میرے ساتھ چلو اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کی بات کرو۔

چنانچہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان سے فرمایا؛

یا ابا الحنظلہ! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم اس حقیقت کو تسلیم کرو کہ اللہ ایک ہی ہے اور اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟

ابوسفیان نے جواب دیا؛

میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں آپ کی شان عفو کس قدر بلند ہے اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ہمارے کچھ کام نہ آیا ہوتا۔ ہم کتنے ہی میدانوں میں اپنے جھوٹے خداؤں کے سہارے نکلے مگر ناکامی ہمیشہ ہمارا مقدر بنی رہی۔

نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا؛

یا ابا الحنظلہ! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تو جانے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ابوسفیان بولا! میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں آپ کی شان عفو کس قدر بلند ہے اس بارے میں میرے دل میں ابھی کچھ شبہ ہے۔

حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے ابوسفیان کو جھڑکا اور کہا؛

تیرا خانہ خراب ہو محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کر لے قبل اس سے کہ تیری گردن اڑا دی جائے۔

تب ابوسفیان نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عباسؓ نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان تفاخر کو پسند کرنے والا شخص ہے اس کو کوئی اعزاز عطا فرما دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اُس کو امان ہے۔

مگر میرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے۔

حضرت ابوسفیان اپنی قوم کے بارے میں فکرمند تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو حرم میں پناہ لے لے اُسے بھی امان ہے۔

ابوسفیان اب بھی متردد تھے اُنھوں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ ! آپ کی قوم بہت ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو اپنے گھر کا دروازہ بلند کر لے اُسے بھی امان ہے۔

حضرت ابوسفیانؓ خوش ہو گئے اور انھوں نے کہا؛

بے شک اس میں بہت وسعت ہے۔

اور مسلمان لشکر مکہ پہ حملہ آور ہونے کے لیے اپنی صفیں سیدھی کرنے لگا۔

⌘⌘⌘

شرف بطحا کی بحالی

شہر مکہ کا شرف اللہ کا گھر تھا اور اللہ کے گھر کا شرف صدائے توحید تھی مگر کئی صدیاں گزریں جب عربوں کی جہالت نے اللہ کے گھر سے توحید کی اِن صداؤں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔عرب حضرت ابراہیمؑ سے محبت تو کرتے تھے مگر وہ حضرت ابراہیمؑ کے پیغام توحید کو بھلا چکے تھے۔انھوں نے بیت اللہ میں لکڑی اور پتھر کے جھوٹے خداؤں کو نصب کیا اور اُن کی پوجا شروع کردی تھی۔وہ دین توحید سے منہ موڑ چکے تھے اور عقائدی جہالت کی انتہا پہ تھے جب اللہ تعالیٰ نے اُن پہ ایک اور کرم کیا اور نبی اکرم ﷺ کو شہر مکہ میں اُن کی اصلاح کے لیے مبعوث کیا۔مگر انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا انکار کیا اور نبی اکرم ﷺ کے خلاف صف آراء ہو گئے۔تاہم ہمیشہ سے اللہ کی سنت یہی رہی ہے کہ اُس نے اپنے انبیاء رسل کو اُن کی قوم کے خلاف غلبہ عطا فرمایا ہے۔چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ بھی غالب رہے اور بیس سال کی شدید مخالفت کے بعد اب اُن کی قوم کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھر کے دروازے بند کیے بے بسی سے اللہ کے رسول مکرم کو اس محترم شہر میں داخل ہوتا دیکھ رہی تھی اور کسی نفس کی مجال نہ تھی کہ آنکھیں بھی اٹھا کر دیکھتا۔اُن کے جھوٹے خدا شہر مکہ کی گلیوں میں اسلامی لشکر کے پاؤں تلے روندے جا رہے تھے مگر شاید اب رسول اللہ ﷺ کی قوم کو بھی اِن کے ساتھ کوئی زیادہ وابستگی نہ رہی تھی اس لیے کہ اُن کے دل تو سرنگوں ہو چکے تھے صرف جسم سرنگوں ہونے باقی تھے جو لمحوں کی بات تھی اور جب نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش سے کہا کہ آج تم سے کوئی انتقام نہیں لیا

جائے۔ جاؤتم سب آزاد ہوتو اُن کے جسم بھی سرنگوں ہو گئے اور یہ سب کچھ اللہ کی منشا کے مطابق تھا اور رسول اکرم ﷺ کی انتھک اور لازوال جہد وسعی کا نتیجہ تھا کہ آج لوگوں کے دل اُن کی محبت سے معمور تھے۔

یوم فتح مکہ کے متعلق تفصیلات فراہم کرتے ہوئے مورخین نے لکھا کہ!

مسلمانوں کے لشکر نے مہر الظہر ان سے پڑاؤ اٹھایا اور اُن کی منزل صدیوں سے مقدس شہر مکہ تھی۔

مقام ذی طویٰ پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر کو رکنے کا حکم دیا۔

نبی اکرم ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے ایک سیاہ یمنی چادر سے عمامہ باندھ رکھا تھا۔ذی طویٰ کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو مختلف حصوں میں منقسم کیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہوں۔

اسلامی لشکر کی ترتیب یہ تھی۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقدمہ الجیش کا قائد مقرر کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے کوہ ہند سے گزرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔

میمنہ کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپرد کی اور انھیں ہدایت کہ وہ جنوب کی طرف سے شہر میں داخل ہوں۔

میسرہ کی قیادت حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ذمے تھی اور انھیں حکم ملا کہ وہ مغرب کی جانب سے شہر میں داخل ہوں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ وادیٔ کے کنارے پہ کھڑے تھے اور لشکر اسلام کو گزرتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

ابوسفیان ہر گزرتے ہوئے قافلے کو غور سے دیکھتا اور اُس کی حیرت اور خوف میں اضافہ ہو جاتا۔

سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنی سلیم کو لے گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ بنو سلیم ہیں۔

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ آئے اور اُن کے ہمراہ پانچ سو عرب جوان تھے جن میں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابوسفیان نے پوچھا' تمھارا بھتیجا زبیر؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

اس کے بعد بنی غفار کا گروہ اپنے پرچم کو لہراتے ہوئے گزرا تو ابوسفیان نے پھر پوچھا یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا! یہ بنی غفار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! خیر مجھے اِن سے کیا۔

پھر بنی اسلم کا گروہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

جواب آیا بنی غفار ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! مجھے اِن سے کوئی غرض نہیں۔

بنی غفار کے بعد بنی اسلم گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

جواب آیا یہ بنی اسلم ہیں۔

ابوسفیان نے کہا! مجھے اِن سے کوئی غرض نہیں۔

پھر بنی کعب گزرے، پھر بنی مزینہ گزرے، پھر بنی جہنیہ گزرے، پھر بنی کنانہ گزرے اور ہر

گزرتا قافلہ ابوسفیان کے اندیشوں کو بڑھاوا دیتا تھا۔

پھر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ گزرے۔

ابوسفیان نے پوچھا' یہ کون ہیں؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ انصار مدینہ ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ سردار قریش ابوسفیان کھڑا تھا تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ اَلْیَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَۃُ اَلْیَوْمَ أَذَلَّ اللّٰہُ قُرَیْشًا!

آج کا دن قتل و غارت کا دن ہے آج حرم میں خونریزی کی جائے گی آج کے دن اللہ تعالیٰ قریش کو ذلیل کر دے گا۔

پھر بنو اشجع اپنے جھنڈوں کو لہراتے ہوئے گزرے تو ابوسفیان نے ایک بار پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یہ بنو اشجع ہیں۔

تو ابوسفیان کے لبوں سے ایک آہ برآمد ہوئی اور اُس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ایک وقت تھا بنی اشجع سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے دشمن تھے۔

ابوسفیان نے جواب دیا؛

مگر پھر اللہ نے اُن کے دل بدل دیئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا؛

مسلمان لشکر کے قافلوں کو گزرتے کافی دیر ہو چکی تھی اور حضرت ابوسفیان اب اکتانے لگے تھے آخر اُنہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھ ہی لیا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں رہ گئے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جب تم اُن کے لشکر کو دیکھو گے تو تمھارے ہوش اُڑ جائیں

گے اُن کے لشکر میں اتنا لوہا ہے جس کی پہاڑ بھی تاب نہ لا سکیں۔

مسلمانوں کے قافلے گزرتے رہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسفیان سے کہا؛

ابوسفیان یہ اللہ کا احسان ہے اور اُس کا فضل ہے جو اُس نے لوگوں کے دل بدل دیئے ہیں اور اُن کو ہدایت عطا کی ہے۔ آخر نبی اکرم ﷺ کا دستہ سامنے آیا اور وہ سبز پوش تھے وہ سب کے سب لوہے میں غرق تھے اور اُن کی صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار تھے اور اُن کے دائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور بائیں جانب حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تھے۔ اسلامی لشکر بڑی شان وشوکت کے ساتھ رواں تھا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات کہ اب قریش کو قتل کیا جائے گا بہت سے لوگوں نے سنی ۔ چنانچہ ایک قریشی عورت نے رسول اکرم ﷺ کے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور اُن سے امان طلب کرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ارادے کی اطلاع دی۔

علامہ ابن کثیر نے لکھا کہ اس موقع پہ اُس قریشی عورت نے یہ اشعار کہے تھے

يا نبی الهدی اليک جا حیُّ

قريش ولات حين لجاء

اے اللہ کے رسول! قبیلہ قریش نے آپ ﷺ کی پناہ پکڑ لی ہے اُن کے پاس کسی اور پناہ کا وقت نہیں رہا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حين ضاقت عَليهم سعة الأرض

وعاد اهم آله السماء

اُن پہ زمین وآسمان کی وسعتیں تنگ ہوگئیں اور اللہ نے اُن سے بُغض کا اظہار کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

والتقت حلقتا البطان على القوم

ونودوا بالصيلم الصلعاء

آپ ﷺ کی قوم پہ سخت کڑا وقت آپڑا ہے اور وہ ایک سخت آفت کے لیے پکارے گئے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

إن سعدًا يَيد قاصمة الظهر

بأهل الحجون والبطحاء

سعد بن عبادہ کا ارادہ ہے کہ وہ اہل حجون اور اہل بطحا پہ کمر توڑ مصیبت لائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

خزرجی لو یستطیع من الغیظ

رمانا بالستر والعواء

اُس خزرجی کا غصہ کہیں ہمیں گرگسوں اور درندوں کی خوراک ہی نہ بنادے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فانھینہ فانہ الاسد الاسود

واللیث والغ فی الدماء

آپ ﷺ سے درخواست ہے کہ اُسے روک دیں وہ شیروں کا شیر ہے اور بہت خونخوار ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فلئن أقحم اللحواء ونادی

یا حماۃ اللواء أھل اللواء

اگر وہ علم لے کر ہمارے گھروں میں گھس گیا اور اُس نے اپنے ساتھیوں کو پکارا تو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لتکونن بالبطاح قریش

بقعة القاع فی أكف الاماء

یارسول اللہ ﷺ! ایسا نہ ہو کہ قریش اپنی لونڈیوں کے سامنے ہی ذلیل وخوار ہو جائیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

إنه مصلت يريد لها الرأى

صموت كالحية الصماء

وہ کسی برہنہ تلوار کی طرح ہے اور وہ کسی زہریلے سانپ کی طرح خاموش ہے۔ [7*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت کی فریاد سنی تو اِس سے فرمایا؛

سعد نے غلط کہا؛

"كَذَبَ سَعْدٌ يَا اَبَا سُفيَانَ اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ اَلْيَوْمُ يَوْمٌ يَعْظِّمُ اللّٰهُ فِيْهِ الْكَعْبَةَ اَلْيَوْمُ يَوْمٌ تُكْسٰى فِيهِ الْكَعْبَةُ اَلْيَومَمٌ أَعَزَّاللّٰهُ فِيْهِ قُرَيْشًا۔

آج تو رحمت کا دن ہے۔آج کا دن وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کی عظمت کو ظاہر کرے گا۔آج کا وہ دن ہے جس روز کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔آج کا دن وہ دن

ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کی عزت کو چار چاند لگائے گا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سعد رضی اللہ عنہ سے پرچم لے لو اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پرچم لے لیا گیا اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا گیا اور قیس بن سعد حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کے بیٹے تھے۔ دوسری طرف حضرت ابو سفیان اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ وادی کے کنارے پہ کھڑے اسلامی لشکر کو گزرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

اور حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔

انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا؛

اے عباس تمھارے بھتیجے کی بادشاہت تو بہت مستحکم ہو گئی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسکرائے اور کہا؛

یا اباحنظلہ! یہ بادشاہت نہیں نبوت ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق جو امام حلبی نے اُم السیر میں تحریر کی ہے کہ!

ابو سفیان نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا؛

یا ابا الفضل! مجھے تو ڈر ہے مکہ کے پہاڑ بھی تیرے بھتیجے کے ساتھ ہی نہ چل پڑیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابو سفیان کو جھڑکا اور کہا؛

اب اِن باتوں کا وقت نہیں جاؤ اور اپنی قوم کی فکر کرو۔ چنانچہ ابو سفیان وہاں سے بھاگتا ہوا شہر مکہ میں اترا اور زور زور سے پکارنے لگا۔

لوگو! اپنے گھروں میں چھپ جاؤ تمھیں امان حاصل ہو گا۔

لوگو! جو میرے گھر میں گھس جائے اسے بھی امان ہے اور جو بیت اللہ میں پناہ لے اُس بھی امان

ہے۔

اے گروہ قریش! محمد جن لشکروں کے ساتھ تمھارے اس شہر میں اترنے والے ہیں اُن سے مقابلے کی تم میں سکت نہیں اس لیے اپنی جانیں بچاؤ اور اپنے گھروں میں گھس جاؤ۔ اہل قریش کو اپنے سردار کا یہ مشورہ انتہائی برا لگا اور وہ اُس کے گلے پڑنے لگے سب سے پہلے اُس کی بیوی ہند بنت عتبہ نے شور مچایا اور کہا؛

اس بڈھے کو قتل کر دو یہ کبھی اپنی قوم کے پاس خیر کی خبر لے کے نہیں آیا۔

اے آل غالب اٹھو اور دشمن سے مقابلہ کرو۔

ابوسفیان نے کہا!؛

لوگو! اس عورت کی زبان میں نہ آنا ورنہ جان سے جاؤ گے۔ چنانچہ قریش نے ابوسفیان ہی کے حکم کو ترجیح دی اور اکثر لوگوں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کچھ لوگوں نے حرم میں پناہ حاصل کی۔ نبی اکرم ﷺ اذاخر کے مقام پہ تھے اور لشکر اسلام کے دستوں کو شہر مکہ میں داخل ہوتا دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ کے لشکر بغیر کسی مزاحمت کے شہر مکہ میں داخل ہو گئے جب کہ قریش کے ایک گروہ نے جس میں صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل شامل تھے نے خندمہ کے مقام پہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا راستہ روک لیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عکرمہ بن ابی جہل سے کہا؛

تم ہمارا راستہ نہیں روک سکتے کیوں اپنے آدمیوں کو مرواتے ہو۔

مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اس نصیحت کے جواب میں قریش اور بنو ہذیل کے جوانوں نے لشکر اسلام پہ تیز اندازی شروع کر دی۔

تب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں للکارا اور اپنی تلوار کو بے نیام کر لیا اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی اسلامی لشکر نے اہل قریش کو اپنی تلواروں کی نوک پہ رکھ لیا قریش زیادہ دیر تک

مقابلہ نہ کر سکے اور اٹھائیس لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

اُن بھاگ نکلنے والوں میں جماش بن قیس بھی تھا۔

جماش بن قیس کا تعلق بنو بکر سے تھا اور جنگ سے پہلے جب وہ اپنی تلواروں کو تیز کر رہا تھا تو اُس کی بیوی نے پوچھا؟

کس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہو۔

جماش بن قیس نے کہا؛

میں مسلمانوں سے جنگ کی تیاری کر رہا ہوں تم فکر نہ کرو جب میں لوٹ کر آؤں گا تو تمھارے لیے ایک غلام بھی ساتھ لاؤں گا۔

مگر جب اُس نے سیف اللہ کا جلوہ دیکھا تو قریش سے بھی پہلے میدان چھوڑ کر بھاگا اور اپنے گھر میں داخل ہو کر اپنی بیوی سے کہا؛

جلدی سے دروازہ بند کر لو ورنہ وہ آ جائیں گے۔

اُس کی بیوی نے کہا! مگر میرا وہ غلام کہاں ہے جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔حماس بن قیس نے اپنی بیوی کے اس طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ اشعار کہے جنھیں ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا۔

اِنَّکَ لَوْ شَهِدْتِ يَوْمَ الْخَنْدَمَةِ
اِذْ فَرَّ صَفْوَانُ وَ فَرَّ عِكْرِمَه

اگر تو خندمہ کی جنگ میں حاضر ہوتی تو دیکھتی کہ قریش کے شاہسوار صفوان اور عکرمہ کیسے بھاگے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَبُوْ يَزِيْدَ قَائِمٌ كَالْمُؤْتَمَةِ
وَاسْتَقْبَلَتْهُمْ بِالسُّيُوْفِ الْمُسْلِمَةِ

اورابو یزید موت کی طرح کھڑا رہا میں نے اِن کا سامنا مسلم تلواروں سے کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لِيَقْطَعْنَ كُلَّ سَاعِدٍ وَ جُمْجُمَةِ
ضَرْبًا فَلَا يُسْمَعُ اِلَّا غَمْغَمَةٌ

جو ہر کلائی اور کھوپڑی کو کاٹ رہی تھی اور وہاں خلط ملط آوازوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَهُمْ نَهِيْتٌ خَلْفَنَا وَ هَمْهَمَةٌ
لَمْ تَنْطَقِ فِي اللَّوْمِ اَدْنٰى كَلِمَةٍ

اور ہمارے پیچھے اُن کے سینے کی غیر واضح آوازیں تھیں اگر تو دیکھتی تو ملامت کا ایک لفظ نہ کہتی۔ [*8]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

خندمہ کے مقام سے قریش بھاگ اٹھے اس معرکے میں دو مسلمان بھی شہید ہوئے۔ جن میں حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جن کا تعلق بنو محارب سے تھا اور ایک اور صحابی حضرت خنیس بن خالد رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے جو بنی منقذ کے حلیف تھے۔

امام سہیلی نے لکھا کہ!

یہ مسلمان اُس وقت شہید نہ ہوئے تھے جب خندمہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور قریش مکہ کا تصادم ہوا تھا بلکہ یہ اُن سے الگ شہید کیے گئے اگر چہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کے دستہ میں شامل تھے لیکن وہ لشکر سے الگ ہو گئے تھے اور لشکر کے راستے سے ہٹ کر ایک دوسرے راستے پہ تھے جب قریش کا ایک پورا گروہ اُن پہ ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے استدلال کے استحکام کے لیے امام سہیلی نے حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ کے وہ اشعار پیش کیے ہیں جو انھوں نے اس معرکہ میں کہے تھے۔

امام سہیلی نے بیان کیا کہ!

کفار قریش کے اچانک حملے سے حضرت خنیس بن خالد رضی اللہ عنہ گرے تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اُن کو اپنے پاؤں کے بیچ کر لیا۔ وہ اُن کا دفاع کرتے رہے اور کفار قریش کی تلواروں کے وار سہتے رہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

اور شہادت کے وقت اُن کے لبوں پہ یہ اشعار تھے۔

قَد عَلِمَت صَفُرَاءُ مِنْ بَنِ فَهرِ
نَقِيَّةُ الْوَجهِ نَقِيَّةُ الصَّدْرِ
لَا ضرِبَنَّ الْيَوْمَ عَنْ اَبِىْ صَخرِ

تحقیق جان چکے بنو فہر کے زرد رنگ، صاف چہروں اور سینے والوں کو کہ میں آج کے دن ابو صخر کی طرف سے کیسی تلوار چلاتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ابن اسحٰق نے کہا کہ اُس روز تین مسلمان شہید ہوئے تھے اور تیسرے شہید حضرت سلمہ بن میلا رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ بلندی پہ تھے وہ اذاخر کی چوٹی سے مسلمانوں کے لشکروں کو دیکھ رہے تھے انھیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر سے تلواروں کی چمک دکھائی دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں نے تو اِن سے کہا تھا اپنی تلواروں کو نیام میں رکھنا۔

مسلمانوں نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ یارسول اللہ ﷺ قریش کے ایک گروہ نے خود حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر پہ حملہ کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو اللہ کا فیصلہ ہے وہی بہتر ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے آنے والا لشکر بھی بھاگ چکا تھا اور دیگر اسلامی لشکر اُن سے پہلے ہی مکہ میں داخل ہو چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ابھی تک اذاخر کی بلندی پہ تشریف فرما تھے وہیں حیف بنی کنانہ پہ اُن کا خیمہ نصب کیا گیا۔

اور یہ وہی جگہ تھی جہاں آج سے بہت سال پہلے قریش نے مسلمانوں سے مقاطعہ کا فیصلہ کیا تھا اور تین سال تک مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا تھا۔

اور آج وہی قریش تھے جن کو سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں مل رہی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے خیموں کے نصب ہونے کے بعد وضو کیا اور نماز ادا کی۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ!

نبی اکرم ﷺ نے یہ نماز اُم ہانی کے گھر میں ادا کی اکثر مورخین کا خیال ہے کہ یہ نماز اشراق تھی۔ تاہم حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ نماز فتح تھی جس میں متصل آٹھ رکعتیں ہوتیں ہیں اور یہ نماز صرف لشکر کے سردار پہ واجب ہوتی ہے باقی لوگ اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

ابن اسحٰق نے کہا کہ بعد میں بھی مسلمان فاتحین یہ نماز ادا کرتے رہے ہیں چنانچہ حضرت سعد

بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کو فتح کیا تو کسریٰ شاہ فارس کے محل میں داخل ہو کے نماز فتح کی یہ آٹھ رکعتیں ادا کیں۔

اُم ہانی کی روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ!

جب مسلمان مکہ کے بالائی حصے میں داخل ہوئے تو بنو مخزوم یعنی میرے سسرال سے دو لوگوں نے میری پناہ لی تب حضرت علی رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور کہا؛

خدا کی قسم! میں اِن لوگوں کو ضرور قتل کروں گا۔

میں نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ ہوئی اور درخواست کی۔

یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لیے حاضر ہوئی ہوں کہ میں نے دو لوگوں کو پناہ دی ہے مگر علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جس کو اُم ہانی نے پناہ دی اُسے ہم نے بھی پناہ دی علی رضی اللہ عنہ انھیں قتل نہیں کرے گا۔

امام سہیلی نے لکھا کہ!

وہ دو آدمی جن کو اُم ہانی نے پناہ دی تھی وہ حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ تھے۔

شہر مکہ میں اب امن تھا مسلمان لشکر کے سامنے کوئی مزاحمت نہ تھی۔ شہر کی مکہ کی گلیاں بے تاب تھیں کہ دو جہان کے والئی اِن میں اتریں اور اُن کے نصیب سنور جائیں۔ نبی اکرم مقام حجون سے حرم کے لیے روانہ ہوئے اور کداء کے مقام پہ رُکے اور اللہ رب العالمین سے دُعا کی۔ یاد رہے کداء کی چوٹی وہی مقام تھا جہاں آج سے کئی ہزار سال پہلے حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد لوگوں کو حج کے لیے پکارا تھا۔

نبی اکرم ﷺ صحابہ کے لشکر کے ساتھ شہر مکہ میں اترے۔

شہر مکہ کی گلیاں بازار اور مکانات لوگوں سے اٹے ہوئے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے مکہ میں داخلہ کے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مہار حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ

میں تھی اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سوار کر رکھا تھا۔

تب صحابہ کے بلند آہنگ نعروں سے شہر مکہ کے کوہسار و دمن اور کوچہ و بازار لرز رہے تھے۔ تاہم آنحضرت محمد ﷺ عجز و انکسار سے اپنی سواری پہ جھکے جاتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک اونٹ کی کوہان سے چھو رہی تھی۔ مشرکین مکہ پہ سکتہ سا طاری تھا نبی اکرم ﷺ کے ارد گرد اُن کے دس ہزار جانثار تھے جو آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ شہر مکہ کی گلیوں اور بازاروں سے گزرتا ہوا شاہ دو جہاں کا یہ قافلہ آخر حرم پاک میں داخل ہوتا ہے جس کی شرف کی بحالی کے لیے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سمیت بیس سال تک لازوال جہدو سعی کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ ہی پہ سوار صحن حرم میں داخل ہوئے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے استلام کیا اور حرم پاک کے طواف میں محو ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے لبوں پہ سورۃ فتح کی آیات تھیں۔

صحن حرم میں ابھی تک اہل قریش اور دیگر قبائل کے بت نصب تھے نبی اکرم ﷺ کی زبان پہ سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیات تھیں۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شك باطل مٹنے ھی والا تھا

نبی اکرم ﷺ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل آ رہتا۔

صحابہ نے دیگر بتوں کو بھی اکھاڑ دیا تھا۔

لشکر اسلام کے مجاہدین کعبۃ اللہ کی تطہیر میں مشغول تھے اور اہل عرب کے بتوں کو توڑ رہے تھے اُن کے ٹکڑے صحن حرم میں بکھرے تھے۔

ہبل اساف اور نائلہ کا سحر ختم ہو چکا تھا۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت ابوسفیانؓ ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے اُن سے کہا؛

یا اباحنظلہ یاد کرو! مسلمانوں کے خلاف اترتے ہوئے تم انھی بتوں کی خدائی پہ اتراتے تھے اب اِن حشر دیکھو۔

حضرت ابوسفیانؓ نے اعتراف کیا اور کہا؛

ہاں ہم نادان تھے واللہ اگر محمدﷺ کے خدا کے سوا کوئی اور خدا بھی ہوتا آج ہمارے حالات وہ نہ ہوتے جن سے ہم اب گزر رہے ہیں خیر اب اِن باتوں کو جانے دو۔

امام حلبی نے اِن لمحات کی تصویر کشی کچھ یوں کی ہے۔

رسول اللہﷺ حجر اسود کے پاس تشریف لائے آپﷺ نے اُس کو بوسہ دیا پھر آپﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا اور آپﷺ کے ہاتھ میں اس وقت ایک کمان تھی جس کو آپ نے ایک سرے سے پکڑ رکھا تھا آپﷺ طواف کرتے جاتے اور جو بت آپﷺ کے راستے میں آتا تو آپﷺ اپنی کمان کے ساتھ اُس کی آنکھ میں کچوکا لگاتے اور وہ بت زمین بوس ہو جاتا اُن لمحات پہ آپﷺ کے لبوں سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت تھی

جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا

حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شك باطل مٹنے ھی والا تھا

صحابہ بتوں کو توڑنے اور اُن کا ملبہ صحن حرم سے اٹھانے میں مصروف تھے۔

بنوخزاعہ کا بت بہت بڑا اور مضبوط تھا آنحضرت محمدﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اِس کو توڑ دیں۔ چاندی اور سیسے سے بنا یہ بت جو لوہے کی میخوں سے جکڑا گیا تھا بہت مضبوط تھا مگر

حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس پہ پیہم وار کر رہے تھے آخر وہ ٹوٹ گیا اُسے زیرہ ریزہ کر دیا گیا تھا۔کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جن کو توڑ دیا گیا جلا دیا گیا اور اللہ کے گھر کو شرک کی ان بھیانک علامتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاک کر دیا گیا۔طواف کے بعد نبی اکرم ﷺ چاۂ زم زم طرف تشریف لے گئے آپ ﷺ نے پھر وضو کیا آبِ زم زم نوش کیا۔

مقام ابراہیم پہ دو نفل نماز ادا کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے کلید بردار کعبہ حضرت عثمان بن طلحہ کو طلب کیا گیا جنھوں نے بیت اللہ شریف کا دروازہ کھولا اور نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔

خانہ کعبہ کے اندر بھی قریش کی عقائدی پستی کے بہت سے شواہد موجود تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ!

فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ جب پہلی بار خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو میں آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ ساتھ تھا۔ہمارے ہمراہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ بیت اللہ کی دیواروں پہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایسی تصاویر ہیں جن میں اُن کو پانسہ پھینکتے ہوئے دکھایا گیا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اللہ اِن کو تباہ کرے یہ جانتے ہیں کہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی پانسے کے تیر نہیں پھینکے۔اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا پانی لاؤ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ نے بیت اللہ شریف کی اندرونی دیواروں کو اِن تماثیل سے پاک کر دیا جو عربوں نے بنا رکھیں تھیں۔

تب خانہ کعبہ کی چھت چھ ستونوں پہ کھڑی تھی نبی اکرم ﷺ نے دائیں طرف کے تین ستونوں کے بیچ نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح بیان کی۔

بیت اللہ کے دروازے کے باہر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ چوکس کھڑے تھے کیونکہ اب اہل قریش کا بے انت ہجوم تھا جو اپنے گھروں سے نکل کر حرم پاک میں جمع ہو چکا تھا۔

⌘⌘⌘

رمضان 8 ہجری، بمطابق جنوری 630ء

عفو ودرگزر

نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں نوافل ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کر رہے تھے جس نے اُن کو سعادتوں اور رفعتوں سے نوازا تھا۔ آج پیر کا مبارک دن تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم کو قریش کے خلاف زبردست فتح سے نوازا تھا۔ نبی پاک ﷺ نے بیس سال تک اس بے نظیر لمحے کا انتظار کیا تھا جب وہ اپنے مقصد کی تکمیل کریں اور اللہ کے گھر کو شرک کی نجاستوں سے پاک کریں۔ اہل قریش نے نبی اکرم ﷺ کا اُس وقت تک راستہ روکا تھا جب تک اُن کی قوم میں مدافعت کی قوت موجود تھی۔ مگر اللہ کی نصرت آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ تھی اس لیے اب وہ وقت آ گیا تھا جب قریش اِس قابل نہیں رہے تھے کہ وہ توحید کے اِن لشکروں کا راستہ روک سکتے۔ چنانچہ آج شرک کی سب نشانیوں کو مٹا دیا گیا تھا آج بیت اللہ میں صدیوں بعد پھر سے توحید کا نغمہ گونجا تھا، آج شہر مکہ کی زمین اور پہاڑیاں لشکر اسلام کے ساتھ حمد و تسبیح میں مشغول تھیں، آج شہر مکہ میں وہ رونقیں اور خوشیاں تھیں جو ایک مدت سے روٹھی ہوئی تھیں، آج شہر مکہ کے دیوار و در مشتاقان دید تھے کیونکہ اُن کے ہاں وہ

مہمان اترا تھا جس کی مہمانی پہ آسمان بھی رشک کرتے تھے،آج شہر مکہ کے سنگریزوں اور اُس کے ویرانوں کے بگولے بھی شاداں وفرحاں تھے کہ وہ جانتے تھے کہ آخر اللہ کی مرضی پوری ہوئی اور جھوٹے خدا اپنے انجام بد سے آشنا ہوئے۔

نبی اکرمﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپﷺ پلٹے اور دونوں ہاتھ بیت اللہ کی چوکھٹ پہ رکھ کے نیچے دیکھا جہاں قریش اپنے سروں کو جھکائے کھڑے تھے۔وہ جو رعونت کے پیکر تھے آج اُن کی ٹانگیں کسی انجانے خوف سے لرز رہی تھیں اس لیے کہ وہ جانتے تھے اگر رسول اللہﷺ نے اُن سے بدلہ لینے کا فیصلہ کیا تو اُن میں سے کوئی بھی نہ تھا جس نے آپﷺ کی اذیت نہ پہنچائی ہو۔نبی اکرمﷺ نے حرم پاک کے دروازے سے فتح کے بعد اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ہے اور اپنے بندے کی تنہا مدد کی ہے اور تنہا تمام قبائل کو شکست دی ہے ۔خبردار ہر خاندانی شرف،قصاص اور مال جن کا دورِ جاہلیت میں دعویٰ کیا جاتا تھا آج میرے اِن دو قدموں کے نیچے ہیں مگر بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کا پانی پلانا۔خبردار جس کو غلطی سے قتل کیا گیا ہو وہ حکم میں اس شبہ عمد کے قتل کی طرح ہے جسے چابک یا ڈنڈے سے مارا گیا ہو اس میں دیت مغلظہ ہے۔جس میں سو اونٹ لازم ہوں گے اور چالیس اونٹنیاں اُن میں ایسی ہوں گی جن کے پیٹوں میں اُن کے بچے ہوں۔اے جماعت قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور اپنے آبا پہ فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔تمام لوگ حضرت آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے سورۃ حجرات کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ O

القرآن الحکیم(سورۃ حجرات 49 /12)

ترجمہ؛

”اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک عورت اور ایک مرد سے پیدا کیا ہے اور بنایا تمھیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔اللہ کی نگاہ میں تم میں سے وہی زیادہ معزز ہے جو تقویٰ میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہے بے شک اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

خطبے کے بعد نبی اکرمﷺ نے نظر بھر کے اپنی قوم اپنے خاندان کو دیکھا اور اُن سے پوچھا جانتے ہو آج میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟

اور قریش اس سوال سے لرز کے رہ گئے اور اُن کی آنکھوں میں وہ تمام منظر لہرا گئے جو قبیح تھے جو نا قابل معافی تھے جو کسی بھی اخلاقی معیار سے پست تھے۔

اُن کو یاد آیا کہ!

انھوں نے صحن حرم میں رسول اللہﷺ کے اوپر اوجھڑی ڈالی تھی۔

انھوں نے صحن حرم کے اندر رسول اللہﷺ کے گلے میں کپڑا ڈالا تھا جس سے آپﷺ کی آنکھیں جیسے ابل آئی ہوں۔

انھوں نے نبی اکرمﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے۔

انھوں نے نبی اکرمﷺ کے سر پہ خاک ڈالی تھی۔

انھوں نے نبی اکرمﷺکوشعب میں قید کیا تھا۔

انھوں نے نبی اکرمﷺکوقتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

انھوں نے نبی اکرمﷺکومکہ سے نکال دیا تھا۔

انھوں نے بار بار نبی اکرمﷺکے خلاف فوج کشی کی تھی۔

انھوں نے نبی اکرمﷺکے چچا حمزہ کوقتل کیا تھا۔

اور انھوں نے وہ سب کچھ کیا تھا جس کی ایک بدترین دشمن سے توقع کی جاسکتی ہے۔مگر نبی اکرمﷺرحمت العالمین تھے اس لیے آپﷺاُن کو زیادہ دیر تک اس اذیت میں نہ رہنے دیا۔

نبی اکرمﷺکے سوال کے جواب میں آخر اہل قریش کے لب کھلے اور انھوں نے کہا؛

آپ کریم نبی ہیں کریم النفس بھائی ہیں اور کریم النفس بھائی کے فرزند ہیں۔اب جبکہ اللہ نے آپ کو قدرت اور اختیار سے نواز دیا ہے تو پھر بھی ہمیں آپ سے بھلائی ہی کی توقع ہے۔

نبی اکرمﷺنے فرمایا؛

جاؤ تم سب آزاد ہو مجھے تم سے کوئی تعرض نہیں۔

اور قریش کو آج تک شاید اس سے بڑی کوئی خوشخبری نہ ملی ہوگی۔

نبی اکرمﷺقریش کو معافی دینے کے بعد مڑے اور بیت اللہ میں تشریف فرماے ہو گئے آپﷺ کے پاس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ،حضرت عباس رضی اللہ عنہ ،حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرمﷺسے درخواست کی۔

یا رسول اللہﷺپانی پلانے کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کی کلید برداری کا منصب بھی ہمیں عطا کر دیا جائے۔مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس فرمائش پہ نبی اکرمﷺنے توقف اختیار کیا اور صحابہ سے کہا؛

عثمان بن طلحہ بلاؤ۔

حضرت عثمان بن طلحہ حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کی چابی اُن کے حوالے کر دی کیونکہ قرآن حکیم میں امانتداروں کو اُن کی امانتیں لوٹا دینے کا حکم دیا گیا تھا اور حضرت عثمان بن طلحہ کا خاندان عہد جاہلیت سے ہی بیت اللہ کی کلید برداری پہ متمکن تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ کی کلید برداری پہ اُن کا حق تسلیم کیا اور چابی حضرت طلحہ بن عثمان کے حوالے کر دی۔

⌘⌘⌘

فضالہ بن لیثی

شہر مکہ میں لحاتی ہلچل کے بعد اب امن تھا اور اہل قریش جوق در جوق اسلام قبول کر رہے تھے اُن کے دل مسخر ہو چکے تھے اور جن دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی عداوت تھی انھی دلوں میں اب محبت کے اجالے تھے۔

حضرت فضالہ کہتے ہیں۔

میں اپنے خاندان کی پستی کو دیکھ رہا تھا اُن کی بے بسی میری برداشت سے باہر ہو رہی تھی اور میرے دل میں آگ لگی ہوئی تھی میری ایک ہی تمنا تھی کہ میں کسی طرح رسول اکرم ﷺ کو قتل کر دوں۔ چنانچہ جب مسلمان شہر مکہ میں داخل ہوئے اور رسول اکرم ﷺ بیت اللہ کے طواف میں مصروف ہوئے تو میں اپنے بد ارادے کے ساتھ آپ ﷺ کی طرف بڑھا مگر صحابہ مجھے کوئی موقع دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ رسول اکرم ﷺ کے گرد اس طرح منڈلاتے رہتے جس طرح کسی شمع کے گرد پرا وانے منڈلاتے ہیں۔ آخر مجھے وہ موقع مل ہی گیا جس کی میں بہت دیر سے تلاش میں تھا۔ تب رسول اللہ ﷺ کی پشت میری طرف تھی میں نے اپنے خنجر پہ اپنی گرفت مضبوط کی تیزی سے رسول اکرم کی طرف بڑھا۔ رسول اکرم ﷺ اچانک ہی مڑے اور اُن کے چہرے پہ نہایت خوبصورت مسکراہٹ پھیلی تھی۔

انھوں نے مجھ سے سوال کیا؟

تم فضالہ ہو۔

میں نے کہا؛

جی یارسول اللہﷺ

تم کیا سوچ رہے ہو۔

اور رسول اللہﷺ کے اس سوال سے میں گھبرا گیا اور میں نے تیزی سے کہا؛

کچھ بھی نہیں یارسول اللہ بس اللہ کا ذکر رہا تھا۔

نبی اکرمﷺ ایک بار پھر مسکرائے اور اُن کی نگاہیں بول رہیں تھیں کہ وہ سب جانتے ہیں انھوں نے اپنا ہاتھ میرے سینے پہ رکھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ٹھنڈک کی کوئی لہر میری رگ جاں میں دور تک اتر گئی ہو۔اور میرا وہ دل جو انتقام کی آگ میں سلگ رہا تھا اب اُس میں محبتوں اور نرمی کے سندیسے اتر رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص رسول اکرمﷺ سے محبت نہیں کرسکتا ہے۔حضرت فضالہؓ کہتے ہیں میرے دل کی دنیا بدل گئی تھی وہاں سے میں اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں مجھے ایک عورت ملی اور جاہلیت میں میرا اُس سے تعلق تھا اُس نے مجھے پکارا اور کہا؛

آؤ باتیں کریں۔

مگر میں جواب ایک الگ سی کیفیت میں تھا اس سے کہا؛

میں اب سلام قبول کر چکا ہوں اب تو مجھے پھر سے جاہلیت کی طرف راغب نہیں کرسکتی بخدا جس بات کو رسول اللہﷺ پسند نہ کریں میں اُس کے قریب بھی نہ پھٹکوں گا۔اور عربوں کی عادت تھی کہ جب وہ کسی سے کوئی خاص بات کرتے تو شعر میں کرتے چنانچہ حضرت فضالہ نے اُس عورت سے یوں کہا!

قَالَتْ هَلُمَّ إِلَى الْحَدِيْثِ فَقُلْتُ لَهَا لَا

يَأْبَى عَلَيْكَ اللّٰهُ وَ الْإِسْلَامُ

اُس نے مجھ سے کہا! آؤ باتیں کریں میں نے اُس سے کہا نہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام مجھے اس سے روکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَوْ مَا رَأَیْتِ مُحَمَّدًا وَقَبِیْلَہٗ
بِالْفَتْحِ یَوْمَ تُکَسَّرُ الْاَصْنَامُ

اگر تو محمد ﷺ اور اُن کے قبیلے کو دیکھ لیتی جب فتح مکہ کے روز بت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَرَاَیْتِ دِیْنَ اللّٰہِ اَضْحٰی بَیِّنًا
وَالشِّرْکُ یَغْشٰی وَجْھَہٗ الْاِظْلَامُ

تو دیکھتی کہ اللہ کا دین تو روشن اور واضح ہو گیا ہے اور شرک کے چہرے پہ تاریکی چھا گئی ہے۔ [*9]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فتح مکہ کی تکمیل

نبی اکرم ﷺ حرم میں بیت اللہ کے دروازے کے نیچے کھڑے تھے اور اپنے رب کا شکر ادا کر رہے جس نے انھیں یہ سعید لمحات عطا فرمائے نبی اکرم ﷺ کا مکہ کو فتح کرنا عام فاتحین کی طرح ملک گیری کی کوئی مہم نہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ تو لوگوں کے دلوں کو فتح کرنا چاہتے تھے اور قریش جیسے ہی نبی اکرم ﷺ کی وسعت قلبی اور سخاوت حسنیٰ سے روشناس ہوئے تو اُن کے دل بھی فتح ہوگئے اور فتح مکہ ہی کے روز لوگوں کا ایک بے پناہ ہجوم تھا جس نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ دین اسلام کی بیعت کی اور اپنی زندگیوں کو سنوار لیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے سن رسیدہ باپ کا ہاتھ تھامے اُنھیں حرم پاک میں لا رہے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے بڑی محبت سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا! تم ہمارے اِن بزرگوں کو گھر ہی رہنے دیتے ہم خود اِن کے پاس حاضر ہو جاتے۔ تاہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جن سے بڑھ کے شاید ہی کوئی آپ ﷺ کی عظمت کے درجوں سے آگاہ ہو فوراً بولے۔

نہیں اِن کا یہاں آ کے اسلام قبول کرنا ہی اِن کے لیے بہتر تھا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ حضرت ابو قحافہ نے اسلام قبول کیا۔

پھر نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اکرم ﷺ کے اشارہ ابرو پہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیت اللہ کی چھت پہ چڑھ گئے اور اذان دی۔ یہ وہ صدا تھی جس کے سننے کے لیے مکہ کے دیوار و در برسوں سے ترس رہے تھے۔ آج سوزِ بلالی اُن کی برسوں کی تشنگی کو لمحوں میں چاٹ رہی تھی۔ تاہم کچھ بدبخت

ابھی بھی باقی تھے جن کے دلوں سے اسلام کے خلاف کدورت نہ گئی تھی۔اہل مکہ عام معافی کے اعلان کے بعد خوف کے حصار سے آزاد ہوئے تو اُن کے بوڑھے اور بچے سبھی صحن حرم میں جمع ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سحر آنگیز آواز بیت اللہ میں گونجی تو وہ اہل قریش ششدر رہ گئے وہ اگرچہ خوفزدہ تھے مگر اُن کے دل میں کچھ دکھ بھی تھا کہ صدیوں وہ جن خداؤں کی پوجا کرتے رہے تھے آج انھیں خداؤں کے ملبے پہ کھڑے وہ دین اسلام کے شعار کو اجاگر ہوتا دیکھ رہے تھے۔ایک طرف چند نوجوان کھڑے تھے جن کے پاؤں اپنے خداؤں کی گردن پہ تھے اور اُن کے دل اس لیے کچھ بوجھل سے تھے کہ انھیں کبھی خواب میں اس طرح کی ہزیمت اور بے بسی کے احساس نے نہ جھکڑا ہو گا جس کو وہ اِن ساعتوں میں خود کو گھرا محسوس کررہے تھے۔اُن میں کچھ نوجوانوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نقل اتارنا شروع کر دی۔ نبی اکرم ﷺ قریب ہی موجود تھے اس لیے آپ ﷺ کے کانوں میں اُن میں سے ایک نوجوان کی آواز پہنچی۔ نبی اکرم ﷺ کے اشارے سے صحابہ نے اُن نوجوانوں کو گھیر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا تم میں سے کس کی آواز میرے کانوں تک پہنچی ہے۔اور اُن نوجوانوں کے چہرے پہ وہی خوف تھا جو کسی بھی مفتوحہ قوم کے چہروں پہ دیکھا جا سکتا ہے اس لیے اُن نوجوانوں نے فوراً ہی اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس نوجوان کو تو روک لیا اور صحابہ کو حکم دیا کہ باقی نوجوانوں کو جانے دو۔اب وہ نوجوان نبی اکرم ﷺ کے سامنے کھڑا تھا اور قدرے سہا ہوا تھا کہ اُس کی پیشی فاتح قوم کے سالار کے سامنے ہو گئی تھی اور وہ ایک جرم کا مرتکب بھی ہوا تھا اس لیے اُس کا سانس رُک رُک کر آ رہا تھا۔مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جس فاتح کے سامنے پیش ہوا ہے اُسے زمینیں فتح کرنے کا کوئی شوق نہیں وہ تو دلوں کا شکار کرتے ہیں اس لیے نبی اکرم ﷺ نے نرمی سے اُس نوجوان سے کہا؛

اذان دو۔

اُس نے اذان دینی شروع کی مگر اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور گلا خشک ہو گیا تھا اور وہ جو چند لمحے پہلے خوش الحان تھا اب اُس کی آواز گلے سے باہر نکلنے پہ آمادہ ہی نہ تھی۔ تب نبی اکرم ﷺ اپنا دستِ مبارک اُس کے سینے پہ رکھا اور اُس کا سینہ اُس اُجلے نور سے دہک اٹھا جس کا اُسے کچھ شعور ہی نہ تھا اور اب وہ خوش الحانی سے اذان دے رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس نوجوان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے ایک پل میں قبول کی کیونکہ دیری کا جواز ختم ہو چکا تھا اُس کا سینہ نور ہدایت سے مزین ہو چکا تھا اب وہ تو محض چند الفاظ تھے جو رسم پوری کرنے کے سوا کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ اب وہ نہایت خوش الحانی کے ساتھ اذان دے رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اُس کے لیے دُعا فرمائی اور درہموں سے بھری ایک تھیلی اُس کے ہاتھ پہ رکھ دی۔

اُس نوجوان کو ابو محذورہؓ کہا جاتا ہے۔

مورخین نے ابو محذورہؓ کے متعلق لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے رخصتی کے موقع پر اُسے بیت اللہ کا موذن مقرر کیا۔ تب اُن کی عمر سولہ سال تھی اور اُس نوجوان کی آواز بہت سریلی تھی پھر جب تک حضرت ابو محذورہ کا سانس چلتا رہا بیت اللہ میں نماز کے لیے وہی اذان دیتے رہے۔ اُن کی وفات کے بعد اُن کی نسل سے ایسے نوجوان پیدا ہوتے رہے جن کی آواز نہایت سریلی تھی اور حضرت ابو محذورہ سے ملتی تھی۔ بیان گیا کہ ایک مدت تک بیت اللہ میں اذان دینے کا منصب ابو محذورہ کی نسل کے لیے وقف رہا۔

⌘⌘⌘

بیعت عام

نبی اکرمﷺ صحن حرم میں بیت اللہ کے دروازے کے نیچے کھڑے تھے اور آپﷺ کے گرد صحابہ کا بے انت ہجوم تھا۔اسی اثناء میں لوگوں کو اِدھراُدھر ہٹاتے ہوئے آپﷺ کے ایک محبوب صحابی حضرت ابواحمر آگے بڑھے اور نبی اکرمﷺ کے کان میں کچھ کہا! جواب میں نبی اکرمﷺ نے اُن کے کان میں بھی کچھ پھونکا تو وہ مسکراتے ہوئے واپس چل دیئے۔بعد میں صحابہ نے ابواحمر سے پوچھا اُس روز تم نے رسول اللہﷺ سے کیا کہا تھا؟

حضرت ابواحمر نے صحابہ کو بتایا کہ!

جب میں نے مکہ سے ہجرت کی تھی تو مکہ میں میرا ایک بہترین مکان تھا جسے ابوسفیان نے بیچ کھایا تھا۔میں نے نبی اکرمﷺ سے درخواست کی تھی کہ یارسول اللہﷺ ابوسفیان سے کہیں وہ میرا مکان مجھے واپس کرے۔

نبی اکرمﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

اس سلسلے میں ابوسفیان سے تو میں کچھ نہیں کہوں گا اگر تم چاہو تو میں تمھارا مکان خرید کر تمھیں واپس دلا دوں،اگرچہ میں اس بات کو بھی کچھ زیادہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ کی راہ میں گیا ہوا مال لوٹاؤں۔دوسری صورت یہ ہے کہ تم صبر کر جاؤ اور میں تمھیں جنت میں ایک شاندار گھر کی بشارت دوں۔

حضرت ابواحمر خوش ہوگئے اور مسکراتے ہوئے رسول اللہﷺ کے کان میں کہا؛

یارسول اللہﷺ میں صبر کروں گا۔

نماز کے بعد نبی اکرمﷺ کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کر رہا تھا اور یہی تکمیل فتح تھی یہی منشا رسول تھی۔

بیان کیا گیا کہ!

اُس روز دو ہزار لوگوں نے نبی اکرمﷺ کے ہاتھوں پہ اسلام قبول کیا۔

جن میں بہت سی عورتیں بھی شامل تھیں۔

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ وہاں پانی سے بھرا ایک برتن رکھا ہوا تھا نبی اکرمﷺ پہلے تو عورتوں سے زبانی بیعت کرتے اس کے بعد آپﷺ پانی سے بھرے اُس برتن میں ہاتھ ڈالتے اور نکال لیتے جس کے بعد وہ عورت ہاتھ ڈالتی جس نے اسلام قبول کیا ہوتا اور اُس کی بیعت مکمل ہو جاتی۔ اُس دن بیعت کرنے والی اہل قریش کی خواتین میں حضرت علی کی ہمشیرہ حضرت اُم ہانی، حضرت اُم حبیبہ بنت عاص، حضرت اروی بنت ابی العیص عاتکہ بنت ابی العیص اور معززین قریش کی دیگر بہت سی خواتین شامل تھیں۔ ہم یہاں صرف ہند بنت عتبہ کی بیعت کا ذکر کریں گے جو قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ ہند بنت عتبہ کا شمار اہل قریش کی ممتاز خواتین میں ہوتا تھا وہ اسلام کی بدترین دشمن تھیں۔ انھی کے ایما پر وحشی ابن حرب نے روزِ اُحد نبی اکرمﷺ کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا اور یہ وہی ہندہ تھی جس نے حضرت حمزہ کا کلیجہ نکال کے چبایا تھا اور حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا تھا مگر یہ سب ماضی کی باتیں تھیں اور اب کے منظر نئے اور انوکھے تھے۔

ہند بنت عتبہ کوہ صفا پہ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور نبی اکرمﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا اِس وقت وہ نقاب اوڑھے ہوئے تھیں۔

نبی اکرمﷺ نے ہند بنت عتبہ سے بیعت لیتے ہوئے کہا؛

اس امر پہ عہد کرو کہ اس لمحے کے بعد کبھی کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ گی۔

ہند بنت عتبہ نے کہا! میں کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤں گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

عہد کرو کہ چوری نہ کرو گی۔

مگر میں تو ابوسفیان کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیتی ہوں کیونکہ وہ کنجوس ہے ہند نے جواب دیا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اسے پہچانا اور پوچھا؟

تم ہند ہو۔

ہند بنت عتبہ نے اقرار میں سر ہلا دیا۔

ابوسفیان نے کہا! آج تک تم نے میرے مال میں سے جو کچھ لیا ہے میں نے اسے معاف کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی ہند بنت عتبہ کو اجازت دی کہ تم اپنے بچوں کی ضرورت کے لیے اپنے خاوند کے مال سے کچھ مال لے سکتی ہو۔

نبی اکرم ﷺ عورتوں سے بیعت لے رہے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عہد کرو تم زنا نہیں کرو گی۔

ہند بنت عتبہ فوراً بول اٹھی یارسول اللہ ﷺ کیا آزاد عورت بھی زنا کرتی ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا؛

عہد کرو اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔

باقی عورتیں خاموش رہیں صرف ہند ہی بولی۔

ہم نے تو اُن کو پالا اور آپ نے قتل کر دیا۔(اس کا اشارہ روز بدر کی طرف تھا جس میں اس کا بیٹا حنظلہ بن ابوسفیان قتل ہوا تھا)۔

حضرت عمر بھی پاس ہی بیٹھے تھے وہ ہند کی اس بات پہ زور سے ہنس دیئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم کسی پہ بہتان نہ لگاؤ گی۔

ہندہ بنت عتبہ نے کہا! بہتان تو بہت ہی بری بات ہے آپ ﷺ یقیناً ہمیں نیک باتوں اور اعلیٰ اخلاق کی طرف ہی بلا رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اور یہ کہ کسی معاملے میں میری نافرمانی نہ کرو گی۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ گزرے کل کی باتیں تھیں اب تو اللہ نے ہمیں ہدایت سے نواز دیا ہے۔

اس پہ عورتوں کی بیعت مکمل ہوگئی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

یہ فتح مکہ کا اگلا روز تھا جب بنو خزاعہ کے ایک شخص خراش بن امیہ نے اپنے دشمن قبیلے بنو ہذیل کے ایک ابن اثوع احمر کو قتل کر دیا۔ صحابہ نے جب یہ خبر نبی اکرم ﷺ تک پہنچائی تو نبی اکرم ﷺ کو یہ امر بہت ناگوار گزرا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے بنو خزاعہ کے لوگوں کو طلب کیا اور فرمایا؛

اے خزاعہ کی جماعت اپنے ہاتھوں کو قتل سے اٹھالو۔ قتل کافی ہو چکا اب اس کا کوئی نفع نہیں تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے میں اُس کی دیت ادا کروں گا۔ اس کے بعد اگر کسی نے حدود حرم میں کسی کو قتل کیا تو مقتول کے ورثا کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو دیت لیں چاہیں تو قصاص۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔

اے لوگو! اللہ نے جس روز زمین اور آسمان پیدا کیے تھیا سی روز مکہ کو حرمت کی جگہ قرار دے دیا تھا

اس وقت سے یہ حرمت کی جگہ ہے اور قیامت تک حرمت کی جگہ رہے گا۔

اس لیے کسی بھی ایسے آدمی کے لیے جو اللہ اور روز آخرت پہ ایمان رکھتا ہو کے لیے جائز نہیں کہ

وہ شہر مکہ میں کسی کا خون بہائے یا اس شہر کا کوئی درخت کاٹے۔

مجھ سے پہلے مکہ کسی بھی شخص کے لیے حلال نہیں ہوا نہ میرے بعد آنے والے کسی شخص کے لیے حلال ہوگا۔

مجھ پہ بھی اس شہر کی حرمت چند ساعتوں کے لیے اٹھائی گئی تھی جسے پھر سے بحال کر دیا گیا۔

ہاں مگر اس وقت مکہ والوں پہ اللہ کے غضب کا اظہار مقصود تھا۔

لوگو! سن لو!

اس وقت کے بعد اس شہر کی حرمت پھر لوٹ آئی ہے لہٰذا تمھیں چاہیے کہ جو یہاں موجود نہیں اُس تک میری بات پہنچا دی جائے۔

پس تم سے جو کہے کہ رسول اللہﷺ نے مکہ میں قتال کیا تھا تو اُس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو صرف اپنے رسول کے لیے اسے حلال کیا تھا تمھارے لیے حلال نہیں کیا۔

اے گروہ خزاعہ!

اب قتل سے اپنے ہاتھ اٹھا لو قتل بہت ہو چکا۔

اس میں کوئی نفع نہیں تم نے ایک آدمی کو قتل کیا ہے تو مقتول کے وارثوں کو حق ہوگا کہ وہ چاہے تو قصاص لیں چاہے تو خون بہا طلب کریں۔

⌘⌘⌘

مباح الدم

مورخین نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے لشکر مکہ میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کچھ لوگوں کے بارے میں حکم دیا تھا کہ یہ جہاں ملیں انھیں قتل کر دیا جائے۔حتیٰ کہ اگر وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ لپٹے ہوئے ہوں اُن کو تب بھی قتل کیا جائے۔جن لوگوں کے قتل کا حکم نبی اکرم ﷺ نے جاری کیا اُن کو اصطلاح میں مباح الدم کہا جاتا ہے۔مورخین اس بارے میں متفرق ہیں کہ اُن لوگوں کی تعداد کیا تھی جن کے قتل کا حکم جاری کیا گیا۔کسی نے پندرہ لکھا ہے تو کسی نے گیارہ کسی نے سات لکھا ہے تو کسی نے چار۔تاہم اس ضمن میں علامہ شبلی نعمانی کی تحقیق قابل قدر ہے ہم اس سے کچھ استفادہ کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ!

> ’’اربابِ سیر کا بیان ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے گو اہل مکہ کو امن عطا کیا تھا تاہم دس شخصیتوں کی بابت حکم دیا تھا کہ وہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔اِن میں سے بعض مثلاً عبداللہ بن خطل، مقیس بن صابہ خونی مجرم تھے اور قصاص میں قتل کیے گئے۔لیکن متعدد ایسے تھے کہ اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کو مکہ میں ستایا کرتے تھے یا آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔اِن میں سے ایک عورت اس جرم پہ قتل کی گئی کہ وہ آپ ﷺ کے ہجویہ اشعار گایا کرتی تھی۔لیکن محدثانہ تنقید کی رو سے یہ بیان صحیح نہیں۔اس جرم کا مجرم تو سارا مکہ تھا کفارِ قریش میں سے بجز دو چار کے کون تھا جس نے آنحضرت محمد ﷺ کو سخت سے سخت ایذائیں نہیں دیں؟ بااِیں ہمہ انھی لوگوں کو

یہ مژدہ سنایا گیا کہ ''**انتم الطلقاء**'' جن لوگوں کا قتل بیان کیا جاتا ہے وہ تو نسبتاً کم درجہ کے مجرم تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ روایت صحاح ستّہ میں موجود ہے کہ آنحضرت محمدﷺ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ خیبر میں جس یہودیہ نے آپ کو زہر دیا اس کی نسبت لوگوں نے دریافت بھی کیا کہ اس کے قتل کا حکم ہوگا۔ ارشاد ہوا کہ نہیں! خیبر کے کفرستان میں ایک یہودیہ زہر دے کر رحمت عالمﷺ کے طفیل سے جانبر ہوسکتی ہے تو حرم میں اس سے کم درجہ کے مجرم عفو نبوی سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں اگر درایت پہ قناعت نہ کی جائے تو روایت کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ بالکل نا قابل اعتبار رہ جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ وہ قصاص میں قتل کیا گیا۔ مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا باقی جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آنحضرت محمدﷺ کو ستایا کرتے تھے تو وہ روائتیں صرف ابن اسحٰق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے جو قابل اعتبار نہیں۔ چنانچہ سب سے زیادہ معتبر روایت جو اس بارے میں پیش کی جاسکتی ہے وہ ابو داؤد کی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت محمدﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جاسکتا ۔لیکن امام ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی جیسی سند مجھ کو چاہیے تھی وہ مجھے نہیں ملی۔ [*10]

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ اس طرح کی جتنی روایات ہیں کہ نبی اکرمﷺ نے فلاں فلاں کے قتل کا حکم جاری کیا ہے وہ پایہ استحکام کو نہیں پہنچتیں اور یہ کہ اُس روز جن لوگوں کو قتل کیا گیا وہ یا تو اسلامی لشکر سے مقابلے میں مارے گئے یا پھر اُن لوگوں کو قتل کیا جنھوں نے مسلمانوں کو اس

سے قبل قتل کیا تھا۔شاید یہ غلط فہمی مورخین کو اس وجہ سے ہوئی تھی کہ صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمہ بن ابی جہل جیسے لوگ جنھیں حقیقی معنوں میں قریش کے شریر کہا جا سکتا تھا وہ نبی اکرم ﷺ کے عتاب کے خوف سے بھاگ نکلے تھے۔اگر چہ اُن کے لیے بھی نبی اکرم ﷺ کسی قسم کا کوئی حکم جاری نہیں کیا تھا کیونکہ اس واقعے کے معاً بعد نبی اکرم ﷺ کا جو عمل رہا ہے وہ اسی بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے اس لیے کہ وحشی ابن حرب ہو یا ہندہ بنت عتبہ، صفوان بن امیہ ہو یا ابو جہل کا بیٹا عکرمہ جو بھی سر جھکائے دربارِ رسالت میں حاضر ہو گیا اُسے معافی مل گئی اور نہ ہی مسلمانوں نے کسی مفرور مجرم کا تعاقب کیا۔حقیقت یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اگر ایسے لوگوں کا تعاقب کیا جاتا تو انھیں کوئی جائے پناہ نہ ملتی۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں سے صرف ابن خطل، مقیس بن صابہ، حویرث بن نقیض کو قتل کیا گیا اور ایک کنیز قتل کی گئی جس کے بارے میں اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کو اس لیے قتل کیا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف ہجویہ اشعار کہا کرتی تھی مگر ایک طرف تو یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اُس عورت کو معاف کر دیتے ہیں جس نے آپ ﷺ کو زہر دیا دوسری طرف محض شعر کہنے پہ ایک عورت کا قتل سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے اس لیے بھی کہ کوئی ایک عورت تھوڑی تھی جو اس قبیح حرکت میں ملوث رہی ہو تب تو لگتا تھا شہر مکہ کے در و دیوار کو بھی رسول اللہ ﷺ سے عداوت ہے۔اب ہم پہلے اُن لوگوں کا احوال بیان کرتے ہیں جنھیں قصاص میں قتل کیا گیا اور اس کے بعد اُن لوگوں کے احوال بیان کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے مگر جب اُن کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ تو اس قدر معاف کرنے والے ہیں کہ زمانے نے اُن سے بڑھ کے کوئی کریم اور سخی کیا دیکھا ہو گا تو وہ لوگ بھی پلٹ آئے اور انھیں بھی اسی شجر سایہ دار کی پناہ میں بیٹھنا پڑا جس کو کاٹنے کی اِن لوگوں نے بھرپور سعی کی تھی۔

⌘⌘⌘

عبداللہ بن خطل

وہ مدینہ میں حضور اکرم ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اُس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس کا نام تبدیل کر دیا اور اُسے عبداللہ کا خوبصورت نام دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُسے صدقات و محصولات وصول کرنے کے لیے بدوی قبائل کی طرف روانہ کیا۔ اُس کی معاونت کے لیے ایک انصاری کو بھی اُس کے ہمراہ کیا۔ جب وہ اپنے سفر میں تھے تو عبداللہ نے اُس انصاری کو حکم دیا کہ وہ اُس کے لیے کھانا تیار کرے اور وہ خود سو گیا۔ تاہم عبداللہ کے ہمراہ سفر کرنے والا انصاری بھی تھکا ہوا تھا اس لیے وہ بھی سو گیا۔ عبداللہ جب سو کر اٹھا تو اُس نے دیکھا کہ اُس کا ساتھی سویا پڑا ہے اور اُس نے کھانا بھی تیار نہیں کیا تو عبداللہ ابن خطل غصے سے بے قابو ہو گیا اور اپنے انصاری ساتھی کو سوتے ہوئے قتل کر دیا اس کے بعد ظاہر ہے کہ وہ مدینہ تو نہیں جا سکتا تھا اس لیے وہ مکہ بھاگ آیا اور دین اسلام بھی ترک کر دیا۔ اس مرتد نے اسی پہ بس نہ کیا بلکہ وہ اپنی لونڈیوں کو نبی اکرم ﷺ کی ہجو یاد کراتا جن کو وہ لونڈیاں شہر مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں گاتی پھرتیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو استحکام فراہم کیا اور نبی اکرم ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے بیان کیا گیا کہ ابن خطل اُن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے خندمہ نامی مقام پہ حضرت خالد بن ولید کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔

پھر وہ شکست کھا کر بھاگے تو ابن خطل حرم پاک چلا آیا صحابہ نے اسے دیکھا تو نبی اکرم ﷺ کو

مطلع کیا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے فلاں انصاری کو قتل کیا تھا۔

اس وقت وہ کعبہ کے پردوں سے لٹکا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا۔

اسے حضرت سعد ابن حریث اور ابو برزہ الاسلمی نے قتل کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

کعبہ کسی مجرم اور بدکار کو پناہ نہیں دیتا۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ!

وہ لونڈی جو قتل کی گئی وہ ابن خطل ہی کی لونڈی تھی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اُس کا نام سارہ تھا اور یہ وہی عورت تھی جو مدینہ سے حاطب ابن بلتعہ کا خط لے کے نکلی تھی۔ مگر ہمارا خیال یہ ہے اُن کو اشتباہ لگا ہے کہ اس لیے بہت سی روایات میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ سارہ کے لیے امان طلب کی گئی جو اسے عطا کر دی گئی اور اُس نے اسلام بھی قبول کیا وہ حضرت عمر کے عہد میں زندہ تھی وہ مسلمانوں کے ایک تیز رفتار لشکر کی زد میں آ گئی تھی اور کسی شاہسوار نے غلطی سے اسے کچل تھا جس سے اس کا انتقال ہوا۔

⌘⌘⌘

مقیس بن صابہ

مقیس بن صابہ کو بھی قصاص میں قتل کیا گیا اس لیے کہ ابن خطل کی طرح وہ بھی مرتد تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے پھر گیا تھا۔وہ مدینہ میں حاضر ہوا تھا اور نبی اکرمﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی تھی۔غزوہ ذی قرد میں مقیس بن صابہ کا بھائی غلطی سے ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ سے شہید ہو گیا تھا۔نبی اکرمﷺ نے مقیس بن صابہ کو اس کی دیت ادا کی اور وہ خوش ہو گیا۔کچھ عرصہ بعد مقیس بن صابہ کے دل میں نجانے کیا بات آئی کہ اُس نے خون بہا حاصل ہو جانے کے باوجود اُس انصاری مسلمان کو قتل کر دیا جس نے غلطی سے مقیس بن صابہ کے بھائی کو قتل کیا تھا۔انصاری مسلمان کو قتل کرنے کے بعد مقیس بن صابہ اب مدینہ میں تو ٹھہر نہیں سکتا تھا اس لیے وہ مکہ بھاگ آیا اس کا خیال تھا کہ مکہ اُس کے لیے سب سے زیادہ محفوظ جگہ ہے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی سرزمین اس پہ تنگ کر دی صحابہ جانتے تھے کہ وہ اِن کے ایک ساتھی کو قتل کر کے بھاگا ہے اس لیے فتح مکہ کے روز اُسے قتل کر دیا گیا۔اُس کے قتل کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے روز مقیس بن صابہ کے چچا زاد حضرت نمیلہ ابن لیثی نے دیکھا کہ وہ قریش کی مجلس میں بیٹھا شراب پی رہا ہے تو حضرت نمیلہ ابن لیثی نے اس بات کی خبر آنحضرت محمدﷺ کو کی اور نبی اکرمﷺ سے اجازت لے کر حضرت نمیلہ ابن لیثی قریش کی اُس مجلس کی طرف گئے اور اُسے قتل کر دیا۔

⌘⌘⌘

حویرث بن نقیذ

حویرث بن نقیذ مکہ میں ہی نبی اکرمﷺ کا بدترین دشمن تھا اور اُس کا شمار اُن سیاہ بختوں میں کیا جاتا ہے جو نبی اکرمﷺ کی ایذا رسانیوں میں پیش پیش تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بہت بد زبان تھا اور اکثر نبی اکرمﷺ کی شان میں گستاخی کرتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ اہل عرب کے معمول کے مطابق وہ نبی اکرمﷺ کی شان میں ہجویہ اشعار بھی کہا کرتا تھا۔ یہ وہی بد بخت تھا جس نے آنحضرت محمدﷺ کی صاحبزادیوں اُم کلثوم اور حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا تھا اُس کے ساتھ ہبار بن اسود بھی تھا اُن کو شہر مکہ سے باہر جاتی رسول اللہﷺ کی صاحبزادیوں کی سواری دکھائی دی تو حویرث نے اُس اونٹ کو اپنے نیزے سے کچوکے لگائے جس کی وجہ سے اونٹ بدک گیا اور حضرت زینب جو اُن دِنوں حمل سے تھیں اونٹ سے نیچے آ گریں اور اُن کا اسقاط ہو گیا۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ حویرث کو بھی قصاص میں قتل کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے روز حویرث نے بھاگنے کی کوشش کی مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا اور بتایا کہ یہ وہی بد بخت ہے جس نے رسول اکرمﷺ کی شہزادیوں کو اونٹ سے گرایا تھا اس کو پکڑو یہ جانے نہ پائے۔ وہ حرم سے بھاگا حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کے پیچھے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے کوہ صفا پہ جا لیا اور ایک ہی پل میں اُس کی گردن کو اُس کے جسم سے الگ کر دیا۔ چنانچہ یہ

لوگ تھے جن کو فتح مکہ کے روز قتل کیا گیا۔

⌘⌘⌘

ابوسفیان کی خواہش

فتح مکہ کے چندروز بعد کا تذکرہ ہے کہ حضرت ابوسفیان اہل قریش کے بیچ بیٹھے تھے اُنہوں نے دیکھا کہ رسول اکرمﷺ صحابہ کے جلو میں کہیں جا رہے ہیں تو اُن کے دل میں حسد نے سر اٹھایا انھوں نے سوچا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں پھر سے عربوں کا ایک لشکر تیار کروں اور نبی اکرمﷺ سے جنگ کروں۔

اسی اثناء نبی اکرمﷺ اُس کی پشت پہ پہنچ چکے تھے۔

نبی اکرمﷺ نے ابوسفیان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا؛

اے ابوسفیان۔

اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تمھیں پھر ذلیل و رسوا کر دے گا۔

ابوسفیان تیزی سے اٹھے اور اُن کی آنکھوں میں بلا کی حیرت تھی۔

چند لمحے تک تو وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے اس کے بعد گویا ہوئے۔

یارسول اللہﷺ!

میں توبہ کرتا ہوں اُس خیال سے جس نے میرے دل میں راہ پائی اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ میں جان گیا ہوں کہ آپﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں جو دلوں سے گزرے خیالوں تک سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ ابوسفیان کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرمﷺ کی طاقت کے خوف سے اسلام قبول کیا تھا اور اُن کے دل میں ابھی کچھ اشتباہ

باقی تھا۔اگرچہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اسلام کو مستحکم فرمایا اور اُن کی دونوں آنکھیں اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے خرچ ہوئیں۔

⌘⌘⌘

انصار کے خدشات

اغلب یہی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے چند روز بعد پیش آیا ہوگا۔مورخین نے درست طور پہ اس واقعہ کا وقت متعین نہیں کیا اگر چہ بہت سے مورخین نے اس واقعہ کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ!

اُس روز نبی اکرم ﷺ کوہ حرا پہ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ کئی صحابہ بھی تھے جن میں انصارِ مدینہ اور مہاجرین مکہ دونوں شامل تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو نیچے چھوڑا اور خود قدرے بلندی پہ تشریف لے گئے اور اپنے رب سے مناجات شروع کی۔

نبی اکرم ﷺ کافی دیر تک عبادت اور دعاؤں میں مصروف رہے۔

چوٹی کے ایک طرف انصار مدینہ کا ایک گروہ کھڑا تھا اور باتوں میں مصروف تھا اُن میں سے کوئی ایک شخص بولا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اب جبکہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے خاندان اور اپنے شہر پر دسترس عطا فرمادی ہے تو رسول اللہ ﷺ اب یہیں یعنی شہر مکہ میں قیام پذیر ہوجائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو اہل انصار کے اِن خدشوں سے آگاہ فرمادیا۔

نبی اکرم ﷺ چوٹی سے نیچے تشریف لائے اور جب آپ ﷺ انصار کے اس گروہ کے پاس سے گزرے تو رُک گئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

خدا کی قسم! میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں میں نے تمھاری طرف ہجرت کی ہے میرا جینا بھی تمھارے ساتھ ہے اور میرا مرنا بھی تمھارے ساتھ ہے۔

انصاری صحابی جان گئے کہ رسول اللہ ﷺ کو اُن کے خیال سے آگاہ فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ شرمندہ ہو گئے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ سب تو آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

اللہ اور اُس کا رسول تمھارے عذر کو قبول فرماتے ہیں اور تمھارے جذبہ صادق کی تصدیق فرماتے ہیں۔

⌘⌘⌘

رمضان 8 ہجری، بمطابق جنوری 630ء

قریش کے جھکے سر

کامل بیس سال کی مخالفت کے بعد فتح مکہ کے روز بالآخر قریش کے سر حق کے سامنے جھک گئے اور اُن کے دلوں میں نفرت اور رعونت کی جگہ محبت و آشتی کے سمندر رواں ہو گئے۔ جب دل بدلے تو سبھی کچھ بدل گیا۔ وہی قریش جنھوں نے پتھر اور لکڑی کے بتوں کو خدا بنا رکھا تھا آج وہی قریش بیت اللہ کے صحن سے اس گند کو صاف کرنے میں مشغول تھے۔ توحید کے نغمے اُن کے لبوں پہ تھے اور مغفرت کی خواہش اُن کے دلوں میں تھی۔ قریش مکہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے قابل تو نہ رہے تھے مگر اسلام قبول کرنا یا اُس سے رک جانا ابھی تک اُن کے اختیار میں تھا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا تھا۔ مگر یہ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق تھے جنھوں نے قریش کی شکست کو اُن کی جیت میں بدل دیا تھا آج رسول اللہ ﷺ کی فتح خود قریش کی فتح تھی۔ آج اسلام کی عظمت و رفعت کو وہ اپنی عظمت و رفعت قرار دے رہے تھے۔ وہ پہلے بھی اہل عرب کے حکمران تھے اور آج بھی رسول اللہ ﷺ کی بدولت انھیں پھر سے وہی منصب حاصل ہو گیا

تھا۔وہ کل بھی بیت اللہ کے متولی تھے اور آج بھی رسول اللہﷺ نے بیت اللہ کے تمام مناصب انھیں کوسونپ دیئے تھے۔تاہم اِن سب باتوں کو جاننے کے باوجود قریش کے بہت سے اہم لوگ فتح مکہ کے بعد روپوش ہو گئے تھے مکہ سے بھاگ گئے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بدترین دشمنی کا سلوک کیا تھا۔اُن کے خیال میں وہ اس قابل نہ تھے کہ انھیں معاف کر دیا جائے چنانچہ اُن میں سے بیشتر نے شہر مکہ چھوڑ دیا تھا اور کہیں روپوش ہو گئے تھے۔

عرب کے رواج و دستور کے مطابق بھی یہ لوگ گردن زدنی کے قابل تھے اُن میں عکرمہ بن ہشام تھے، عبداللہ بن ابی سرح تھے، صفون بن امیہ، ہبار بن اسود، سہیل بن عمرو اور شیبہ بن عثمان جیسے لوگ تھے جو واقعتاً شہر مکہ کے اہم لوگ شمار کیے جاتے تھے۔پھر عکرمہ بن ہشام کی بیوی نے رسول اللہﷺ سے عکرمہ کے لیے امان طلب کی تو رسول اللہﷺ نے بغیر کسی جھجک کے اُسے امان عطا فرمائی ہر چند کہ وہ ابو جہل ملعون کا بیٹا تھا جو رسول اللہﷺ کا بدترین دشمن تھا۔رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے میری امت کا فرعون ابو جہل ہے۔تو جب ابو جہل کے بیٹے کو امان مل گئی تو دوسرے لوگوں کو بھی حوصلہ ہوا اور وہ لوگ رسول اللہﷺ سے اپنے رشتہ داروں کے متعلق امان نامے حاصل کرنے لگے اور یہ لوگ مکہ کو لوٹ آئے اور اسلام قبول کر لیا۔رسول اللہﷺ نے کبھی بھی خون خرابے کو پسند نہ کیا تھا چنانچہ آپﷺ کی خواہش تھی کہ صبح کے یہ بھولے اگر شام کو گھر لوٹ آئیں تو انھیں کچھ نہ کہا جائے گا۔

⌘⌘⌘

عکرمہ بن ہشام

لوگوں نے اسے عکرمہ بن ابی جہل لکھا ہے مگر ہم جانتے ہیں کہ رسول اکرمﷺ نے لوگوں کو اس بات سے روک دیا تھا کہ وہ اِن کو عکرمہ بن ابی جہل کہیں۔ اس لیے ہم اِن کو عکرمہ بن ہشام ہی لکھیں گے جو ابو جہل کا اصل نام تھا۔ نبی اکرمﷺ نے جب اول اول اہل قریش کو اسلام کی طرف بلایا تو کم وبیش پورے قبیلے ہی نے آپﷺ کی مخالفت کی۔ مگر اُن میں کچھ اس مخالفت میں شدید تر تھے انھی میں بنو مخزوم کا خاندان بھی تھا جس کا سردار ابو جہل تھا۔ ابو جہل نبی اکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا جیسا کہ اس کے بارے میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اُس کے بیٹے بھی اس دشمنی میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ چنانچہ اُس کے بیٹوں میں حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ہشام نے نبی اکرمﷺ کے خلاف محاذ آرائی میں شہرت حاصل کی۔ ابو جہل تو نبی اکرمﷺ کی زندگی میں ہی اپنے انجام بد سے روشناس ہوا۔ تاہم اُس کے بیٹوں حارث اور عکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ اِن دونوں نے فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا۔ مورخین عکرمہ بن ہشام کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عکرمہ نے اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ خندمہ کے مقام پہ نبی اکرمﷺ کے لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ عکرمہ نہایت جنگجو اور بہادر سپاہی تھا۔ وہ کسی لشکر کو خاطر میں نہ لاتا تھا اسی لیے اُس نے فتح مکہ کے روز اپنے سردار ابو سفیان کی حکم عدولی کرتے ہوئے قریش اور بنو ہذیل کے جوانوں کے ساتھ اسلامی لشکر کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی۔ مگر یہ کام تو وہ تب بھی نہ کر سکا

تھا جب وہ مسلمانوں سے تین گنا یا پانچ گنا ہوا کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز تو اُن کی تعداد مسلمانوں کے مقابل انتہائی قلیل تھی۔ اس لیے لمحاتی جھڑپ کے بعد قریش کو میدان سے بھاگنا پڑا اگرچہ اس سے قبل بھی اپنی اکثریت کے باوجود ہمیشہ وہی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگے تھے۔

عکرمہ جو کہ ایک بہادر سپاہی تھا اُس نے ہمیشہ اپنی شکست کی وجوہات پہ غور کیا تھا مگر بات کبھی بھی اُس کی سمجھ نہ آسکی تھی اور وہ چڑ کے رہ جاتا۔ عکرمہ بن ہشام، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو خندمہ کے مقام سے فرار ہوگئے اور وہ جانتے تھے کہ مسلمان شہر مکہ پہ قابض ہوگئے ہیں ۔ وہ چونکہ خود کو اسلام کے بڑے دشمنوں میں شمار کرتے تھے اس لیے وہ جانتے تھے کہ اُن کی گردن تو ضرور ماری جائے گی۔ اس لیے عکرمہ نے شہر مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا وہ بھاگ نکلا اُس کا ارادہ تھا کہ وہ کسی بحری جہاز پہ سوار ہو کے یمن چلا جائے چنانچہ وہ قریبی بندرگاہ پہنچا تو اُسے یمن جانے والا ایک جہاز دستیاب ہوگیا۔

دوسری طرف عکرمہ کی بیوی نبوی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اسلام لے آئی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ عکرمہ بھی اسلام لے آئے گا۔ وہ آپ کے خوف سے شہر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے مجھے پتا چلا ہے کہ وہ مکہ چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یمن کے جانے ارادے سے روانہ ہوا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے تو غیروں کو بھی معاف کردا ہے وہ تو آپ کا قرابت دار ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے خاوند سے بہت محبت کرتی ہوں اُسے امان عطا فرمائیں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا عکرمہ کے لیے امان ہے۔

عکرمہ کی بیوی اُم حکیم خوشی خوشی اپنے شوہر کے پیچھے روانہ ہوگئی اور اُس نے اپنے شوہر کو بندرگاہ پہ جالیا۔

اُم حکیم نے اپنے شوہر سے کہا؛

اے میرے چچا کے بیٹے! میں تمھارے پاس ایک ایسے شخص کی بارگاہ سے آئی ہوں جو تمام لوگوں سے زیادہ نیکو کار اور سخی ہیں میں اللہ کے رسول سے تمھارے لیے امان لے کے آئی ہوں۔

عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ لوٹ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

عکرمہ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ! اس عورت نے مجھے بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے امان عطا کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہاں تمھیں امان ہے۔

امام حلبی لکھتے ہیں کہ جب عکرمہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے بڑی گرمجوشی سے اُن کا استقبال کیا اُن کے لیے اپنی چادر بچھائی اور اُن کی تعریف فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان سے امان کے لفظ سنتے ہی عکرمہ نے کہا کہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ عکرمہ کے اسلام قبول کرنے سے صحابہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اس لیے کہ عکرمہ ایک بلند پایہ فوجی ماہر تھے اور قریش نے جب بھی مسلمانوں سے جنگ کی تو عکرمہ پیادہ سپائیوں کا لیڈر رہوا کرتا تھا۔ عکرمہ سر جھکائے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور اُن کا سر جھکا ہوا تھا اس لیے کہ وہ اپنے سابقہ عمل پہ شرمندہ تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اے عکرمہ جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔

عکرمہ نے کہا۔

یا رسول اللہ ﷺ! بس ایک ہی خواہش ہے کہ اللہ سے دُعا فرمائیں کہ وہ میرے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے کیونکہ میں نے آپ ﷺ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے عکرمہ کی فلاح کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا؛

اے اللہ! عکرمہ کے وہ تمام گناہ معاف فرما دے جو اس نے ماضی میں کیے۔

اس کے بعد عکرمہ رضی اللہ عنہ کا شمار ہمیشہ جلیل القدر صحابہ میں کیا گیا۔

اسلام لانے کے بعد حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی اسلام کی سربلندی کے لیے وقف کر دی۔ چنانچہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کو رومیوں کے خلاف جہاد کے لیے بھیجا تو اس لشکر میں بہت سے جلیل القدر صحابہ شامل تھے اُن کا سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے اور لشکر میں حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ اُن کے چھوٹے بھائی حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ اور سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ جیسے قد آور لوگ شامل تھے۔

حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد خود کو جہاد کے لیے وقف کر دیا تھا وہ کہتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میں میدان جنگ سے واپس نہ جاؤں بلکہ شہید ہو جاؤں۔ چنانچہ شام میں مسلمانوں نے جتنی فتوحات حاصل کیں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اُن لشکروں میں شامل رہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے اور مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چن لیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا فوجی سربراہ بنایا اور اُن کو مملکت روم پہ حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی اُس لشکر میں شامل تھے اور جس روز مسلمانوں نے جنگ یرموک میں اہل روم کو فیصلہ کن شکست تھی اُس دن حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کی شجاعت عروج کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی جہاں وہ دیکھتے کہ مسلمانوں پہ رومیوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے تو وہ کسی شیر کی طرح وہاں لپکتے اور دشمن کی صفیں کی صفیں روند کر رکھ دیتے۔ خود رومی بھی حیران تھے کہ اِس شہ سوار نے انھیں زچ کر رکھا ہے۔

کچھ صحابہ نے حضرت عکرمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اور کہا؛

اے ابن ہشام رضی اللہ عنہ! اپنی جان پہ کچھ تو رحم کرو۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ہنسے اور کہا۔

خدا کی قسم! میں تو جب جھوٹے خداؤں کی طرف سے لڑتا تھا تب بھی میں نے کبھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اور آج تو میں اللہ رب العزت کے نام کو بلند کرنے کی خاطر لڑ رہا ہوں۔

ساتھیوں مجھے مت ٹوکو! اس لیے کہ مجھے آہو چشم حوروں کے جسم کی خوشبو آ رہی ہے۔

اور اِس کے کچھ دیر بعد انھوں نے شہادت کی خلعت اوڑھ لی۔

⌘⌘⌘

عبداللہ بن ابی سرح

عبداللہ بن ابی سرح کا شمار بھی اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو نبی اکرمﷺکو اذیت پہنچایا کرتے تھے۔عبداللہ بن ابی سرح کا تعلق قبیلہ بنو عامر سے تھا اس لیے کئی مورخین نے اُن کو عبداللہ بن ابی سرح العامری بھی لکھا ہے۔

عبداللہ مدینے پہنچا اور اسلام قبول کیا۔

مگر اس کا دل کبھی بھی اسلام کی عداوت سے خالی نہ ہوا تھا وہ لکھنا پڑھنا جانتا تھا اس لیے نبی اکرمﷺ نے اُسے وحی لکھنے پہ بھی مامور کیا۔جب وہ مرتد ہوا اور مکہ آیا تو وہ اہل مکہ کو بتایا کرتا تھا کہ میں وحی کے الفاظ بدل دیا کرتا تھا اور رسول اللہﷺکو پتا بھی نہ چلتا تھا۔مگر جیسا کہ ظاہر ہے یہ محض اُس کی خوش فہمی تھی کہ اللہ کے رسول اُس کے دل کے حال سے واقف نہیں، نبی اکرمﷺ اُس کی بدد یانتی سے آگاہ تھے اس لیے جلد ہی نبی اکرمﷺ نے اسے کاتب وحی کے منصب سے ہٹا دیا۔جب اُس نے دیکھا کہ رسول اللہ اُس کی بداعمالیوں کو جان گئے ہیں تو اُسے خیال ہوا کہ کہیں نبی اکرمﷺ اُسے قتل ہی نہ کرا دیں تب وہ اسی خوف کی بنا پہ مکہ چلا آیا اور اسلام سے پھر گیا۔مکہ آ کر اُس کی اسلام دشمنی اور بھی بڑھ گئی تھی وہ نبی اکرمﷺ کے خلاف ہجو یہ اشعار کہتا اور دیگر طریقوں سے اسلام کے خلاف زہر اگلتا۔پھر مکہ فتح ہوا اور وہ جانتا تھا کہ اہل مدینہ میں سے بعض افراد نے اُس کے قتل کی قسم کھائی ہے۔اس لیے وہ حضرت عثمان بن عفان کے گھر چھپ گیا اور تب تک چھپا رہا جب تک حضرت عثمان نے مناسب جانا۔

اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں اس لیے پناہ لی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُن کے رضاعی بھائی تھے۔وہ انصاری صحابی جنھوں عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی وہ عبادابن بشر انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

فتح مکہ کے بعد جب ہر طرف امن وامان ہوگیا تو ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو اپنے ساتھ لیا اور مرالظہر ان کے مقام پہ پہنچے جہاں نبی اکرمﷺ اپنے صحابہ کے جلو میں ایک جگہ موجود تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہﷺ! یہ عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ ہے اور اپنے سابقہ اعمال پہ نادم ہے اور سچی توبہ کر کے آپﷺ کے پاس آیا ہے اسے امان عطا فرمائیں۔

آنحضرت محمدﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور منہ موڑ لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوسری طرف سے حاضر ہوئے اور عرض کی!

یارسول اللہﷺ! عبداللہ کو معاف فرمادیں یہ نادم ہے۔

نبی اکرمﷺ نے پھر منہ موڑ لیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور بار بار عرض کی تب نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

عثمان جیسے تمہاری مرضی ہم نے اسے امان عطا کی۔

اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے رسول اللہﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی اور پھر سے اسلام قبول کیا۔اس کے بعد وہ اپنی توبہ پہ قائم رہے اور بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔جب حضرت عثمان اور عبداللہ بن ابی سرح رخصت ہوگئے تو آنحضرت محمدﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو اسی محفل میں موجود تھے:

عباد میں نے توقف کیا اور انتظار کیا تا کہ تم اپنی قسم پوری کرسکو۔

حضرت عباد نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کی محفل میں خونریزی سے جھجک گیا تھا اگر آپ ﷺ اشارہ کردیتے تو میں اُس کی گردن اڑا دیتا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اللہ کے رسول کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ وہ اشاروں سے قتل کرائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی سرح کا دل بدلا تو وہ بہت عمدہ مسلمان ثابت ہوئے وہ مصر و شام اور افریقہ تک جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ رہے اور دادِ شجاعت دیتے رہے۔ جب یہ ممالک فتح ہوگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مصر کے ایک صوبے کا گورنر بنایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سارا مصر حضرت عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔ انھوں نے 59 ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کی تربیت کچھ اس نہج سے کی تھی کہ اسلام دور تک اُن کی رگوں میں اتر گیا تھا اسی لیا تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو اللہ کی زمین پر انسانوں کا سب سے عمدہ گروہ قرار دیا تھا۔

⌘⌘⌘

صفوان بن امیہ

قریش کا بہت اہم سردار تھا اُس کا باپ امیہ روزِ بدر قتل کیا گیا تھا۔ وہ اسلام سے بہت عداوت رکھتا تھا اور اُس کا بیٹا صفوان بھی اپنے باپ ہی کی طرح مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مکہ فتح ہوا تو صفوان کو اپنی جان کا خوف ہوا اور وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اُس نے اپنے چچازاد حضرت عمیر ابن وہب سے کہا کہ وہ اس خوف کے سائے میں زندگی بسر نہیں کر سکتا کہ نجانے کب اُس کو قتل کر دیا جائے اس لیے وہ سمندر میں ڈوب کے مر جائے گا۔

حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا؛

تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ کس قدر سخی اور بلند اخلاق والے ہیں تم فکر نہ کرو میں اُن سے تمہارے لیے امان حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ اپنے چچازاد صفوان بن امیہ کو شہر مکہ سے باہر ایک وادیٔ میں چھوڑ کر حضرت عمیر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ!

آپ نے ہر سیاہ و سفید کو معاف کر دیا ہے تو میرے بھائی صفوان کو بھی معاف کر دیں وہ اپنی قوم کا سردار اور صاحب عزت آدمی ہے۔ وہ آپ ﷺ کے خوف سے سمندر میں ڈوب کے مر جانا چاہتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول فرمائی اور کہا؛

جا اور اُس سے کہہ دے ہم نے اُسے امان دی۔

حضرت عمیر ابن وہبؓ نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ وہ بہت ضدی ہے اگر آپ ﷺ مجھے کوئی نشانی عطا فرما دیں تو میرے لیے آسانی ہو جائے گی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! جیسے تو چاہے اور اپنا امامہ اتار کے حضرت عمیر بن وہب کے حوالے کر دیا۔ حضرت عمیر بن وہبؓ صفوان بن امیہ کو وادی کے دھانے پہ چھوڑ کے آیا تھا اور انتظار کرنے کو کہا تھا مگر جب صفوان نے اپنے جرائم پہ غور کیا تو اُسے احساس ہوا کہ اُسے ہر صورت قتل کیا جائے گا اس لیے وہ حضرت عمیر بن وہبؓ کا انتظار کئے بغیر سمندر کی طرف روانہ ہو گیا اور جب حضرت عمیر بن وہبؓ اُس تک پہنچے تو وہ ایک بلند چٹان پہ چڑھ چکا تھا اور سمندر میں کودنے کے لیے مناسب مقام کی تلاش میں تھا۔

عمیر بن وہبؓ سے اُسے آواز دی اور کہا؛

میرے چچا کے بیٹے رُک جاؤ جلدی مت کرو۔ خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کے در سے کبھی کوئی سوالی خالی نہیں گیا میں تمہارے لیے امان حاصل کر چکا ہوں۔

صفوان بن امیہ نے کہا؛

مجھ سے دور ہو جاؤ مجھے تمہاری کسی بات کا یقین نہیں۔

تب حضرت عمیر بن وہبؓ نے نبی اکرم ﷺ کا عمامہ ہوا میں لہرایا اور فرمایا دیکھ میں تیرے لیے نبی اکرم ﷺ کا عمامہ نشانی کے طور پہ لے کے آیا ہوں۔

اب صفوان ابن امیہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔

یہ دونوں چچا زاد آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔

صفوان نے نبی اکرم ﷺ سے تصدیق کی کہ اُسے امان حاصل ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں تمہیں امان ہے۔

صفوان نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! آپ جو کچھ لوگوں پہ پیش کرتے ہیں اُس پہ سوچنے کے لیے مجھے دو ماہ کا وقت دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تجھے چار ماہ تک اختیار ہے۔

مگر امیہ نے رسالت کا جلال اور نبی اکرم ﷺ کی سخاوت دیکھی تو خود کو نہ روک سکا اور طے کی گئی مدت سے بہت پہلے ہی اسلام لے آیا۔

⌘⌘⌘

ہبار بن اسود

ہبار بن اسود کا شمار بھی نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں کیا جاتا ہے یہ بد بخت وہی ہبار ہے جس نے حویرث بن نقیذ کے ساتھ مل کر حضرت زینب کو اونٹنی سے گرایا تھا جس سے اُن کا اسقاط حمل ہو گیا تھا۔حضرت زینب مدینہ پہنچیں اور نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ کس طرح اُن کو تکلیف دی گئی تو آنحضرت محمد ﷺ ایک باپ کی حیثیت سے غصے کی شدت کا شکار ہوئے اور رنج وغم کے تحت صحابہ سے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے ہاتھ ہبار بن اسود لگ جائے تو اُس کو زندہ آگ میں جھونک دینا۔تاہم نبی اکرم ﷺ جب اس وقتی اشتعال سے باہر آئے تو صحابہ سے فرمایا کہ میں نے جو حکم تمہیں دیا تھا کہ ہبار کو آگ میں جھونک دینا میں اس کو واپس لیتا ہوں کہ آگ میں جلانا صرف خداوند قدوس کی شان ہے۔ہاں مگر اُس نے ہمیں دکھ دیا ہے اس لیے اُس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دینا اور اُسے مرنے کے لیے چھوڑ دینا تا کہ وہ ایک اذیت ناک موت کا سامنا کرے۔صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ حکم اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا تھا اور جب مکہ فتح ہوا تو کئی صحابہ ہبار بن اسود کی تلاش میں رہے تا کہ اُس سے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی پہ کی گئی زیادتی کا بدلہ لے سکیں۔تاہم ہبار اُن کے ہاتھ نہ آیا اس لیے کہ وہ شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا تھا۔اُس نے سوچا کہ وہ عجمیوں کے کسی ملک میں چلا جائے گا مگر وہ حالات پہ بدستور نظر رکھے ہوئے تھا اور جانتا تھا کہ جو کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے نبی اکرم ﷺ اُسے

قتل نہیں کرتے بلکہ اُسے معاف کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ خود کو ذہنی طور پہ اس بات کے لیے تیار کرتا رہا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے کبھی وہ نبی اکرم ﷺ کی عفو و درگذر پہ نظر ڈالتا تو اپنے قدم دربار رسالت کی طرف بڑھاتا کبھی اپنے جرم پہ نظر ڈالتا تو اٹھے ہوئے قدم واپس کھینچ لیتا۔ اسی شش و پنج میں دن گذرتے رہے۔ وہ بنو ہوازن کے ہاں مقیم تھا مگر جب بنو ہوازن کو رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اُس نے سوچا اب اُس کے لیے کوئی جائے امان نہیں وہ جہاں بھی چلا جائے نبی اکرم ﷺ سے خود کو محفوظ خیال نہیں کر سکتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ وہ خود نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہو جائے۔

چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ جب طائف سے محاصرہ اٹھا کے جعرانہ کے مقام پہ رُکے تو یہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو پہچان لیا ایک صحابی تیزی سے اٹھے اور اپنی تلوار کو بے نیام کرتے ہوئے ہبار بن اسود کے سر پہ جا پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو اجازت طلب نظروں سے دیکھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ اشارہ کریں تو اس بدبخت کی گردن اُس کے جسم سے الگ کر دی جائے۔

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا اور یاد دہانی کے طور پہ کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! یہ ہبار بن اسود ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں میں وہ منظر لہرایا اپنی بیٹی پہ کیا گیا ظلم یاد آیا اپنی بیٹی کے بچے کا قتل یاد آیا مگر اگلے ہی لمحے منصب رسالت کا احساس جاگا تو نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے صحابہ کو روک دیا اور فرمایا؛

جانے دو! یہ خود چل کے ہمارے پاس آیا ہے ممکن ہے اللہ نے اِس کے دل کو بدل دیا ہو۔ ہبار بن اسود نبی اکرم ﷺ کی اس اخلاقی رفعت کی تاب نہ لا سکا اور اب اُس کی آنکھوں سے ندامت کے موتی گر رہے تھے اُس نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ! ہم گمراہ تھے جانوروں سے بدتر تھے مردار کھاتے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے

تھے۔یا رسول اللہ ﷺ آپ ہی کے طفیل ہمیں ہدایت سے نوازا گیا میں اپنی خطاؤں کو اگر چہ بہت بڑا جانتا ہوں مگر اِک زمانے میں آپ کی عفوو درگذر کی گونج ہی نے مجھے حوصلہ بخشا ہے کہ شاید میں بھی آپ ﷺ کے قدموں میں جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

اے اللہ کے رسول ﷺ!

میری خطائیں معاف فرما دیں یہی آپ ﷺ کی سخاوت اور درگذر کا مقام ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں نے تمہیں معاف کیا، یہ بھی تم پہ اللہ کا ایک احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی طرف رغبت عطا کی اسلام قبول کرنے سے انسان کے سارے گناہ دھل جاتے ہیں اور اسلام انسان کی سابقہ تمام بدکاریوں اور خطاؤں کو نگل لیتا ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ہبار بن اسود نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی مدینہ چلے آئے۔صحابہ کے دلوں میں ہبار کی نفرت موجود تھی کہ وہ اُس ظرف کے حامل نہ تھے جو رسالت کی وسعت کو زیبا ہے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے تو ہبار کو معاف کر دیا تھا مگر کئی صحابہ اُس سے نفرت کرتے تھے اور اگر وہ مدینے کی گلیوں میں انھیں کہیں مل جاتا تو وہ اسے گالیاں دیتے۔

حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے اس بات کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے ہبار کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے صحابہ کو مخاطب کیا اور فرمایا؛

تم لوگ میرے اس صحابی کو اذیت کیوں دیتے ہو اس سے باز آ جاؤ اور حضرت ہبار سے کہا اگر اب تمہیں کوئی گالی دے تو تم اُسے دو گالیاں دینا۔چنانچہ صحابہ حضرت ہبار سے رُک گئے۔سچ تو یہ ہے کہ ہبار جیسے شخص کو معاف کر دینا معروف انسانی اخلاقی اقدار سے اس قدر ارفع اقدام ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔مگر جب رسالت کی وسعت کا خیال آتا ہے تو خاموشی چھا جاتی ہے کہ اس کی حدوں کو کس نے جانا ہے۔اللہ کے رسول ویسے بھی ذاتی انتقام پر یقین نہیں رکھتے اس لیے جب ابو جہل کے بیٹوں کو معافی مل سکتی ہے تو اس دربار سے کسی کو بھی معافی مل سکتی ہے

۔رسول اللہ ﷺ کا دامن ظرف اس قدر وسیع تھا کہ خود آپ ﷺ کے دشمن آپ ﷺ کے اخلاق کی تعریف کرتے نہ تھکا کرتے۔سچ تو یہ ہے کہ محبت فاتح عالم ہے۔

⌘⌘⌘

سہیل بن عمرو

سہیل بن عمرو کا شمار اہل قریش کے صاحبِ دانش افراد میں کیا جاتا تھا وہ قبیلے کے اہم فرد تھے اس لیے مختلف مواقع پہ قریش کی نمائندگی انھی کے ذمے تھی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے معاہدے میں قریش کی طرف سے وہی پیش پیش سے ہوئے تھے۔اس سے قبل وہ جنگ بدر میں گرفتار ہوئے تھےاور فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی تھی۔

جب مکہ فتح ہوا تو وہ کہیں چھپ گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے قبل اسلام لا چکے تھے حضرت سہیل بن عمرو چونکہ اسلام دشمنی میں قریش کے حمائتی اور سرفہرست افراد میں شامل تھے اس لیے انھوں نے گمان کیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے گا۔ابھی تک حضرت عبداللہ بن سہیل نے بھی نبی اکرم ﷺ سے اپنے باپ کے لیے امان طلب نہ کی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات سے شرمارہے تھے کہ اسلام کے اتنے بڑے دشمن کی وکالت وہ کس طرح کریں۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی محفل میں سہیل بن عمرو کا تذکرہ چھڑا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! وہ قریش کا نہایت ہی صاحب دانش اور شریف النفس فرد ہے اور اسلام سے زیادہ دیر تک دور نہیں رہ سکتا اس لیے اگر وہ کسی صحابی کو ملے تو خبردار کوئی اُن سے برا سلوک مت کرے بلکہ اُن کو تیز نظر سے بھی نہ دیکھے۔

یہ بات جب حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ اپنے والد کے پاس گئے اور اُن کو بتایا کہ آپ غلط سوچ رہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے آپ کی تعریف کی ہے آپ چند دن چھپے رہیں

میں نبی اکرم ﷺ سے آپ کے لیے امان حاصل کرتا ہوں۔

سہیل بن عمرو نے اپنے بیٹے عبداللہ بن سہیل سے کہا؛

بخدا! حضور جب چھوٹے تھے تب بھی احسان وکرم ہی اُن کا شیوہ تھا اور اب جبکہ وہ بڑے ہو گئے ہیں تب بھی احسان وکرم ہی اُن کا طریق ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن سہیل آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے باپ سہیل بن عمرو کے لیے امان طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سہیل سے فرمایا؛

اپنے والد سے کہہ دو کہ انھیں ہم سے چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں اُن کے لیے امان ہی امان ہے۔

اس کے بعد سہیل بن عمرو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور آپ ﷺ کی صحبت اختیار کر لی اگرچہ اسلام انھوں نے کچھ عرصے بعد جعرانہ کے مقام پہ قبول کیا۔ جب اُن کا سینہ نور حقیقت سے منور ہو گیا تو اُن کا شمار بزرگ اور اعلیٰ مرتبت صحابہ میں ہونے لگا۔ یاد رہے کہ حضرت سہیل بن عمرو کا شمار اہل عرب کے بڑے خطبا میں ہوتا ہے۔

حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ وفات پا گئے تو اہل مکہ سخت مایوسی اور ابتری کا شکار ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ دین سے ہی نکل جاتے مگر تب حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کہیں سے نمودار ہوئے اور اتنا شاندار اور بسیط خطبہ دیا کہ روتے روتے مسلمانوں کی چیخیں نکل گئیں اور اس خطبے کے بعد اُن کے ایمانوں پہ نیا نکھار آ گیا تھا۔

⌘⌘⌘

شیبہ بن عثمان

شیبہ بن عثمان کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا جو عہد جاہلیت سے ہی کلید بردارِ کعبہ چلے آئے تھے اور فتح مکہ کے موقع پہ نبی اکرمﷺ نے اُن کے اس اعزاز کو برقرار رکھا تھا۔ شیبہ بن عثمان نے اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ خود بیان کیا ہے ہم اُسی کو یہاں بیان کئے دیتے ہیں۔

شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بیان کرتے ہیں کہ!

مکہ فتح ہو چکا تھا لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف جھک گئے تھے مگر میرے دل میں انتقام کی سلگتی آگ سرد ہونے میں نہ آتی تھی اس لیے کہ اُحد کے روز قریش کا پرچم ہمارے ہاتھ میں تھا اور صدیوں سے ہم ہی قریش کے علمبردار چلے آئے تھے۔ روزِ احد مسلمانوں نے قریش کے پرچم کو سرنگوں کرنے کے لیے بنو عبدالدار کا قتل عام کیا تھا اور پے در پے اُن کے گیارہ علم برداروں کو قتل کر دیا تھا۔ قتل ہونے والے علم برداروں میں میرا باپ بھی شامل تھا، بھائی بھی شامل تھے اور چچا کے بیٹے بھی قتل ہوئے تھے اس لیے میں اپنے دل میں اسلام کے لیے کوئی نرمی نہ پاتا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر میری آنکھوں کے سامنے ہی لوگوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کیا ہوا تھا کہ اگر عرب و عجم کے سارے لوگ بھی اسلام قبول کر لیں تب بھی میں اسلام قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں اپنی ضد پہ اڑا رہا اگرچہ میرے گھر کے سارے لوگ بھی اسلام قبول کر چکے تھے مگر میں نے اپنی خواہش کو اپنی خاموشی کے پیچھے چھپایا ہوا تھا۔ پھر رسول اللہﷺ حنین کے لیے نکلے اور میں نے دیکھا کہ اہل مکہ کے

بہت سے وہ لوگ بھی اسلامی لشکر کے ہمراہ ہوگئے ہیں جنھوں نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ چنانچہ میں بھی چپکے سے اُن کے ساتھ ہولیا اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں موقع پا کر آنحضرت محمد ﷺ کو قتل کر دوں تا کہ اپنے مقتولوں کا بدلہ لے کر اپنے انتقام کی آگ سرد کر سکوں۔ پھر مسلمانوں کا بنو ہوازن سے سامنا ہوا اور مسلمان لشکر منتشر ہوگیا تب صرف رسول اللہ ﷺ تھے جو ڈٹے رہے اور اپنے چند صحابہ کے ساتھ دشمن کی یلغار کا مقابلہ کرتے رہے۔ میں نے خیال کیا کہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مجھے اس سے بہتر کوئی موقع نہ ملے گا۔ چنانچہ میں دبے پاؤں نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھا اور میں نے اپنی تلوار سونت رکھی تھی۔ پھر وہ وقت بہت قریب آگیا جب میں اپنے مقصد کو حاصل کر سکتا تھا تب ایک بجلی سی چمکی اور میرے اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین حائل ہوگئی۔ اُس بجلی میں اتنی شدید چمک تھی کہ میں سمجھا کہ میری آنکھوں کا نور جا تا رہا ہے میں نے اس بجلی سے بچنے کے لیے اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیے تھے۔

اس دوران نبی اکرم ﷺ میری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے بارعب آواز میں مجھے پکارا اور مجھے حکم دیا؛

شیبہ میرے قریب آجاؤ۔

اور میں نے یوں محسوس کیا جیسے میں اُن کا غلام ہوں میں ادب واحترام کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے قریب جا کھڑا ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پہ رکھا اور بارگاہ الٰہی میں دُعا کی۔

اے میرے اللہ! شیبہ کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھ۔

میں اپنے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو ابھی محسوس بھی نہ کر پایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے اگلا حکم دیا شیبہ تلوار اٹھاؤ اور دشمن سے جنگ کرو۔ اور میں جیسے مسحور سا تھا میں نے تلوار اٹھائی اور اس شدت سے کفار کا مقابلہ کیا کہ اُن کی صفیں کی صفیں الٹ کے رکھ دیں۔ میں اس جوش وخروش

سے کفار کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ اگر میرا باپ بھی سامنے آ جاتا تو میں اُسے بھی قتل کر دیتا۔ پھر جنگ ختم ہوگئی بنو ہوازن کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جنگ کے بعد میں ایک طرف بیٹھا اپنے موجودہ رویے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اپنے اندر سے اٹھنے والی بے پناہ تبدیلیوں کی یلغار کو محسوس کر رہا تھا۔ تب میں نے جانا کہ میں تو نبی اکرم ﷺ کی محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اور میری وہ خواہش جسے اپنے دل میں پالے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا اُس میں اب مجھے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ جب جنگ کا شور ختم ہوا اور مسلمان مال غنیمت کے انبار سمیٹ رہے تھے تب میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں اپنے اُس خیال پہ شرمندہ سا تھا جسے لے کر میں مکہ سے مسلمان لشکر کے ہمراہ نکلا تھا تاہم مجھے اس بات کا اطمینان ضرور تھا کہ میری اُس بدنیت سے میرے سوا کوئی بھی آگاہ نہ تھا۔

مگر یہ میری غلط فہمی تھی۔

اس لیے کہ میں جونہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا اور نبی اکرم ﷺ نے رخ مبارک میری طرف موڑا تو ارشاد فرمایا؛

اے شیبہ! اللہ تعالیٰ نے تیرے بارے میں جو ارادہ فرمایا ہے وہ اس ارادہ سے کہیں بہتر تھا جو تو نے اپنے بارے میں کیا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے میرے دل میں چھپے ہوئے خیالات سے مجھ کو آگاہ فرما دیا اور میں اس قدر شرمندہ تھا کہ مجھ سے سر نہ اٹھایا جاتا تھا۔

تاہم اس ایک بات نے میرے دل پہ پڑے وہ تمام پردے ہٹا دیئے جو میرے اور دین حق کے بیچ حائل تھے۔ چنانچہ میں نے بغیر کسی خوف اور لالچ کے اس بات کا اقرار کیا کہ آپ ﷺ یقیناً اللہ کے سچے رسول ہیں جو دلوں میں چھپی ہوئی باتوں سے بھی آگاہ رہتے ہیں اس لیے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پہ ایمان لاتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ کی محبت کا شکار ہونے والوں میں شیبہ اکیلے ہی نہ تھے بلکہ اُن لوگوں کی ایک بڑی تعداد تھی جو اپنے دلوں میں نفرت اور انتقام کی آگ لیے نبی اکرم ﷺ کے سامنے آئے اور نبی اکرم ﷺ کی من موہنی صورت دیکھ کر اپنے ارادوں کو

بھول گئے اور نبی اکرم ﷺ کے قدموں کی خاک بننے کو متاع غرور جاننے لگے۔

⌘⌘⌘

عتبہ اور معتب

یہ دونوں ابولہب کے بیٹے تھے۔ابولہب اگرچہ نبی اکرم ﷺ کا چچا تھا مگر اُس کی ساری زندگی نبی اکرم ﷺ کی دشمنی میں ہی گذر گئی تھی۔ وہ اپنی موت تک اسلام کا بدترین دشمن رہا تھا۔ فتح مکہ سے قبل ابولہب وفات پا چکا تھا اور فتح مکہ کے بعد اُس کے بیٹے عتبہ اور معتب دوسرے مشرکوں کی طرح چھپتے پھر رہے تھے۔ فتح مکہ کو کئی روز گذر چکے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے بھائی کے دونوں بیٹے مجھے نظر نہیں آئے وہ کہاں گئے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ!

جس طرح دوسرے مشرک آپ ﷺ کے خوف سے روپوش ہو گئے ہیں اسی طرح عتبہ اور معتب بھی کہیں چھپے ہوئے ہوں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُن کو ڈھونڈ کر میرے سامنے پیش کرو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عتبہ اور معتب کو کھوج لیا اور آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی انھوں نے بغیر کسی تردد کے کلمہ پڑھ لیا اُن کے اسلام لانے سے نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ گہری خوشی کے آثار واضح ہوئے جنھیں محسوس کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اِن دونوں بھائیوں کو اپنے دائیں بائیں کھڑا کیا اور بارگاہ الٰہی میں دیر تک اُن کے لیے دُعا کرتے رہے۔

ابولہب کے اِن فرزندوں کے سینے ایمان کی حلاوت سے آشنا ہوئے تو وہ نہایت سچے اور کھرے مسلمان بنے۔روزِ حنین جب صحابہ کی اکثریت بھاگ کھڑی ہوئی تھی تب یہ دونوں بھائی ثابت قدم رہے تھے اور اُن چند لوگوں میں شامل رہے تھے جو بھاگے نہیں تھے یہ نبی اکرم ﷺ کے دائیں اور بائیں جانب سے لڑتے رہے تھے اور آنحضرت محمد ﷺ کی حفاظت کو انھوں نے اپنی جان سے عزیز تر جانا تھا اور یہی ایمان کی سب سے بڑی کسوٹی ہے جس پہ یہ دونوں بھائی پورے اترے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے خاندان یعنی بنو ہاشم نے رسول اللہ ﷺ کا دامن تھامے رکھا چاہے انھوں نے اسلام قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو۔قبائلی عصبیت کی بنا پر وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک آہنی دیوار کی طرح کھڑے رہے جو قریش اور رسول اللہ ﷺ کے مابین استوار ہوئی۔قریش چاہتے تھے کہ بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کی پشت پناہی سے باز آجائیں تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو آسانی سے قتل کر سکیں مگر بنو ہاشم نے قریش پہ اس بات کو واضح کر دیا تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ رسول اللہ ﷺ کی پشت پناہی سے تائب نہ ہوں گے تب یہ ابولہب اور اُس کے بیٹے ہی تھے جو بنو ہاشم میں سے ہوتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کی پشت پر کھڑے نہ ہوئے بلکہ انھوں نے قریش کو اختیار کیا۔شعب کی ویرانیوں میں بھی جہاں سارے بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تین سال تک محصور رہے ابولہب اور اُس کے بیٹے قریش کے ساتھ مکہ میں ہی رہے مگر رسول اللہ ﷺ کی شانِ شفقت کے کیا کہنے کہ آپ ﷺ نے ابولہب کے بیٹوں کو بھی معاف کر دیا۔

⌘⌘⌘

فتح مکہ کے بعد اگرچہ عام طور پر لوگ
اسلام لے آئے تھے مگر جن کے دل اسلا
م کے خلاف عداوت سے بھرے ہوئے
تھے اس سوچ میں پڑ گئے کہ اب وہ کس کی
پوجا کریں کہ اُن کے خدا تو شہر مکہ کی
گلیوں میں رل گئے تھے اب اُن کے
پاس کوئی راستہ ہی نہ تھا اسلام کے سوا!

رمضان 8 ہجری، بمطابق جنوری 630ء

نومسلم

جب مکہ فتح ہو گیا تو لوگوں کے پاس اب دین جاہلیت پر قائم رہنے کا کوئی جواز باقی نہ رہ گیا تھا۔ پھر اگر وہ اپنے دین پر ہی رہنا چاہتے تو کس کی پوجا کرتے اُن کے خدا تو شہر مکہ کی گلیوں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ قریش مکہ صاحب دانش تھے فتح مکہ سے قبل ہی اُن کے دلوں میں یہ احساس بیدار ہو چکا تھا کہ لکڑی اور پتھر کے یہ بت جن کی وہ پوجا کرتے ہیں کسی کام کے نہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ کسی کام کے ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سجائے گئے ہر میدان حرب میں اُن کے حصے میں ذلت ہی کیوں آتی۔ چنانچہ خود قریش کا سردار ابوسفیان رسول اللہ ﷺ سے کہہ رہا تھا کہ ہم سے بھول ہوئی ہم نے دیر کی اور اِن بتوں کے سبب ہی ذلت ہمارے حصے میں آئی ورنہ قریش کو کون شکست دے سکتا تھا۔ چنانچہ اہل قریش نے اسلام قبول کر لیا اور قریش کے اسلام قبول کرنے سے رسول اللہ ﷺ کی خوشی دوبالا ہو گئی آپ ﷺ کو ایک خوشی تو اس بات کی تھی کہ اللہ کے گھر کو شرک کی آلودگی سے پاک کر دیا گیا تھا اور دوسری خوشی یہ تھی کہ آپ ﷺ کے خاندان نے بھی بالآخر آپ ﷺ کی رسالت کا

اقرار کرلیا تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے روز ایک ہزار سے زائد لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ سب کے حالات تو ہم تک نہیں پہنچ سکے۔ تاہم تاریخ کی راہداریوں میں جن صاحب نصیب لوگوں کا تذکرہ محفوظ رہا اُن کا ذکر اِن صفحات میں مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین

☜ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ

اگرچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت طلحہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے آٹھ ماہ قبل ہی صفر آٹھ ہجری میں اسلام لا چکے تھے۔ تاہم مورخین کے ایک گروہ کا اصرار ہے کہ حضرت عثمان بن طلحہ تب اسلام لائے جب رسول اللہ ﷺ نے انھیں بیت اللہ کی چابیاں عطا فرمائیں کہ وہ پہلے بھی اسی منصب پر فائض تھے۔ چنانچہ حضرت طلحہ بن عثمان رسول اللہ ﷺ کی اس سخاوت سے متاثر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرت طلحہ بن عثمان کا تعلق بنوعبدالدار سے تھا جو قریش کے علم بردار ہوا کرتے تھے چنانچہ روزِ اُحد حضرت طلحہ بن عثمان کے والد اُن کے بھائی اور اُن کے کئی چچازاد کفارِ قریش کا پرچم بلند رکھنے کی جدوجہد میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے اس لیے اغلب یہی ہے کہ حضرت طلحہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز ہی اسلام قبول کیا ہوگا اس لیے کہ اُن کی والدہ نے بھی اُسی روز اسلام قبول کیا تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حبیبیٰ بن جاریہ رضی اللہ عنہ

اِن کا تعلق بنوثقیف سے تھا۔ اُن کا قبیلہ بنوزہرہ کا حلیف یہ تھا اور یہ وہ قبائل تھے جو اسلام سے عناد رکھنے میں مشہور تھے۔ چنانچہ بنوثقیف تو فتح مکہ کے بعد بھی اُس وقت تک اسلام نہ لائے

جب تک کہ انھیں طاقت کے زور سے اس بات پر مجبور نہ کر دیا گیا۔ تاہم حضرت حبیبیٰ بن جاریہ کے متعلق مورخین نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام لے آنے کے بعد عام عربوں کی طرح انھوں نے بھی اپنے اس عہد کا پاس کیا اور نہایت ہی عمدہ مسلمان ثابت ہوئے اور اپنی جان تک راہ اللہ میں کھپا تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رومیوں کے خلاف جنگ یرموک میں انھوں نے شہادت کا بلند مقام حاصل کیا اور ابدی راحت پالی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ **حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ**

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کا شمار اہل عرب کے اہم لوگوں میں کیا جاتا تھا۔ وہ اُن کے صاحب دانش لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور بہت ہی عمدہ شاعر تھے وہ نیکوکار اور بہادر تھے۔ اُن کا پورا نام حضرت عباس بن مرداس بن ابی عامر سلمیٰ رضی اللہ عنہ تھا وہ اپنے قبیلے کے مذہبی رہنما تھے۔ اُن کا بت ضمار تھا جس کی پوجا اُن کا پورا قبیلہ کرتا تھا۔ وہ پتھر کا بنا ہوا ایک بت تھا جو حضرت عباس کے والد مرداس کی ملکیت تھا۔ سارا قبیلہ مرداس کی تکریم کرتا تھا اس لیے وہ لوگ اسلام قبول کرنے سے رُکے ہوئے تھے اور اپنے بت ضمار سے ہی چمٹے ہوئے تھے جس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ چونکہ اُن کا پیشہ غارت گری تھا اور وہ قریش کے حلیف بھی تھے اس لیے وہ اسلام قبول کرنے سے رکے ہوئے تھے۔ پھر مرداس مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے عباس کو ہدایت عطا فرمائی۔ وہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ!

میرا باپ مر گیا مگر مرتے وقت اُس نے مجھے اسلام سے دور رہنے کی وصیت کی اور اسلام کے

خلاف اپنے بغض کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ضمار کی پوجا نہ چھوڑنا وہ تمہیں نفع ونقصان پہنچانے پر قادر ہے۔حالانکہ اُن دنوں ہر طرف اسلام کے چرچے تھے اور قبیلوں کے قبیلے اسلام قبول کر رہے تھے خود میری کیفیت یہ تھی کہ میں اس بات کو جانتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو عمدہ باتوں کی طرف ہی بلاتے ہیں پھر جب میرا باپ مر گیا تو ایک روز میں اُس کوٹھری میں گیا جس میں ضمار نامی بت تھا تب ایک غیبی آواز نے میری رہنمائی کی اور مجھے میری منزل سے آ گاہ کیا۔ اور میں اپنی منزل کی طرف نکل کھڑا ہوا میں رسول اللہ ﷺ سے ملنا چاہتا تھا۔مدینہ پہنچ کر مجھے پتا چلا کہ آپ ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے نکل چکے ہیں۔تو میں نے راستے میں آپ ﷺ کو جا لیا اور آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔وہ غیبی آواز جس کا میں نے تذکرہ کیا تھا اُس آواز نے مجھے اِن الفاظ میں پکارا تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

قُلْ لِّلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا
اَوْدٰى ضَمَارُوَ عَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ

اے عباس! خاندان سلیم کی تمام شاخوں سے کہہ دو ضمار ہلاک ہو گیا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی مسجدوں والے ہی اب غالب رہیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَ الْهُدٰى
بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مُهْتَدٍ

جس ہستی نے عیسیٰ بن مریم ؑ کے بعد نبوت اور ہدایت کی وراثت پائی وہی ہدایت پر

ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوْدٰی ضَمَارُ وَکَانَ یُعْبَدُ مَرَّۃً
قَبْلَ الْکِتَابِ اِلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٖ

ضمار ہلاک ہوگیا حالانکہ نبی برحق حضرت محمد ﷺ پر کتاب اترنے سے پہلے اس کی عبادت کی جاتی تھی۔[*10]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

☜ حضرت عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ

پھر حضرت عبداللہ بن ابی امیہ مخزومیؓ کا دل بھی پھرا۔اور وہ اسلام لانے کے لیے مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے۔تب رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہونے کے لیے مدینہ سے نکل چکے تھے۔چنانچہ سقیا اور عرج کے درمیان اُس نے اسلامی لشکر کو دیکھا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے اُس سے منہ پھیر لیا کیونکہ اُس کا شمار رسول اللہ ﷺ کے بدترین دشمنوں میں ہوتا تھا۔تاہم چونکہ وہ اُم المومنین حضرت اُم سلمٰی کے بھائی تھے یعنی اُن کا باپ ایک ہی تھا اگرچہ مائیں الگ الگ تھیں[*11] اور اس سفر میں حضرت اُم سلمٰی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھیں اس لیے انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے بھائی کی سفارش کی تب رسول اللہ ﷺ نے اُس سے ملاقات کے لیے آمادگی ظاہر کر دی۔حضرت عبداللہ نے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی اور ہدایت قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔نبی اکرم

ﷺ نے اُن کو معاف کر دیا تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا ازاں بعد وہ نہایت ہی اچھے مسلمان ثابت ہوئے اور اپنے عہد پر پختہ رہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے دنوں میں ہی حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنے بیوی بچوں سمیت اسلام قبول کیا۔ یہ حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے شہر مکہ میں داخل ہو نے سے پہلے مرالظہر ان کے مقام پر فتح مکہ سے ایک روز قبل اسلام لائے تھے۔ تاہم اُن کے بیوی بچوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا۔ عہد جاہلیت میں بھی حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے تھے اور نبوت کے بعد بھی وہ دوسرے قریشی سرداروں کی طرح رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے سے باز رہے تھے۔ ذیل میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے نام تحریر کیے جاتے ہیں۔

اُن کی بیوی کا نام زینب بنت عوام رضی اللہ عنہا تھا۔

اُن کے بڑے بیٹے کا نام حضرت ہشام بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔

دوسرے بیٹے کا نام حضرت خالد بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔

اُن کے تیسرے بیٹے کا نام حضرت عبداللہ بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔

اُن کے چوتھے بیٹے کا نام حضرت یحییٰ بن حزام رضی اللہ عنہ تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو وداعہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو وداعہ حارث بن عمیرہ بن سعید کا تعلق بنو سہم سے تھا۔انھیں بھی اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے روز ہدایت سے نوازا تھا۔اُن کے بیٹے مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔یادرہے کہ جنگ بدر میں حضرت ابو وداعہ رضی اللہ عنہ کفار قریش کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے تھے اور اُن لوگوں میں شامل تھے جنھیں مسلمانوں نے قید کرلیا تھا۔ قریش جنگ ہار کر مکہ پہنچے تو انھوں نے مشاورت کی اپنے قیدیوں کے بارے جلدی مت کرنا ورنہ مسلمان بہت زیادہ فدیہ طلب کریں گے۔سب اہل قریش نے اس بات کو قبول کیا اسی مجلس میں حضرت ابو وداعہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت مطلب رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے اور انھوں نے بھی قریش کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔پھر اسی مجلس سے اٹھے اور اپنے باپ کی رہائی کے لیے مدینہ روانہ ہوئے۔چونکہ اُن کا شمار مکہ کے اہم تاجر گھرانوں میں کیا جاتا تھا اس لیے مسلمانوں نے اُن سے اُن کے قیدی کی رہائی کے عوض چار ہزار درہم طلب کیے۔جو حضرت مطلب نے ادا کیے اور اپنے باپ کو چھڑا کر مکہ پہنچے۔یادرہے کہ حضرت وداعہ رضی اللہ عنہ وہ سب سے پہلے قیدی تھے جنھوں نے اپنا فدیہ ادا کر کے اہل مدینہ سے رہائی حاصل کی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے مشہور خاندان بنو عدی سے تھا انھوں نے بھی

انھی ایام میں اسلام قبول کیا تھا جب اہل قریش کے ہر شخص کے دل میں اسلام قبول کرنے کی خواہش جنم لے رہی تھی۔ اس لیے کہ اب اُن کا کفر اُن کے لیے وبال جان بن کے رہ گیا تھا جن کے دلوں میں اسلام کی محبت جاگ اٹھی تھی اُن کا معاملہ تو الگ تھا مگر جن لوگوں کے دل میں اسلام کے خلاف عداوت تھی اُن کے لیے بھی اب کفر پہ برقرار رہنا ممکن نہ رہا تھا۔ مورخین نے کہا ہے کہ اُن کے نام میں اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ اُن کا نام عبید ہے اور بعض نے کہا کہ اُن کا نام عامر تھا۔

واللہ واعلم

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے بھی فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ اُن کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا جو قریش کا حلیف قبیلہ تھا۔ وہ بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے تھے اور بعد کے تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ہم رقاب رہے تھے۔ غزوہ حنین، غزوہ طائف اور غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں حلوان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں یمن کے ایک صوبے کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے انھیں صنعاء کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سال وہ حج پر گئے ہوئے تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہوئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ

فتح مکہ سے چند روز قبل ہی حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ مغیرہ قرشی مخزومی نے اسلام قبول کیا تھا۔ اُن کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔ یاد رہے کہ قریش کے تمام خاندانوں میں بنو مخزوم رسول اللہﷺ کی دشمنی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے کہ اُن کا سردار ابو جہل جیسا شخص تھا۔ اس کے باوجود بنو مخزوم کے کئی لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جن میں حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ کے بھائی حضرت عیاش بن ربیعہؓ بھی تھے۔ جن کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں بنو مخزوم نے قید کر دیا۔ وہ تقریباً ایک سال تک اپنوں ہی کی قید میں رہے تھے پھر موقع دیکھ کر اُن کی ماں نے اُن کی مدد کی اور وہ بھاگ کر مدینہ پہنچ گئے۔ انھی حضرت عیاش بن ربیعہ ؓ کے بڑے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہؓ کا تذکرہ یہاں کیا گیا ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو شریح حزاعیؓ

حضرت ابو شریح الخزاعیؓ نے بھی انھی ایام میں اسلام قبول کیا مگر اُن کا اسلام اس حوالے سے قدرے مختلف ہے کہ غالباً انھوں نے فتح مکہ سے کچھ روز پہلے اسلام قبول کیا ہوگا اس لیے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہﷺ کے ہمراہ جو لشکر تھا حضرت ابو شریح خزاعیؓ اُس میں شامل تھے۔ اُن کے نام میں بھی مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ بعض نے اُن کا نام حضرت خویلد بن عمروؓ بھی لکھا ہے۔ واللہ واعلم

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عتاب بن اسیدؓ

فتح مکہ کے روز حضرت عتاب بن اسید نے بھی اسلام قبول کیا۔قریش کے اس نوجوان کو رسول اللہﷺ نے بہت عزت عطا فرمائی اور انھیں شہر مکہ کا حاکم مقرر کیا۔حضرت عتاب بن اسید ؓ کی امارت میں ہی نو ہجری میں لوگوں نے حج کا فریضہ ادا کیا۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں بھی وہی شہر مکہ کے حاکم تھے۔مگر حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں وہ شہر مکہ کے حاکم نہ تھے اس لیے کہ جس روز حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا انتقال ہوا اسی روز حضرت عتاب اسید ؓ کا بھی انتقال ہوا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عداء بن خالدؓ

اسی سال حضرت عدا ابن خالد نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔وہ فتح مکہ کے کئی روز بعد ایمان لائے تھے۔صحیح بخاری میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہﷺ نے اُن کے لیے خریداری کی ایک تحریر لکھوائی تھی جو محفوظ طور پہ روایت کی گئی ہے امام بخاری کے علاوہ جامع ترمذی، سنن نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو سنابل بعلبك رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے ایام میں حضرت ابوسنابل بعلبک بن حارث بن قرشی عبدی ایمان لائے۔آپ قریش کے شاعر تھے۔حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کے نکاح کا قصہ صحیح بخاری میں مرکوز ہے۔حضرت ابوسنابل کی بیوی حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ اپنی موت تک مدینہ میں ہی موجود رہے اس لیے کہ جو شخص مدینہ میں انتقال کرے گا میں قیامت کے روز اُس کی شفاعت کروں گا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عامر بن کرز رضی اللہ عنہ

حضرت عامر بن کرز بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام لائے۔اللہ تعالیٰ نے اُن کی رہنمائی کی اور وہ اسلام لے آئے ہر چند کہ اُن کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ اُن سے قبل اسلام لا چکے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت سھل بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن عمرو قریشی بھی فتح مکہ کے موقع پر ہی اسلام لائے وہ حضرت سہیل بن عمرو

رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قریش کے سفیر تھے اس لیے کہ وہ صاحب دانش اور قریش کے رؤسا میں شمار کیے جاتے تھے۔صلح حدیبیہ کے موقع پر وہی قریش کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ کرنے آئے تھے۔فتح مکہ کے بعد جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو اُن کے بھائی حضرت سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور انھی کی سفارش پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کے قصور معاف کیے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے انھی ایام میں حضرت مسیّب بن حزن بن ابی وہب قرشی مخزومی نے اسلام قبول کیا۔دراصل تو اُن کے پورے خاندان نے ہی اسلام قبول کیا تھا جن میں اُن کے والد حزن بن ابی وہب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔اُن کے ساتھ اُن کے بیٹے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔اسلام قبول کرنے کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے اُن تمام لشکروں میں شامل رہے جو رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں عربوں یا رومیوں کے خلاف نکلتے رہے۔حضرت مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کے بھائی حضرت حکیم بن حزن رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کیا۔حضرت مسیّب بن حزن رضی اللہ عنہ اور حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ دونوں ایک ہی دن جنگ یرموک کے موقع پر شہید ہوئے اور منزل مقصود پائی۔اللہ تعالیٰ اُن سے راضی رہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ

حضرت مخرمہ بن نوفل نے بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا۔اُن کا پورا نام اس طرح بیان کیا جاتا ہے ۔ حضرت ابو المسور مخرمہ بن نوفل قرشی زہری رضی اللہ عنہ۔حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اہل قریش کے اہم لوگوں میں شمار ہوتے تھے اس لیے کہ کئی دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ علم الانساب کے بھی ماہر تھےاورلوگ دوردور سے آپ کے پاس اس علم کے حصول کے لیے آیا کرتے بعض لوگ جن کے نسب میں اشتباہ پیدا کر دیا جاتا وہ بھی اپنے اصل نسب کو جاننے کے لیے حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتے ۔اس کے علاوہ وہ اِن چند عربوں میں سے تھے جنھیں حدودحرم کا حتمی طور پہ علم تھا۔چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں حدودحرم کی تجدید کرائی تو اہل عرب کے چار عربوں کو منتخب کیا جنھیں اس بارے میں علم تھا اور اُن میں ایک حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بھی تھے ۔ دوسرے تین اصحاب کے نام بھی مورخین نے تحریر کیے ہیں جن میں حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ، حضرت ازہر بن عبدعوف رضی اللہ عنہ اور حضرت حویطب بن عبدالعزی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔یاد رہے کہ حدودحرم کو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی رہنمائی میں مقرر کیا تھا۔ازاں بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حدودحرم کی تجدید کی ۔رسول اللہ ﷺ کے آباء میں سے حضرت قصی بن کلاب نے حدودحرم کی تجدید کی ۔ پھر آنحضرت محمد ﷺ نے بھی اپنے اصحاب کو حدودحرم سے آگاہ فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدودحرم کی تجدید کی جس کا تذکرہ ابھی گزرا ہے۔حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کا انتقال 54 یا بعض مورخین کے مطابق 55 ہجری میں ہوا۔انھوں نے 115 سال کی عمر پائی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے بھی انھی ایام میں اسلام قبل کیا۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہدایت عطا فرمائی۔ جب اُن کے والد نے اسلام قبول کیا تو وہ ابھی بچے ہی تھے اُن کی عمر محض چھ سال تھی کیونکہ وہ دو ہجری کو پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عوف تھا جو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ اُن کا شمار رسول اللہ ﷺ کی اُن صحابیات میں کیا جاتا ہے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث روایت کیں۔ انھوں نے کئی احادیث روایت کیں۔ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد کے ساتھ مکہ کے مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کی رحلت تک وہیں قیام پذیر رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پردہ فرمایا تو وہ مکہ چلے آئے۔ وہیں انھوں نے 64 ہجری میں انتقال فرمایا بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ شہید ہوئے تب بھی کوئی حرج نہیں اس لیے کہ 64 ہجری میں جب یزید کے لشکروں نے مکہ پر یلغار کی تو ایک روز جب وہ صحن حرم میں نماز ادا کر رہے تھے تو یزیدی فوجوں نے منجنیق سے صحن حرم میں پتھر پھینکنے شروع کر دیئے جن میں سے ایک پتھر حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کو لگا جس سے وہ حالت نماز میں ہی شہید ہوئے اللہ اُن سے راضی رہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمان بن سمرہ جبیر قرشی عبشمی نے بھی انھی ایام میں اسلام قبول کیا اللہ تعالیٰ اُن کے

ایمان کو قبول فرمائے کہ ایمان لانے کے بعد وہ نہایت سچے اور پکے مسلمان ثابت ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں اُن کی شرکت ثابت ہے۔ازاں بعد وہ اسلامی لشکروں کے ہمراہ ساری دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے۔فتوحاتِ عراق میں شامل رہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں سجستان کا علاقہ فتح کرنے والی فوج کے سربراہ وہی تھے۔پھر بصرہ منتقل ہو گئے۔آج تک بصرہ کی ایک سڑک کا نام انھی کے ساتھ منسوب ہے۔اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اُن کا نام تبدیل کر دیا تھا آپ ﷺ نے اُن کا نام عبدالرحمان رکھا،عہد جاہلیت میں اُن کا نام عبدالکعبہ تھا۔50 ہجری میں انتقال فرمایا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبدالرحمان بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمان بن عوام رضی اللہ عنہ نے بھی انھی ایام میں اسلام قبول کیا۔ وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔اس کے علاوہ وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما کے بھتیجے تھے۔زمانہ جاہلیت میں حضرت عبدالرحمان بن عوام رضی اللہ عنہ کا نام بھی عبدالکعبہ ہی تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے بدل دیا اور اُن کا نام عبدالرحمان رکھا۔اللہ تعالیٰ نے انھیں شہادت جیسا عظیم رتبہ عطا فرمایا وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبد بن ابیؓ

فتح مکہ کے انھی ایام میں حضرت عبد بن ابی بن کعب حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرمائی اُن کے متعلق زیادہ معلومات فراہم نہیں ہوسکیں۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت حکم بن ابی العاصؓ

حکم بن العاص مروان کے والد تھے۔ مروان نے اموی حکمرانوں میں بہت شہرت حاصل کی اگرچہ وہ تمام تر منفی شہرت تھی۔ بنی امیہ کے اس حکمران کے والد حضرت حکم بن ابی العاص ؓ نے بھی فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ مدینہ آ گئے۔ مگر کسی بات پر رسول اللہ ﷺ نے انھیں مدینہ سے نکال دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں وہ واپس مدینہ آ گئے تو صحابہ نے حضرت عثمان غنی ؓ سے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو شہر سے نکال دیا تھا تو آپ کو اس بات کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس شخص کو واپس رسول اللہ ﷺ کے شہر میں لا بسائیں، تب حضرت عثمانؓ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حکم بن ابی العاص کے لیے درخواست کی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے منظور فرمالی تھی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو ھاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ

بیان کیا گیا کہ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ نے بھی فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا۔ آپ کا تعلق قریش سے تھا۔ حضرت ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے بھائی تھے اور حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے۔ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ماں جائے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ ابو ہاشم رضی اللہ عنہ بڑے صالح آدمی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ جب اُس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں انھوں نے انتقال فرمایا تب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو دور دور تک پھیلی اسلامی ریاست کے حکمران تھے وہ اپنے ماموں کی عیادت کے لیے گئے۔

اپنے بھتیجے کو دیکھ کر حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا دیکھ عتبہ مال و دولت میں کچھ نہیں رکھا تمھارے لیے ایک غلام اور جہاد کے ایک سواری کافی ہے۔ مگر مال میرے تعاقب میں رہا اگر چہ میں اُس بھاگتا رہا۔ اب سوچتا ہوں کہ شاید میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے انحراف کیا ہے اس لیے کہ اب جبکہ میں مر رہا ہوں تب بھی میرے پاس کافی مال ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ

اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہما کے سگے بھائی حضرت عبد بن زمعہ بن قیس بن

عبد شمس قرشی عامری بھی فتح مکہ کے روز دین اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے۔ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ صاحب شرافت و سیادت تھے۔ اُن کے والد زمعہ فتح مکہ سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے جب سنا کہ اُن کی بہن حضرت سودہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کر لیا ہے تو اُسے اس بات سے بہت صدمہ پہنچا اس لیے کہ وہ اپنے آباء کے دین پر تھے اور اُسی کو درست جانتے تھے۔ انھوں نے اپنے سر میں خاک ڈالی اور بہت اودہم مچایا۔ تاہم اس امر سے اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اپنی اسی حرکت کی وجہ سے وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ سے شرمندہ رہے اور وہ کم ہی رسول اللہ ﷺ سے سامنے آتے تھے وہ فرماتے کہ مجھے اپنی اُس حرکت پہ شرم آتی ہے جو میں نے سودہ رضی اللہ عنہما کے نکاح کے موقع پر کی تھی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ

حضرت خریم بن فاتک کے متعلق بیان کیا گیا کہ انھوں نے بھی فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا حالانکہ یہ غلط ہے اور ایسا سہو ہے جس سے تاریخ کی ترتیب بگڑتی ہے اس لیے ہم اپنے علم کے مطابق بیان کیے دیتے ہیں کہ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ قدیم السلام ہیں اور بدری ہیں اُن کے بھائی سبرہ بن فاتک رضی اللہ عنہ بھی بدری ہیں۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ وہ فتح مکہ سے بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ لوگوں کو شاید اس بات سے شبہ ہوا کہ اُن کے بیٹے حضرت ایمن بن خریم رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت خریم بن فاتک بن اخرم اسدی رضی اللہ عنہ بنو خزیمہ میں سے تھے اور بنو خزیمہ انھیں اپنے شیر جوانوں میں شامل کرتے تھے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تو صحابہ نے کہا خریم اسدی رضی اللہ عنہ بھلے آدمی

ہیں۔تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں مگر مجھے اُن کے لمبے بال پسند نہیں ہیں اور وہ تہبند بھی لٹکاتے ہیں۔لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ تک پہنچایا تو انھوں نے چھری لی اور پہلے اپنے بال کاٹے اس کے بعد تہبند کو گھٹنوں تک کاٹ لیا۔مشکواۃ کی شرح لکھتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث سے بالوں کا لمبا ہونا مذموم نہیں ہے اور نہ ہی کسی مقدار سے زائد بالوں کے کاٹنے کا حکم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مروی ہے۔حضرت ایمن بن خریم رضی اللہ عنہ جن کا ذکر ابھی گزار ہے انھوں نے فتح مکہ کے روز اسلام قبول کیا تھا۔حضرت ایمن رضی اللہ عنہ نوجوان ہی تھے جب انھوں نے اسلام قبول کیا۔انھیں علم سے بہت محبت تھی اس لیے وہ بہت صاحب علم و فضل صحابی کے طور پر جانے جاتے ہیں۔لوگ اُن کو خلیل الخلفاء کہا کرتے کیونکہ خلفاء آپ کی ذات گفتگو فصاحت اور علم سے تعجب کیا کرتے۔بڑھاپے میں اُن کی پیشانی کے بال سفید ہوگئے جنھیں وہ زعفران سے رنگا کرتے۔بہت ہی عمدہ شاعر تھے اُن کے کلام پہ نظر ڈالنے کے لیے الاصابہ اور الاستیعاب کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت ابو واقد لئیثی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوواقد لیثی کے بارے میں مورخین نے بیان کیا کہ انھوں نے بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا۔ہمیں اس بارے اشتباہ ہے اس لیے کہ کئی مورخین نے تو انھیں بدری صحابہ میں شمار کیا ہے اگر چہ یہ بیان درست نہیں ہے صرف اس قدر درست ہے کہ فتح مکہ سے بہر حال پہلے اسلام قبول کر چکے تھے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے لشکر جب شہر مکہ میں داخل ہوئے تو بنو لئیث ، بنوضمرہ اور بنوسعد بن بکر کے قبائل کا جو لشکر تھا اُس کے سر براہ یہی ابوواقد بن لیثی تھے اور اِس لشکر کا علم بھی رسول اللہ ﷺ نے ابوواقد لیثی کو عطا فرمایا تھا جس سے یہ بات واضح ہو

جاتی ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اس سے قبل وہ اسلام کی دولت سے سرشار ہو چکے تھے اللہ اُن سے راضی رہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبداللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ نے بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا۔ اُن کا شمار عربوں کے نامور شعرا میں کیا جاتا ہے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل عبداللہ بن زبعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف بہت سے ہجو یہ اشعار کہے۔ فتح مکہ کے بعد نجران کی طرف بھاگ گئے تھے پھر اُن کے بھائی نے رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لیے امان حاصل کی تو وہ نجران سے مدینہ واپس آئے اور اسلام قبول کیا۔ یہ طائف کے محاصرے کے بعد کی بات ہے اس لیے بعض مورخین نے اُن کے اسلام قبول کرنے کے واقعے کو نو ہجری میں بھی تحریر کیا ہے۔ تاہم اصل یہی ہے جو ہم نے لکھا ہے کہ انھوں نے آٹھ ہجری کے آخری کچھ مہینوں میں اسلام قبول کیا تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ

حضرت عقبہ بن حارث بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام لائے۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہم چار ہجری کے واقعات میں تحریر کر چکے ہیں انھیں عقبہ بن حارث نے ہی

شہید کیا تھا۔تاہم فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرمائی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ بھی اسی دوران اسلام لائے جب عرب بھر کے لوگ اسلام کی طرف راغب ہو چکے تھے کہ اب اُن کے لیے اور کوئی جائے پناہ نہ تھی۔غزوہ حنین اور غزوہ طائف میں وہ رسول اللہﷺ کے ہمراہ تھے۔وہ مؤلفۃ القلوب میں شامل تھے۔حنین کے بعد رسول اللہﷺ نے انھیں سو اونٹ عطا فرمائے تھے حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ اول اول تو میں نے اس لیے اسلام قبول کر لیا تھا کہ اب اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ ہی نہ تاہم رفتہ رفتہ اسلام کی عمدہ تعلیمات نے میرے دل دل میں گھر کر لیا اور میں دل سے بھی مسلمان ہو گیا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت خالد بن اسید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن اسید رضی اللہ عنہ نے بھی انھی دونوں اسلام قبول کیا جب مکہ فتح ہوا۔وہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔جب انھوں نے اسلام قبول کیا تو وہ بیمار تھے اس لیے اسلام کی حالت میں زیادہ دن تک زندہ نہ رہ سکے اور اس سے قبل کہ رسول اللہﷺ بنو خوازن کی طرف نکلتے حضرت خالد بن اسید رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت عبداللہ بن شہیرؓ

حضرت عبداللہ بن شہیر نے بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام قبول کیا۔اُن کا تعلق بنی عامر بن صعصہ سے تھا اور اُن کا پورا نام ابومطرف عبداللہ بن شہیر بیان کیا گیا ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت اُم ھانی بنت ابو طالبؓ

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہما نے بھی فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا وہ رسول اللہﷺ کی چچازاد بہن تھیں۔حضرت علیؓ کی سگی بہن اور حضرت ابو طالبؓ کی بیٹی تھیں۔اُن کا اصل نام فاختہ تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت مطیع بن اسودؓ

حضرت مطیع بن اسودؓ بھی فتح مکہ کے ایام میں اسلام لائے۔اُن کا نام عاصی تھا جسے رسول اللہﷺ نے ناپسند کیا اور اُن کا نام مطیع رکھا۔حجۃ الوداع کے موقع پر انھوں نے ہی رسول اللہﷺ کے بال مونڈے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

☜ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

حضرت یزید بن ابی سفیان نے بھی فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ اُن کا شمار جلیل القدر صحابہ میں کیا جاتا ہے۔ اُن کی کنیت ابوالحکم تھی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اگرچہ اُن کی مائیں الگ الگ تھیں۔ انھوں نے غزوہ حنین میں شرکت فرمائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے بعد انھیں سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا۔ انھوں نے 60 ہجری میں وفات پائی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

عرب اگرچہ علم تاریخ سے نابلد تھے اس لیے کہ بہت کم لوگ اُن میں سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے مگر اس کے باوجود عربوں کی تاریخ کے بیشتر واقعات محفوظ رہے کہ اُن کے شعرا ہر واقعے کے بارے میں اس قدر شعر کہتے کہ وہ واقعہ زندہ رہتا۔ فتح مکہ کے بارے میں کچھ اشعار پیش ہیں۔

رمضان 8 ھجری، بمطابق جنوری 630ء

فتح مکہ اور شعرائے عرب

فتح مکہ نہ صرف اہل قریش بلکہ سارے عرب کے لیے ایک نہایت اہم واقعہ تھا عربوں میں روایت تھی کہ وہ اپنے اہم واقعات کو نظم کیا کرتے۔ چنانچہ فتح مکہ کے اس اہم واقعہ کو شعرائے عرب کس طرح نظر انداز کر سکتے تھے انھوں نے اس واقعہ کے بارے میں بھی خوب اشعار کہے ۔ہمارے لیے یہ بات تو ممکن نہیں کہ اس موقع پہ کہے گئے تمام شعرا کے تمام شعر یہاں نقل کر دیں اس لیے ہم یہاں صرف انتخاب پیش کریں گے۔

یہ شعر حضرت حسان بن ثابتؓ کے ہیں۔

عَفَتْ ذَاتُ الْاَصَابِعِ فَالْجَوَاءُ
اِلٰى عَذْرَاءَ مَنْزِلُهَا خَلَاءُ

ذات الاصابع سے جواء تک اور جواء سے عذرا نامی بستی تک سب بے نام ونشان ہوگئے اب اِن کی منزلیں خالی پڑی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

دِيَارٌ مِنْ بَنِى الْحَسحَاسِ قَفْرٌ
تُعَفِّيهَا الرَّوَامِسُ وَالسَّمَاءُ

بنو حسحاس کے گھر بھی تو چٹیل میدان ہوگئے ہیں جن کے آثار کو تیز ہواؤں اور بارش نے مٹادیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَكَانَتْ لَا يَزَالُ بِهَا اَنِيْسٌ
خِلَالُ مُرُوْجِهَا نَعَمٌ وَ شَاءٌ

جبکہ وہاں مونس وغمخوار رہتے تھے جن کی چراگاہوں میں بے شمار اونٹ اور بکریاں ہوتی تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَدَعْ هٰذَا وَلٰكِن مَنْ لَطِيْفٍ
يُؤَرِّقُنِیْ اِذَا ذَهَبَ الْعِشَاءُ

اب اسے چھوڑ دو مگر یہ بتاؤ اُس خواب وخیال کا کیا ہوگا جو مجھے اُس وقت بیدار کر دیتا ہے جب عشاء کا وقت گذر جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لِشَعْثَاءَ الَّتِیْ قَدْ تَيَّمَتْهُ
فَلَيْسَ لِقَلْبِهٖ مِنْهَا شِفَاءُ

یہ خیال شعثاء کا ہے جس نے اسے غلام بنا رکھا ہے اب اس کے مرض سے اس کے دل کو شفا پانے کی کوئی صورت نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كَاَنَّ خَبِيْئَةً مِّنْ بَيْتِ رَأْسٍ
يَكُوْنُ مِزَاجَهَا نَمَلٌ وَّ مَاءٌ

گویا یوں کہو کہ بیت راس کی شراب میں شہد اور پانی کی آمیزش کی گئی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

إِذَا مَا الْاَشَرِبَاتُ ذُكِرنَ يَوْمًا
فَهُنَّ لِطَيِّبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

مگر جب کسی روز شراب کا ذکر چلے گا تب وہ سب اسی عمدہ شراب پہ قربان ہوں گی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُوَلِّيهَا الْمَلَامَةَ إِنْ اَلَمْنَا
إِذَا مَا كَانَ مُغْثٌ اَوْلِحَاءُ

جب ہمارا کوئی شخص اُس وقت شراب پیئے جب جنگ اور گالی گلوچ ہو رہی ہو تو ہم اسے ملامت کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَشْرَبُهَا وَ فَتَتْرُكُنَا مُلُوْكًا
وَاُسْدًا مَا يُنَهْنِهُنَا اللِّقَاءُ

مگر ہم جب پیتے ہیں تو ہم بادشاہوں اور شیروں کی طرح ہو جاتے ہیں وہ ہمیں دشمن سے ٹکرانے سے نہیں روکتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عَدِمْنَا خَيْلَنَا اِنْ لَمْ تَرَوْهَا
تُثِيْرُ النَّقْعَ مَوْعِدُهَا كَدَاءُ

ہم اپنے گھوڑوں کو معدوم پائیں اگر تو انھیں غبار اڑاتا ہوا نہ دیکھے ان کے پہنچنے کی جگہ کداء ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يُنَازِعْنَ الْاَعَنَّةَ مُصْغِيَاتٍ
عَلٰى اَكْتَافِهَا الْاَسلُ الظِّمَاءُ

ہمارے گھوڑے توجہ سے کان لگائے لگاموں کو کھینچتے ہیں اور اِن کے کندھوں پہ پیاسے نیزے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تَظَلُّ جِيَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

ہمارے عمدہ گھوڑے اُس روز تیزی سے دوڑ رہے تھے اور عورتیں انھیں اپنی اوڑھنیاں مارتی تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاِمَّا تُعْرِضُوْا عَنَّا اِعْتَمَرْنا
وَکَانَ الْفَتْحُ وَانْکَشَفَ الْغِطَاءُ

یا تو ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ کہ ہم عمرہ کرلیں اور ہمیں فتح نصیب ہوجائے اور ہم کعبہ کے پردوں سے لپٹیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاِلاَّ فَاصْبِرُوْا لِجَلَادِ یَومٍ
یُعِیْنُ اللّٰہُ فِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

ورنہ پھر اُس دن کی سختی پہ صبر کرنا جس روز اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اُس کی جو اُسے محبوب ہوا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ جِبْرِیْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِیْنَا
وَ رُوْحُ الْقُدُسِ لَیْسَ لَہٗ کِفَاءُ

اور جبرائیل امین کے قاصد ہمارے درمیان موجود ہیں اور روح القدس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا

يَقُوْلُ الْحَقَّ اِنْ نَفَعَ الْبَلَاءُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں نے ایسا بندہ بھیجا ہے جو حق بات کہتا ہے اگر امتحان فائدہ دے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

شَهِدْتُ بِهٖ فَقُوْمُوا صَدِّقُوْهُ

فَقُلْتُمْ لَا نَقُوْمُ وَلَا نَشَاءُ

میں نے اس کی شہادت دے دی ہے اٹھو اور اُن کی تصدیق کرو مگر تم لوگوں نے انکار کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ سَيَّرْتُ جُنْدًا

هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَاءُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا! میں نے لشکر بھیج دیا ہے جو مددگار رہوں گے جن کا کام ہی مقابلہ کرنا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَنَا فِیْ کُلِّ یَوْمٍ مِنْ مَّعَدٍّ
سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَاءٌ

تم جانتے ہو کہ بنو معد سے ہماری جنگ پرانی ہے آئے روز اُن سے گالی گلوچ اور ہجو ہوتی رہتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَنُحْکِمُ بِالْقَوَافِیْ مَنْ هَجَانَا
وَنَضْرِبُ حِیْنَ تَخْتَلِطُ الدِّمَاءُ

ہم پہلے اشعار سے اُن کو جواب دیتے ہیں پھر تلواروں سے خون بہاتے ہیں جب جواز مل جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَلَا اَبْلِغْ اَبَا سُفْیَانَ عَنِّیْ
مُغَلْغَلَةً فَقَدْ بَرِحَ الْخَفَاءُ

خبردار ابوسفیان کو میری طرف سے مشہور و معروف پیغام پہنچا دو جو لگا تار چھپا ہوا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِاَنَّ سُيُوْفَنَا تَرَكَتْكَ عَبْدًا
وَ عَبْدُ الدَّارِ سَادَتُهَا الْإِمَاءُ

کہ ہماری تلواروں نے تمہیں غلام بنا کے چھوڑا ہے اور بنو عبدالدار کے سردار لونڈیاں بن گئے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا وَ اَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِىْ ذَاكَ الْجَزَاءُ

تو نے حضورﷺ کی ہجو کی تو میں نے آپؐ کی طرف سے تجھے جواب دیا یقیناً اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

اَتَهْجُوْهُ وَ لَسْتَ لَهٗ بِكُفٍ
فَشَرُّكُمَا لِخَيْرِ كُمَا الْفِدَاءُ

کیا تو آپﷺ کی ہجو کرتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ تو اُن کا ہم پلہ نہیں تم دونوں میں سے برا تم دونوں میں سے اچھے پہ قربان ہو جائے

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

هَجَوْتَ مُبَارَكًا بَرّا حَنِيْفًا
اَمِيْنَ اللّٰهِ شِيْمَتُهٗ الْوَفَاءُ

تو نے مبارک نیک مخلص مسلمان اور اللہ کے امین ﷺ کی ہجو کی جن کی خصلت میں صرف وفا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَمَنْ يَهْجُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنكُمْ
وَيَمْدَحُهٗ وَ يَنْصُرُهٗ سَوَاءُ

تم میں سے جو رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتا ہے اور مدد کرتا ہے ہجو کرنے والا کبھی اُس کے برابر آسکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاِنَّ اَبِىْ وَ والدى وَعِرْضِىْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مّنْكُمْ وِقَاءُ

بے شک میں میرا باپ میرا دادا اور میری عزت رسول اللہ ﷺ کے دفاع کے لیے وقف ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لِسَانِیْ صَارِمٌ لَا عَیْبَ فِیْهِ
وَ بَحْرِیْ لَا تُکَدِّرُہٗ الدِّلَاءُ

میری زبان تو وہ تلوار ہے جس میں کوئی عیب نہیں اور میرے سمندر کو ڈول آلودہ نہیں کرتے۔ [*12]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار بجیر بن زہیر کے ہیں۔

نَفٰی اَهْلَ الْحَبَلَّقِ کُلَّ فَجٍّ
مُزَیْنَةُ غُدْوَةً وَ بَنُوْ خُفَافِ

بنو مزینہ اور بنو خفاف نے اُس صبح ہر اُس شخص کا راستہ روک لیا تھا جو بکریوں کو لے کر جا رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ضَرَبْنَا هُمْ بِمَکَّةَ یَوْمَ فَتْحِ
النَّبِیِّ الْخَیْرِ بِالْبِیْضِ الْخِفَافِ

جس روز رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا اُس روز ہم نے اُن کو سفید اور ہلکی تلواروں سے مارا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

صَبَحْنَاهُمْ بِسَبْعٍ مِنْ سُلَيْمٍ
وَأَلْفٍ مِّنْ بَنِيْ عُثْمَانَ وَافٍ

بنوسلیم کے سات سو اور بنوعثمان کے ایک ہزار لوگوں کے ساتھ ہم نے صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نَطَا أُكْتَافَهُمْ ضَرْبًا وَطَعْنًا
وَرَشْقًا بِالْمُرَيَّشَةِ اللِّطَافِ

ہم اُن کے کندھوں پر تلواروں نیزوں اور ہلکے پروں والے تیروں کے زخم لگا رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تَرٰى بَيْنَ الصُّفُوْفِ لَهَا حَفِيْفًا
كَمَا انْصَاعَ الْفُوَاقُ مِنَ الرِّصَافِ

ہم صفوں میں ان تیروں کے چلنے کی آواز محسوس کر رہے تھے جیسے پر والا تیر سوفار پٹی سے نکل گیا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَرُحْنَا وَالْجِيَادُ تَجُوْلُ فِيهِمْ
بَارْمَاحٍ مُّقَوَّمَةِ الثِّقَافِ

پس ہمارے عمدہ گھوڑے اُن میں گھوم رہے تھے ایسے نیزوں کے ساتھ جن کو ثقاف سے سیدھا کیا گیا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَأُبْنَا غَانِمِينَ بِمَا اشْتَهَيْنَا
وَآبُوا نَادِمِينَ عَلَى الْخِلَافِ

ہم مال غنیمت لے کر واپس ہوئے جیسے ہم نے چاہا اور وہ وعدہ خلافی پہ ندامت کرتے ہوئے واپس لوٹے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَعطَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَّا
مَوَاثِقَنَا عَلٰى حُسْنِ التَّصَافِى

ہم نے رسول اللہﷺ کو عطا کئے جو ہمیں میں سے ہیں اپنے پختہ وعدے انتہائی خلوص کے ساتھ۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَدْ سَمِعُوْا مَقَالَتَنَا فَهَمُّوْا
غَدَاةَ الرَّوْعِ مِنَّا بِانْصِرَافِ

انھوں نے ہماری گفتگو سنی تو انہوں نے ارادہ کر لیا کہ جنگ کی صبح وہ ہم دور چلے جائیں۔ [*13]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار عباس بن مرداس کے ھیں۔

مِنَّا بِمَكَّةَ يَوْمَ فَتْحِ مُحَمَّدٍ
اَلْفٌ تَسِيْلُ بِهِ الْبُطَاحُ مُسَوَّمٌ

جس روز رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو ہمارے ایک ہزار نشان زدہ جنگجوؤں کے ساتھ وادئ بطحاء بہہ رہی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نَصَرُوْا الرَّسُوْلَ وَشَاهَدُوْا اَيَّامَهٗ
وَ شِعَارُهُمْ يَوْمَ اللِّقَاءِ مُقَدَّمٌ

انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدد کی اور آپ کے زمانے کو دیکھا جنگ کے روز وہ سب سے آ گے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فِیْ مَنْزِلٍ ثَبَتَتْ بِہٖ اَقْدَامُھُمْ
ضَنْکٍ کَاَنَّ الْھَامَ فِیْہِ الْخَنْتَمُ

تنگ جگہ میں بھی اُن کے قدم جم جاتے ہیں اس جگہ میں کھوپڑیاں گویا رنگدار گھڑی ہوں۔

✽✽✽✽✽✽✽✽✽

جَرَّتْ سَنَا بِکَھَا بِنَجْدٍ قَبْلَھَا
حَتّٰی اسْتَقَادَلھَا الْحِجَازُ الْاَدْھَمُ

اس سے قبل یہ نجد میں پہنچے تھے یہاں تک کہ سیاہ حجاز نے بھی انھیں اپنی طرف کھینچ لیا۔

✽✽✽✽✽✽✽✽✽

اَللّٰہُ مَکَّنَہٗ لَہٗ وَ اَذَلَّہٗ
حُکْمُ السُّیُوْفِ لَنَاوَجَدٌّ مِزْحَمُ

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ پہ اقتدار عطا فرمایا اور اسے ہمارے لیے مسخر کر دیا تلواروں کے فیصلے اور زبردست کوشش نے۔

✽✽✽✽✽✽✽✽✽

عَوْدُ الرِّيَاسَةِ شَامِخٌ عِرْنِيْنُهٗ

مُتَطَلِّعٌ ثِغْرَ الْمَكَارِمِ حِضْرِمُ

وہ سرداری کے سزاوار ہیں عزت وشرف اور بزرگی کے تمام مقامات پہ فائز ہیں اور سب سے زیادہ سخی ہیں۔ [14*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار جعدہ بن عبداللّٰہ الخزاعی کے ہیں۔

اَكَعْبَ بْنَ عَمْرٍو دَعْوَةً غَيْرَ بَاطِلٍ

لَحِيْنٍ لَهٗ يَوْمَ الْحَدِيْدِ مُتَاحِ

کیا میں کعب بن عمرو کو غلط دعوت دے رہا ہوں یوم حدید کو موت اس کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اُتِيْحَتْ لَهٗ مِنْ اَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ

لِتَقْتُلَهٗ لَيْلًا بِغَيْرِ سِلَاحِ

تیرے لیے احسان ہے کہ اس زمین وآسمان کی جانب سے تاکہ تو اسے رات کے وقت بغیر کسی اسلحے کے قتل کر سکے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَحْنُ الْاُلٰی سَدَّتْ غَزَالَ خُیُوْلُنَا
وَ لِفْتًا سَدَدْنَاہُ وَ فَجَّ طِلَاحِ

ہم وہ ہیں جن کے گھوڑوں نے غزال کے رستے بند کر دیئے ہیں لفت کے بند اور طلاح کے کھلے رستوں کو بھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

خَطَرْنَا وَرَاءَ الْمُسْلِمِیْنَ بَجَحْفَلٍ
ذَرِیْ عَضُدٍ مِّنْ خَیْلِنَا وَ رِمَاحِ

ہم نے مسلمانوں کے پیچھے بڑے لشکر کو متحرک کیا ہے بڑے بڑے مضبوط بازووٴں والے سوار اور بے شمار نیزوں کے ساتھ۔ [*15]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار بجید بن عمران الخزاعی کے ہیں۔

وَقَدْ اَنْشَاَ اللّٰہُ السَّحَابَ بِنَصْرِنَا
رُکَامَ سَحَابِ الْھَیْدَابِ الْمُتَرَاکِبِ

جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے لیے بادل پیدا کیئے ہیں جو تہہ در تہہ ہیں اور زمین کے قریب ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ هَجْرَتُنَا فِیْ اَرْضِنَا عِنْدَنَا بِهَا
کِتَابٌ اَتٰی مِنْ خَیْرِ مُمْلٍ وَکَاتِبِ
اور تعالیٰ نے ہماری ہجرت ہماری زمین میں مقدر کی جہاں ہمارے پاس کتاب آئی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَمِنْ اَجْلِنَا حَلَّتْ بِمَکَّةَ حُرْمَةٌ
لِنُدْرِكَ ثَارًا بِالسُّیُوْفِ الْقَوَاضِبِ
ہماری وجہ سے مکہ مکرمہ کی حرمت حلال کی گئی تا کہ ہم خون بہا وصول کر لیں کاٹنے والی تلواروں کے ساتھ۔ [16*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عرب اہل توحید تھے کہ ایک شخص نے کعبہ میں بت نصب کیا اس کے بعد دیگر قبیلوں نے بھی بیت اللہ میں اپنے اپنے بت نصب کر دیئے پھر صدیوں تک وہ بت پرست ہی رہے اور آج ان بتوں کی موت آگئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکروں نے دین توحید کی تجدید کر دی تھی۔

رمضان 8 ھجری، بمطابق جنوری 630ء

باطل معبود

تب سرِ کعبہ توحید کے نغمے تھے تو درِ کعبہ نقشِ پا رسالت سے مزین تھا، تب سرِ وادیٔ چمکنے والی دھوپ کسی دوشیزہ کے گلابی لب و عارض کی طرح نرم و گداز تھی تو سرِ کعبہ پُرسوز بلالی صدائیں شہر مکہ کی ہر مغنیہ کو حزن و یاس میں مبتلا کرتی تھیں، تب صحرا میں دور کی وسعتوں میں مقیم ریت کے ٹیلے مسرور تھے تو کعبہ کے بام و در بھی احساسِ طرب سے جھومتے تھے، تب لوگوں کے دل منزل شکر کی طرف رواں تھے تو رسالت اپنے منہج کے آخری پڑاؤ طے کرتی نظر آتی تھی، تب شہر مکہ کے باسی اشکِ ندامت کے بوجھل احساس کے اسیر تھے تو صحن حرم کے شجر قریش کی مٹی رعونت کو دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے، تب تاریخ کے بوسیدہ اوراق تیز تر تبدیلیوں سے ہراساں تھے اور خود کو زمانے کی دہلیز پہ استوار رکھنے میں دقت محسوس کر رہے تھے، تب خطہ عرب دنیا کی راہنمائی کے لیے خود کو مجتمع کر رہا تھا اور اپنے ہی ہاتھوں اُن خداؤں کو مسمار کرنے میں مصروف تھا جن کی اُس نے صدیوں پوجا کی تھی۔ فتح کے بعد رسول اکرم ﷺ ابھی شہر مکہ میں ہی مقیم تھے اور مختلف صحابہ کو جھوٹے خداؤں کے نام و نشان مٹانے

کے لیے عرب کے طول وعرض میں روانہ کررہے تھے۔اسی سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ عزی کے قدیمی بت خانے کو مسمار کردیں جو شرک کی ایک بڑی علامت تھا اور قریش کے علاوہ بنو کنانہ اور بنو مضر بھی اس کی پوجا کرتے تھے۔فتح مکہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ عزی کو تباہ کردیں"۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا؛

کہ جب تم وادیٔ نخلہ میں پہنچو تو وہاں تمہیں بیری کے تین درخت نظر آئیں گے اِن میں سے پہلے درخت کو کاٹ ڈالو۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور بیری کے اِس درخت کو کاٹ دیا اور واپس آکر نبی اکرم ﷺ کو رپورٹ پیش کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟

کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا؟

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا"۔

میں نے اُس درخت کو کاٹ دیا اور میں نے وہاں کچھ نہیں دیکھا"۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ واپس جاؤ اور دوسرے درخت کو بھی کاٹ دو"۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گئے اور اس درخت کو بھی کاٹ دیا"۔

جب وہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا؟

کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا؟

تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا"۔

نہیں کچھ بھی نہیں"۔

تب آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا"۔

جاؤ اور تیسرے درخت کو بھی کاٹ ڈالو"۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ روانہ ہوگئے"۔

چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نخلہ پہنچے اور آپ نے بیری کے تیسرے درخت کو بھی کاٹ دیا۔ جب انھوں نے اس تیسرے درخت کو کاٹا تو آپ نے دیکھا کہ اس میں سے ایک عورت نکلی ہے جو انتہائی بدشکل اور بوڑھی ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں۔

تب حضرت خالد بن ولیدؓ اور اُن کے ساتھیوں نے دیکھا کہ"۔

اس بدصورت عورت کے پیچھے ایک شخص بھی کھڑا تھا اور عرب اس شخص کو جانتے تھے۔اس کا نام دبیہ سلمیٰ تھا اور وہ عزیٰ کا محافظ تھا۔

اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دیکھا تو اپنی دیوی عزی کو پکار کے کہا"۔

اے عزی اِن پہ حملہ کرو ورنہ کل کو تیری کوئی پوجا نہ کرے گا اور اس نے یہ اشعار کہے"۔

فَیَا عِزُّ شَدِّیْ شِدَّۃً لَا تَکْذِبِیْ
عَلٰی خَالِدٍ اَلْقِیْ الْخِمَارُ وَ شَمِّرِیْ

اے عزیٰ! خالد پر اپنی قوت سے بھرپور حملہ کر اپنی اوڑھنی کو پھینک دے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاِنَّکِ اِنْ لَا تَقْتُلِیْ الْیَوْمَ خَالِدًا
تَبُوْئِیْ بِذُلٍّ عَاجِلًا وَتُنَصَّرِیْ

اگر آج تو خالد کو قتل نہیں کرے گی تو بہت جلد تجھے ذلیل ورسوا کر دیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

سلمی دبیہ کے جواب میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا!

یَا عَزُّ کُفْرَانَکَ لَا سُبْحَانَکَ

اِنِّی رَاَیْتُ اللّٰہَ قَدْ اَھَانَکَ

اے عزی! میں تیری تسبیح بیان نہیں کرتا بلکہ میں اعلانیہ تیری خدائی کا انکار کرتا ہوں اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ خدا نے تجھے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے اس بد بخت بڑھیا پہ وار کیا اور اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے جس کے بعد وہ جلے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گئی اور زمین پہ گر گئی۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نخلہ سے واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نخلہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بنو ہذیل کا بت کدہ تباہ کرنے کے لیے روانہ کیا جو رباط میں نصب تھا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔

سواع کے تاریخی تناظر کے بارے میں امام کلبی علیہ السلام نے لکھا ہے کہ!

اگلے زمانوں میں قوم نوح جن بتوں کی پوجا کیا کرتی تھی انھیں کو بعد میں عربوں نے بھی اپنا لیا تھا اور یہ بت دراصل قوم نوح کے صالحین کے نام پہ وضع کئے گئے تھے۔ تاہم جب بہت سا وقت گذر گیا تو لوگوں نے اِن کی تعظیم وعقیدت کو پرستش سے بدل دیا اور یوں انھوں نے بت پرستی اور شرک کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عربوں نے بہت سے اُن بتوں کی پوجا بھی کی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے چلے آ رہے تھے اور انھیں میں ایک سواع بھی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اِس کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ○ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا --- الاخیر

القرآن الحکیم (سورۃ نوح 71 ؛ آیت 24)

ترجمہ؛

''اوراُن کے رئیسوں نے کہا!

اے لوگو(نوح کے کہنے پر)ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو(اورخاص طور پہ)وداور سواع کومت چھوڑنا اور نہ یغوث ، یعوق اور نسر کواوراس طرح انھوں نے گمراہ کردیا بہت سے لوگوں کو''۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ سواع کا بت ابن شیث کے نام پہ نصب کیا گیا تھا یغوث ابن سواع کے نام پہ نصب کیا گیا اور یعوق ونسر بھی اِن کے صالحین ہی تھے۔علامہ ابن کثیر نے اپنی کتاب" **النہایہ و لبدایہ** "[*17] میں لکھا ہے کہ عربوں میں بنی ہذیل بن الیاس نے سواع کی پوجا کی اور انھوں نے سواع کا بت رباط میں نسب کررکھا تھا۔

حضرت عمروبن العاص رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اس کو تباہ کردیا۔

سواع کے پاس صرف ایک شخص موجود تھا کیونکہ اس کی پوجا کرنے والے اب توحید کے پیرو تھے اوراُن کے دل اسلام کے جلووں سے روشن ہو چکے تھے عرب بھر میں توحید کا غلغلہ بلند ہو چکا تھا اور قریب تھا کہ سارا عرب مطیع وفرمان ہوجائے اس لیے شرک کی اِن قدیمی نشانیوں کو جڑ سے اکھاڑ دینا نہایت ضروری تھا تاکہ اب کوئی نفس اِن سے دھوکہ نہ کھائے۔حضرت عمروبن العاص رضی اللہ عنہ اوراُن کے ساتھیوں نے سواع کو برباد کردیا اور انھیں کسی دقت کا سامنا نہ تھا صرف ایک پجاری تھا جو بے بسی سے اپنے خدا کی خدائی مٹنے کا منظر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا تھا مگر بے بس تھا۔سواع کے پجاری اُس کے خزانے خالی کر کے بھاگ چکے تھے اس لیے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوئی مال غنیمت حاصل نہ ہوا تھا۔اپنی مہم کو مکمل کرنے کے بعد وہ

اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ لوٹ آئے تھے جہاں نبی اکرم ﷺ بنو ہوازن کی طرف نکلنے کی تیاری کررہے تھے۔

⌘⌘⌘

انہدام مناۃ

عربوں کا ایک بت مناۃ تھا جس کی وہ پوجا کرتے تھے۔ یہ اوس وخزرج کا بت تھا۔اہل مدینہ اس کی پرستش کرتے تھے اور مناۃ کا یہ بت ساحل سمندر پہ مثلل کی سمت قدید میں نصب تھا اور مثلل مکہ اور مدینے کے درمیان ایک مقام ہے جہاں مثلل نامی پہاڑ ہے اور یہاں پانی کے بہت سے چشمے ہیں اور یثرب کا ہر فرد اس کو معبود خیال کرتا تھا۔ابن ہشام کہتے ہیں نبی اکرمﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لیے حضرت ابوسفیانؓ کو بھیجا اور بعض علماء [18*] نے یہ بھی لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے مناۃ کو گرانے کے لیے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا علامہ محمود شکری آلوسی [19*] نے لکھا ہے کہ مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت تھا اور عرب اپنے بچوں کے نام اس بت کے نام پہ رکھا کرتے جیسے کہ عبد مناۃ اور زید مناۃ وغیرہ۔ بیان کیا گیا کہ مناۃ عام طور پہ سارے عرب میں مقبول تھا اور سب ہی اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے گرد جانور ذبح کیا کرتے تھے مگر اوس وخزرج کے لوگ سب سے بڑھ کے اس کی تعظیم کرتے تھے۔تاہم معد کی اولاد ابھی تک بچے کھچے دین ابراہیم پہ قائم تھی۔ربیعہ اور مضر کے بھی بہت سے خاندان ابھی دین اسماعیل پہ قائم تھے اور یہ وہی مناۃ بت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں اس طرح کیا ہے۔

وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى

ایک اور ہے مناۃ، جو تیسرا بت ہے

(القرآن الحکیم)

بنواوس اور بنوخزرج کے علاوہ ہذیل اور بنوخزاعہ کے دلوں میں بھی مناۃ کی کافی تعظیم موجود تھی اور وہ اس کی پوجا کرتے تھے۔ تا آنکہ نبی اکرم ﷺ نے آٹھ ہجری میں مکہ فتح کیا۔ تب آپ ﷺ مدینہ کی طرف نکلے جب آپ ﷺ چار یا پانچ راتیں دور جا چکے تھے تب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مناۃ کو مسمار کر دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا ایک دستہ ساتھ لیا اور جا کے مناۃ کے بت کو تباہ و برباد کر دیا اور اس بت کے مقام پہ موجود تمام مال و دولت سمیٹ کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں سے جو مال و متاع سمیٹا تھا اِن میں دو تلواریں بھی تھیں جو بہت قیمتی تھیں کہا گیا کہ یہ تلواریں عربوں کے ایک غسانی بادشاہ الحارث بن ابی شمر نے مناۃ کی نذر کی تھیں۔ مورخین [20*] نے عربوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اِن تلواروں کے نام لکھے ہیں اِن میں سے ایک کا نام " **مخذم** " تھا اور دوسری کو " **رسوب** " کہا جاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے یہ دونوں تلواریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیں اور بعد میں انھی تلواروں میں سے ایک نے "ذوالفقار" کے نام سے شہرت حاصل کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس تلوار سے اسلام کے دشمنوں کے خلاف جنگیں کیں۔ ابن ہشام نے کہا کہ کمیت بن زید جو بنی اسد بن خزیمہ بن مدرکہ میں سے ایک شخص تھا اس نے مناۃ کے بارے میں یہ شعر کہا۔

وَقَدْ اٰلَتْ قَبَائِلُ لَا تُوَلّٰی
مَنَاۃَ ظُهُوْرُهَا مُتَحَرِّفِيْنَا

حالانکہ چند قبیلوں نے قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا تھا کہ وہ مڑ کر بھی اپنی پیٹھیں مناۃ کی

طرف نہ کریں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فتح مکہ کے بعد خطہ عرب کا منظر مکمل طور پر تبدیل ہو چکا تھا اہل عرب شرکیہ افعال سے تائب ہو چکے تھے اور توحید کے نغمے الاپتے تھے۔عربوں میں اب بنو ہوازن کے بدوی قبائل تھے یا پھر طائف کے مقیم بنو ثقیف تھے جو اسلام سے دور تھے جلد ہی ان دونوں کو بھی مغلوب کر لیا گیا۔

مکہ کی فتح اپنی تکمیل کو پہنچی اور قریش نے بالعموم اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ حرم کعبہ کے پاسبان تھے اور لوگ اُن سے عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ قریش کے اسلام قبول کرتے ہی بہت سے دیگر عرب قبائل نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ مکہ کے قرب و جوار میں جو قبائل ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھے اُن کی طرف نبی اکرم ﷺ کے بھیجے گئے وفود اسلام کی دعوت لے کر اترے تھے اور انھی میں ایک وفد بنو جذیمہ کی طرف بھی روانہ کیا گیا جس کا مقصد اُن لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنا تھا تاہم اس مہم میں بعض ایسے واقعات پیش آئے جو عام معمول سے قدرے ہٹ کے تھے اس لیے اس مہم کا تذکرہ مورخین کے ہاں معروف ہے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ حضرت خالد بن لید رضی اللہ عنہ کو داعی اور مبلغ کی حیثیت سے بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ چونکہ بنو کنانہ کے تمام ہی قبائل جنگجو اور درشت خو تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تاکید کی کہ اپنی تیاری مکمل رکھنا ممکن ہے تمہیں اُن کی تلواروں کا سامنا کرنا پڑے۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تین سو پچاس لوگوں کو ساتھ لے کے نکلے جن میں انصار و مہاجرین کے علاوہ بنو سلیم، بنو مدلج اور بنو

مرہ کے جنگجو نوجوان بھی تھے جب وہ بنو جذیمہ کے ٹھکانوں پہ پہنچے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

انھوں نے ہتھیار اٹھا لیے مگر وہ مسلمانوں کے مقابل نہ نکلے تھے بلکہ وہ مشاورت میں تھے اور اُن کے مابین اختلاف تھا۔ قبیلے کے بڑے بوڑھوں اور صاحب دانش لوگوں نے بنو جذیمہ کو صلاح دی کہ وہ جنگ سے باز رہیں اور اسلام قبول کرلیں۔ مگر اُن کا ایک اکھڑ نوجوان جس کا نام امام ابن کثیر نے جحذم لکھا ہے اس خیال سے متفق نہ تھا وہ لوگوں کو جنگ پہ ابھار رہا تھا۔

اُس نے اپنے لوگوں سے کہا؛

خدا کی قسم! دوسری طرف خالدؓ ہے جو قریش کا معروف جنگجو ہے وہ پہلے تمہیں گرفتار کرے گا اس کے بعد قتل کرا دے گا۔ تاہم لوگوں نے اس کی بات کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور اُس کی سرزنش کی اور اس سے کہا تم ہماری جانوں سے مت کھیلو دور دور تک لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اس لیے ہمیں بھی اسلام قبول کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہ کرنی چاہیے اور بنو جذیمہ کے لوگوں نے جحذم سے ہتھیار لے لیے اور قبیلہ اس بات پہ متفق ہو گیا کہ وہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی دعوت قبول کرلیں گے۔ تاہم اس فیصلے پہ پہنچ جانے کے بعد اُن کو اسلام کے سائے میں آ جانے کے اظہار کا سلیقہ نہ آیا اور وہ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جس کو نبی اکرم ﷺ نے سخت ناپسند کیا۔

ہوا یوں کہ اُن کو تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ ہم نے اسلام قبول کیا مگر وہ یہ کہتے ہوئے خالد بن ولیدؓ کی طرف بڑھے صبانا صبانا ہم بے دین ہو گئے ہم بے دین ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سمجھا کہ شاید وہ جنگ پہ اتر آئے اس لیے مسلمانوں نے اُن پہ حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں بنو جزیمہ کے کئی لوگ قتل ہوئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے البتہ کچھ لوگ بھاگنے میں بھی کامیاب رہے۔

اگلے روز حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں سے کہا؛

اپنے اپنے قیدیوں کو قتل کردو۔

صاحب دانش اور قدیم السلام صحابہ نے اپنے امیر کے اس انوکھے حکم پہ حیرت کا اظہار کیا اور اسے ماننے سے انکار کردیا تاہم بنو سلیم کے لوگوں نے اپنے قیدیوں کو قتل کردیا۔دوسری طرف بنو جذیمہ کے فرار ہونے والے لوگوں میں سے کوئی شخص مکہ پہنچا اور سارا واقعہ آنحضرت محمد ﷺ سے بیان کردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص سے دریافت کیا جب تمہاری قوم کو قتل کیا جارہا تھا تو مسلمانوں میں سے کسی شخص نے بھی صدا نہیں لگائی۔

اُس شخص نے کہا؛

پہلے ایک سفید فام آدمی اٹھا جس کا قد درمیانہ تھا اور اُس نے اپنے امیر کو ٹوکا مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اُسے جھڑک دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ یقیناً ابن عمر رضی اللہ عنہ ہوگا۔

پھر ایک دراز قد مگر نحیف ونزار شخص اٹھا اور اپنے امیر کو اس عمل سے باز رکھنا چاہا مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اُن کی بات بھی توجہ سے نہ سنی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا؛

یہ یقیناً حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ ہوگا۔

اور نبی اکرم ﷺ کے دونوں اندازے درست تھے۔

نبی اکرم ﷺ کو اس واقعے سے سخت صدمہ پہنچا اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کی !اے اللہ! میں خالد کے اس عمل سے بری ہوں کہ میں نے انھیں اس قسم کا کوئی حکم نہ دیا تھا۔

اے اللہ! میں خالد کے اس عمل سے بری ہوں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن کو بہت سا مال دے کر بنو جذیمہ کی طرف بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

بنو جذیمہ کی طرف جاؤ اور اُن کے معاملے پہ غور وفکر کرو جاہلیت کے اعمال سے دور رہتے ہوئے بنو جذیمہ کی دلداری کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچنے کے بعد سب سے پہلے تو اُن کے مقتولوں کی دیت ادا کی اس کے بعد اُن سے پوچھا؟

مسلمانوں کے ہاتھوں اِن کا جو مالی نقصان ہوا ہے رسول اللہ کے حکم کے مطابق میں اُسے ادا کرنے کا مجاز ہوں اس لیے مجھ سے طلب کرو۔ چنانچہ اُس کے بعد انھوں نے جو بھی مطالبہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُسے پورا کیا اور وہ صبح سے شام تک لوگوں کے بیچ مال ودولت تقسیم کرتے رہے حتیٰ کہ اگر کسی نے کتے کا پانی پینے والا برتن یا اونٹ کو باندھنے والی رسی کا بھی مطالبہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے بھی پورا کیا۔

اس کے بعد انھوں نے بنو جذیمہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا؛

تم میں سے اگر کسی کا کچھ حق رہ گیا ہو تو مجھے بیان کرے۔

بنو جذیمہ نے کہا!

نہیں ہم نے اپنا حق وصول کر لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے دیکھا تو ابھی بہت سا مال ودولت باقی تھا جسے آپ لے کر مکہ سے نکلے تھے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنو جذیمہ سے کہا؛

اگرچہ میں نے احسن طریقے پہ تمہارا حق ادا کر دیا ہے مگر یہ مال ودولت جو ابھی میرے قبضے میں ہے یہ سب بھی تمہارا ہے۔

اور بنو جذیمہ کے لوگ اس مال کی طرف لپکے اور جس کو جو چیز پسند آئی اُس نے اٹھالی۔

ابن سحٰق نے لکھا ہے کہ!

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُن لوگوں کو قتل کر چکے جن کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے تو حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی اور اُن سے کہا! تمہارا یہ عمل اسلام کے مطابق نہ تھا اور نہ ہی اسے رسول اللہ ﷺ کبھی پسند کریں گے کیونکہ یہ تو دورِ جاہلیت کا طریق تھا جس کو تم نے اختیار کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا؛

مگر میں نے تو آپ کے والد کے قتل کا بدلہ لیا ہے۔

مگر اسلام میں اس کی گنجائش نہ تھی اور پھر تم نے میرے والد کا نہیں بلکہ اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ کے والد عوف بن عبد عوف بن عبدالحارث بن زہرہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم عہد جاہلیت میں اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ بنو جذیمہ کی بستیوں سے گذرے تو بنو جذیمہ نے انھیں قتل کر کے اِن سے مال و اسباب چھین لیا تھا۔ مکہ پہنچنے پہ اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرزنش کی تاہم آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اُن کی امارت پہ بحال رکھا۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ!

مکہ پہنچنے کے بعد جب حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو اُس وقت حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی دربارِ رسالت میں موجود تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا؛

خالد رضی اللہ عنہ! میرے صحابہ سے رُک جاؤ خدا کی قسم اگر تم جبل احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرو تب بھی میرے صحابہ کی ایک صبح و شام کے اجر تک نہ پہنچ پاؤ گے۔

⌘⌘⌘

6 شوال 8 ھجری۔ بمطابق 27 جنوری 630ء

غزوہ حنین

نبی اکرمﷺ فتح مکہ سے فارغ ہو چکے تھے اور حرم پاک کو اُس کی اصل ہیت میں بحال کیا جا چکا تھا۔ اللہ کا یہ گھر ازل سے توحید کا گہوارہ چلا آ رہا تھا کہ عربوں کی جاہلیت نے حرم پاک میں شرک کا طریق متعارف کرایا۔ تاہم اب وہ تاریک رات ڈھل چکی تھی اور حرم پاک میں اب صرف توحید کے نغمے تھے۔ عرب بالعموم اسلام قبول کر چکے تھے اور قریش کے اسلام قبول کر لینے کے بعد اب اُن کے پاس انکار کا جواز بھی نہ بچا تھا کیونکہ آج تک وہ قریش ہی کی پیروی اختیار کئے ہوئے تھے اس لیے بیشتر عرب قبائل نے اب بھی قریش ہی کی پیروی کو ترجیح دی اور اسلام قبول کر لیا نبی اکرمﷺ نے قریش کے ایک انیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسیدؓ کو شہر مکہ کا حکمران مقرر کر دیا تھا اور قریب تھا کہ آپﷺ مدینہ واپس لوٹ جاتے کہ بنو ہوازن کی طرف سے خبریں آنے لگیں کہ وہ شہر مکہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

⌘⌘⌘

بنو ہوازن

بیس سال قبل جب نبی اکرم ﷺ نے شہر مکہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اہل عرب نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور صرف قریش تھے جو نبی اکرم ﷺ کے خلاف میدان عمل میں متحرک تھے باقی عرب نے خود کو اس معاملے سے الگ رکھا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اسے قریش کا اندرونی مسئلہ جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بالآخر قریش آنحضرت محمد ﷺ پہ غالب آ جائیں گے۔ تاہم اللہ کی نصرت ہمیشہ سے اپنے انبیاء ورسل کے ساتھ رہی ہے اس لیے قریش کی شدید مخالفت کے باوجود نہ صرف قریش کے بہت سے نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا بلکہ عرب میں خال خال ہی سہی مگر دور تک اسلام کا نام لیا جانے لگا تھا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے دور دراز کے سفر کیے اور مکہ پہنچ کے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔ اِن میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اور قبیلہ دوس کے سردار حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں اور نجران سے بھی عیسائیوں کے ایک وفد نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کیا تھا ۔تب اہل مکہ کو احساس ہوا کہ یہ معاملہ اس قدر آسان نہیں جس قدر انھوں نے اسے آسان سمجھا ہے۔ چنانچہ انھوں نے باہم مشاورت سے نبی اکرم ﷺ کے خاندان بنو ہاشم سے ہر قسم کا رابطہ ختم کر دیا۔ تاہم یہ سب رکاوٹیں اسلام کے اُس عظیم انقلاب کی راہ میں حائل نہ ہو سکیں جو مقدر ہو چکا تھا۔ جب اہل قریش نے نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا حتمی فیصلہ کیا اُس وقت مدینہ شہر مدینہ کے اہم قبائل اوس وخزرج کے دل اسلام کی روشنی سے منور ہو چکے تھے، انھوں نے نبی

اکرمﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور اس بات کا عہد کیا کہ جب تک اِن دو قبائل کا ایک بھی ذی روح سانس لیتا ہے وہ قریش کے خلاف نبی اکرمﷺ کی مدافعت کریں گے۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ مدینہ تشریف لے گئے جہاں اسلام کو بہت جلد وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ اہل مکہ اس سے ہراساں ہوگئے انھوں نے نبی اکرمﷺ کا تعاقب کیا اور بدر واحد اور خندق کے میدانوں میں ناکامی کے بعد چپ ہو کے بیٹھ رہے۔

اسلام کی اس روز افزوں مقبولیت کو تمام عرب دیکھ رہے تھے اور تب اسلام کے خلاف خطہ عرب کی تین بڑی طاقتیں متحرک تھیں۔ اول تو خود نبی اکرمﷺ کا خاندان قریش تھا جو آئے روز مدینہ پہ حملہ کرتے رہتے، دوم شہر مدینہ کے یہودی تھے جن کا شہر مدینہ سے مستحکم اقتدار ختم کر دیا گیا تھا اور تیسرے عرب کے وہ بدوی قبائل تھے جو دور صحراؤں میں مقیم تھے اور اُن کا پیشہ راہزنی تھا۔ اسلام سے اُن کی عداوت طبعی تھی اس لیے کہ اسلام اُن کے ذریعہ معاش پہ قدغن لگاتا تھا۔ بدوی قبائل اگرچہ متفرق تھے تاہم اُن میں بنو ہوازن بنو ثقیف بنو جشم اور بنو سعد بن بکر قابل ذکر طاقت تھے اور وہ اسلام کے خلاف متحرک بھی تھے۔ خاص طور پہ بنو ہوازن تو اول روز سے اسلام کے مخالف چلے آئے تھے مورخین نے اسلام سے اِن کی عداوت کی کئی وجوہات بیان کی ہیں جنھیں ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں۔

۱۔ بنو ہوازن عہد جاہلیت میں بھی قریش کے سخت دشمن تھے اور عربوں کی تاریخ میں حرب فجار کے نام سے جن جنگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہ قریش اور ہوازن کے مابین ہی بپا ہوئیں تھیں جن میں سے آخری معرکے میں نبی اکرمﷺ نے بھی اپنے چچاؤں کے ساتھ شرکت کی تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ قریش کے اسلام قبول کر لینے اور مکہ کی فتح کے بعد بنو ہوازن کو اس بات کا احساس تھا کہ اب اُن کی باری ہے اس لیے کہ اسلام کے بڑے دشمن یہودی تباہ و برباد ہو چکے تھے اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے اب وہ آخری دیوار تھے جس کے منہدم ہونے کے بعد اسلام اور اہل عرب کے بیچ کچھ بھی حائل نہ رہتا۔

۳۔اُن کا خیال تھا کہ چونکہ وہ کثرت میں ہیں اور فنِ حرب خاص طور پہ تیراندازی میں اہل عرب میں اُن کا کوئی ثانی نہیں اس لیے مسلمانوں کو شکست دینا اُن کے لیے مشکل نہ ہوگا اور وہ مسلمانوں کو شکست دے کر عربوں کے ہیرو بن جائیں گے۔اُن کا خیال تھا کہ قریش چونکہ رسول اکرم ﷺ کا اپنا خاندان تھا اس لیے اہل قریش نے جی جان سے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کیا چنانچہ وہ اپنے روزِ بازو کو آزمانے پہ تلے بیٹھے تھے۔

۴۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ بنو ہوازن کو اس بات نے بھی جنگ پہ آمادہ کیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے بت خانے عزی کو تباہ برباد کرادیا تھا چنانچہ وہ تمام عرب قبائل جن کو عزی کے ساتھ جذباتی وابستگی تھی وہ بنو ہوازن کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔

۵۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب انھوں نے اپنے حلیف قبائل کو اسلام خاص طور پہ قریش کی مخالفت پہ ابھارا تو اُن کو توقعات سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اور بنو ثقیف، بنو جشم، بنو سعد بن بکر، بنو ہلال، بنو نصر نے اُن کی حمایت کا اعلان کردیا اور اپنی فوجی قوت بنو ہوازن کے ماتحت دینے پہ بھی تیار ہوگئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اس حقیقت کو جان لینے کے بعد کہ اب اُن کا مقابلہ مسلمانوں سے طے ہے بنو ہوازن نے جنگ کی تیاری شروع کردی۔بنو ہوازن کے سردار عوف بن مالک نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے باہم مشاورت کے لیے بنو ثقیف کے سردار کنانہ بن عبد یا لیل کو بھی طلب کیا اس کے علاوہ بنو ہوازن کے کئی حلیف قبائل بھی مشاورت کے اس عمل میں شریک ہوئے اور اس مشاورت کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان تمام بدوی قبائل نے متفقہ طور سے مکہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔بنو ہوازن کو بنو ثقیف کے علاوہ بنو جشم، بنو نصر، بنو ہلال اور سعد بنو بکر کی حمایت بھی حاصل ہوگئی۔بنو ہوازن ہی کے دو اہم خاندانوں کعب اور کلاب نے اس جنگ میں کودنے سے گریز

کیا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ بنو کعب کا سردار نہایت زیرک اور صاحب دانش فرد تھا جس کا نام ابن ابی براء تھا اُس نے اپنی قوم سے کہا کہ بخدا ! تم لوگ جس قدر چاہے بھاگ لو محمد (ﷺ) تم پہ غالب آ کے ہی رہیں گے۔

علامہ زین دحلانی نے اپنی سیرت کی کتاب " **السیرۃ النبویہ** " میں لکھا ہے کہ بنو ہوازن اور اُن کے حلیف قبائل کی تعداد تیس ہزار تھی[21*]۔ بنوسعد بن بکر جو عرب کا ایک طاقتور قبیلہ تھا اُس نے بنو ہوازن کا ساتھ دینے کی حامی تو بھر لی اور مالک بن عوف کی سربراہی بھی قبول کر لی مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی کہ مالک بن عوف ہمارے ایک عمر رسیدہ شخص درید بن الصمہ کے مشورے کا پابند ہوگا۔ درید بن الصمہ اُن کا شیخ تھا جس نے بہت سی جنگیں لڑیں تھیں اور اپنے وقت کا ماہر جنگجو جانا جاتا تھا وہ نہایت بہادر اور شجاع شخص تھا بنوسعد بن بکر اُس کی رائے کے خلاف نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ وہ بنوسعد بن بکر کے ساتھ آیا۔ بنو ہوازن اور اُس کے حلیف اوطاس میں اکٹھا ہو رہے تھے۔ بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے بنو ہوازن کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے بیوی بچوں اور جانوروں کو ساتھ لے کر نکلیں۔

جب بنوسعد اوطاس میں داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ درید بن الصمہ بھی تھا جو اگرچہ اب اندھا ہو چکا تھا کہ وہ دو صدیاں اس دنیا میں گذار چکا تھا مگر اس کی دانش اب بھی مسلمہ تھی۔ درید بن الصمہ کو ایک اونٹ کے ہودج میں بٹھایا گیا تھا جس میں عام طور پہ عورتیں بیٹھا کرتیں تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نہایت سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے کسی قدر لاغر ہو چکا تھا جب وہ اپنے اونٹ پہ سوار بنو ہوازن کی لشکر گاہ میں داخل ہوا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا؟

یہ کون سی جگہ ہے؟

لوگوں نے اُس کو بتایا کہ یہ وادیٔ اوطاس ہے۔

اُس نے کہا!

یہ گھوڑوں کے لیے عمدہ سرزمین ہے جس میں نہ تیز اور نوکدار پتھر ہیں کہ گھوڑوں کے پاؤں زخمی

کریں اور نہ ریت ہے جس میں گھوڑوں کے پاؤں دھنستے ہوں۔

درید نے اپنے کان اٹھائے اور کسی سے پوچھا؟

مجھے عورتوں کے چیخنے اور بچوں کے رونے کی آوازیں آ رہی ہیں بکریوں کے ممیانے اور گدھوں کے رینگنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔لوگوں نے درید بن الصمہ کو بتایا کہ مالک نے لوگوں سے کہا کہ ہے کہ وہ اپنے بال بچوں اور جانوروں کو اپنے ہمراہ لائیں۔

درید بن الصمہ نے کہا!

مالک کو بلاؤ!

مالک آیا تو درید بن الصمہ نے اُس سے پوچھا یہ تم نے کیا کیا ہے۔

مالک نے جواب دیا؛

میں نے لوگوں سے کہا ہے کہ وہ اپنے بیوی اور بچوں کو ساتھ لائیں تا کہ میدان جنگ میں وہ اپنے بیوی بچوں کا دفاع کریں اور سر دھڑ کی بازی لگا دیں اس طرح میں نے ان کے فرار کا راستہ بھی روک دیا ہے۔

درید بن الصمہ نے کہا؛

اے اور بھیڑوں کے چرواہے۔

شکست کھا کر بھاگنے والے کو بھی کبھی کسی چیز نے روکا ہے؟

اگر تم نے جنگ جیتنی ہے تو تلواروں کی چمک اور نیزوں کی انیوں کی پھرتی کی بنا پہ جیتنی ہے اور اگر تمہیں شکست ہوئی تو تم صرف جنگ ہی نہیں ہارو گے بلکہ اپنی عزت بھی ہار جاؤ گے۔اور کیا تم نہیں جانتے کہ تم کن کے مقابلے میں اترے ہو بخدا! محمدﷺ بہت کریم النفس شخص ہیں اور انھوں نے سارے عرب کو روند ڈالا ہے یہودیوں کو اُن کے مستحکم قلعوں سے نکال باہر کیا ہے۔

مالک بن عوف خاموشی سے درید کی باتیں سنتا رہا۔

درید بن الصمہ نے اب پوچھا؟

بنوکعب اور بنوکلاب نے کیا کِیا؟

جواب دیا گیا کہ وہ تو اس جنگ میں شریک ہی نہیں ہوئے۔

وہ تو کوشش اور شجاعت ہیں اُن کے بغیر تم کیا لڑو گے بخدا! اگر آج کا دن سربلندی اور سرفرازی کا دن ہوتا تو یہ دونوں قبیلے تمہارے ساتھ نکلتے۔ مالک بن عوف تیس سال کا ایک تیز مزاج نوجوان تھا جو حقیقت میں رموز حرب سے کچھ زیادہ آگاہ نہ تھا اس لیے جلد ہی وہ درید بن الصمہ کی باتوں سے اکتا گیا اور کہنے لگا۔ تم ایک بوڑھے شخص ہو جس کے پاس باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جس طرح تم بوڑھے ہو چکے ہو اسی طرح تمہاری باتیں بھی ناکارہ ہیں بخدا میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔

لوگوں نے اس بات پہ احتجاج کیا تو مالک ہتھے سے اکھڑ گیا اور اُس نے کہا؛

اے میری قوم کے لوگو میری بات مان لو ورنہ خدا کی قسم میں اپنی تلوار پہ اپنا سینہ ڈال دوں گا اور خود کو قتل کر ڈالوں گا۔

لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا!

تم رُک جاؤ ہم تمہاری بات مانیں گے۔

دوسری طرف درید بن الصمہ بھی لوگوں سے اپنی بات کہہ رہا تھا اُس نے لوگوں سے کہا؛

یہ شخص تمہیں ذلیل و رسوا کرنا چاہتا ہے تمہاری عورتوں کی عزت و آبرو خاک میں ملانا چاہتا ہے تمہاری اولاد کو غلامی سے دوچار کرنا چاہتا ہے بخدا! تم دیکھنا کہ جب جنگ کی چکی چلے گی تو یہ تمہیں مسلمانوں کی تلواروں کی نوک پہ چھوڑ کے بھاگ اٹھے گا اور طائف کے مضبوط قلعے سے پہلے نہ رکے گا اس لیے تم لوگوں کے لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کہ میں اسی میں خیر دیکھتا ہوں۔

مگر بنوہوازن چونکہ اکثریت میں تھے اس لیے لوگوں نے درید بن الصمہ کی پُردانش باتوں کو نظرانداز کر دیا اور جنگ پہ تُل گئے۔ درید نے جب دیکھا کہ لوگوں نے اُس کی بات نہیں مانی تو

وہ افسردہ ہوگیا تاہم اُس کے دل میں اپنی قوم کا درد تھا اس لیے اُس نے کہا مالک کو بلاؤ۔

مالک آیا تو اُس نے کہا!

اگرچہ تم نے میری کوئی بات نہیں مانی تاہم سن لو اگر تم مسلمانوں سے جنگ ہی کرنا چاہتے ہو تو اپنے لشکروں سے بہترین تیراندازوں کو روانہ کردو اور انھیں مسلمانوں کے راستے میں پڑنے والی گھاٹیوں اور کمین گاہوں میں چھپا دو کہ جب مسلمان اُن کی زد میں آئیں تو وہ اُن پہ حملہ کر دیں جب مسلمان اُن کی طرف متوجہ ہوں تو تم سامنے سے مسلمانوں پہ حملہ کر دینا۔

مالک نے درید کے اس مشورے کو قبول کرلیا اور تیزاندازوں کو ضروری ہدایات کے ساتھ اُن وادیوں کی طرف روانہ کر دیا جہاں سے مسلمانوں کے لشکر نے گذرنا تھا۔اور دوسری طرف مکہ تھا جہاں اللہ کے سپاہی اُس کے نام کو بلند کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

⌘⌘⌘

لشکرِ اسلام کی روانگی

نبی اکرم ﷺ نے سنا کہ بنو ہوازن مکہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن سے مشاورت کی جس میں طے پایا کہ ہمیشہ کی طرح اس سے قبل کہ دشمن ہم پہ حملہ کرے ہمیں اُس پہ حملہ کر دینا چاہیے۔ چنانچہ جہاد کا اعلان کر دیا گیا اور مسلمان جوش و جذبے سے سرشار جہاد کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ اُن کے رہنما اور کماندار تھے اور حقیقی رہنماؤں اور کمانداروں پہ ذمہ داری کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو جب بتایا گیا کہ ہتھیاروں کی قلت ہے نقد رقوم کی بھی ضرورت ہے جس کا انتظام کیا جانا ضروری ہے تو نبی اکرم ﷺ پریشان ہو گئے اور عملی اقدامات کی طرف راغب ہوئے۔ کسی نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا گیا کہ صفوان بن امیہ کے پاس کافی ہتھیار ہیں چنانچہ صفوان بن امیہ کو طلب کیا گیا اور اُس سے کہا گیا ہم ایک بڑے دشمن سے برسرِ پیکار ہیں اس کے لیے ہمیں تمہارے ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ صفوان بن امیہ ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھا اور اسلام کی روشن اور واضح تعلیمات سے اس کا دل منور نہ ہوا تھا اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کی بات کو پوری طرح نہ سمجھ سکا اور کہنے لگا آپ مجھ سے میرے ہتھیار چھیننا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا نہیں بلکہ ہم تو صرف عاریتاً لینا چاہتے ہیں جنگ کے بعد تمہارے ہتھیار تمہیں واپس مل جائیں گے اور اگر اُن ہتھیاروں میں کچھ ٹوٹ گئے یا جنگ میں کام آ گئے تو ہم اُن کی قیمت ادا کریں گے۔

صفوان بن امیہ نے کہا! اس میں تو کوئی حرج نہیں۔

چنانچہ اُس نے مسلمان لشکر کو ایک سو زرہیں دیں اور نیزوں کا ایک انبار مسلمانوں کے حوالے کیا۔

ازاں بعد نبی اکرم ﷺ نے جنگی اخراجات کے لیے امرائے قریش سے قرض لیا جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ سے پچاس ہزار درہم، حویطب بن عبدالعزیٰ سے چالیس ہزار ردہم اور عبداللہ بن ربیعہ سے بھی چالیس ہزار درہم قرض لیا اور ایک لاکھ تیس ہزار درہم کی یہ کثیر رقم جنگ کی تیاریوں پہ خرچ کردی۔ نادار صحابہ کے لیے سواری اور ہتھیار خریدے گئے لشکر کے لیے زادِراہ کا اہتمام کیا گیا اور دیگر ضروری اخراجات پورے کئے گئے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ!

صفوان بن امیہ کی زرہوں کے علاوہ نبی اکرم ﷺ نے نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے بھی تین ہزار نیزے اس جنگ کے لیے عاریتاً لیے۔ اِن امور سے فارغ ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حسب عادت اپنے جاسوسوں کو روانہ کیا تا کہ وہ دشمن کے متعلق معلومات حاصل کریں اس مقصد کے لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ بنو ہوازن کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں قیام کریں اُن کے لشکر میں گھل مل جائیں اور ضروری معلومات حاصل ہونے کے بعد فوراً واپس لوٹ آئیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ بغیر کسی تاخیر کے روانہ ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق وہ دشمن تک پہنچتے ہی اُن کے لشکروں میں شامل ہو گئے اور اتنے بڑے لشکر میں شامل ہونا چنداں دشوار نہ تھا وہ حالات پہ کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اور اپنے مطلب کی باتوں کو نوٹ کر رہے تھے۔ ایک رات حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو موقع ملا اور وہ بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف کے خیمے کے بالکل پاس پہنچ گئے جہاں وہ اپنے حلیفوں

کے ساتھ متوقع جنگ کے متعلق بات چیت کر رہا تھا۔ مالک کہہ رہا تھا کہ محمدﷺ نے آج تک کسی بہادر قوم کا سامنا نہیں کیا بلکہ وہ ہمیشہ ایسی قوموں سے مصروف پیکار رہے ہیں جو فن حرب وضرب سے نا آشنا تھے۔ اس کے بعد اُس نے اپنے جنگی منصوبے کا تذکرہ بھی کیا۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ نے اُسی وقت فیصلہ کیا کہ اب اُن کو واپس لوٹ جانا چاہیے اور وہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت عبداللہ بن ابی حدردؓ مکہ پہنچے اور جو کچھ دیکھا سنا تھا نبی اکرمﷺ کی خدمت میں گوش گذار کر دیا۔

نبی اکرمﷺ شاید انھی کا انتظار کر رہے تھے اس لیے کہ اگلی صبح اسلامی لشکر کو روانگی کا حکم دے دیا گیا۔ نبی اکرمﷺ چھ شوال آٹھ ہجری کو مکہ سے روانہ ہوئے اور آپ کی منزل حنین نامی وہ چشمہ تھا جو مکہ سے بمشکل پندرہ میل دور رہا ہوگا اور اسی چشمے کی مناسبت سے اس ساری وادی کو حنین کہا جانے لگا تھا جہاں عرب کی ایک تندخو قوم آباد تھی جنھیں بنو ہوازن کہا جاتا تھا بنو ہوازن کا نسب یہ ہے۔

"ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن الیاس بن مضر"

نبی اکرمﷺ مکہ سے روانہ ہوئے تو امہات المومنین میں سے حضرت اُم سلمٰی اور حضرت میمونہ ہمراہ تھیں۔

نبی اکرمﷺ کے لشکر کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے مورخین نے بیان کیا ہے کہ دس ہزار کا لشکر تو وہ تھا جو مدینے سے آپﷺ کے ساتھ آیا تھا اور دو ہزار وہ اہل قریش تھے جنھوں نے فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا۔ نو مسلم لشکر کے علاوہ بہت سے دیگر اہل قریش بھی اس جنگ میں مسلمانوں کے ہمراہ ہو گئے جنھوں نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا اور اُن کی عورتیں تھیں اور دیگر لوگ تھے جو جذبہ جہاد سے تو نا آشنا تھے مگر مال غنیمت کے لالچ میں لشکر اسلام کے ہمراہ نکل آئے تھے۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ کے ساتھ بارہ ہزار لوگ تھے اور یہ اسلام کا سب سے بڑا لشکر تھا جو آج تک کسی مہم کے لیے نکلا ہو اسی لیے تو راستے میں کسی صحابی کے منہ سے نکل ہی گیا

کہ آج ہمیں کوئی تعداد کی قلت کی بنا پہ شکست نہیں دے سکتا۔ جب یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ کو نہایت ناگوار گذری اس لیے کہ مسلمانوں نے تو ہمیشہ قلت اور کثرت کو نظر انداز کرتے ہوئے محض اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے جہاد کیا تھا اور مسلمان ہمیشہ نصرت خداوندی کے ہی طلبگار رہے تھے مگر آج کچھ لوگوں نے نصرت خداوندی کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی کثرت کو کامیابی کی بنیاد قرار دیا تھا اور یہ اُن کی بہت بڑی غلطی تھی جس پہ قرآن حکیم کی یہ آیات اتاریں گئیں۔

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ۹ ؛ آیات ؛ ۲۷۔۲۵)

ترجمہ؛

"اللہ اس سے پہلے بھی بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اُس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اُس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرہ تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پہ تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکنیت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے

کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اللہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

قریش کا اسلام ابھی نیا تھا اور اُن میں بہت سے ایسے تھے جن کے دلوں میں جاہلیت تھی اس لیے جب وہ ایک خاص مقام پہ پہنچے جہاں ایک درخت تھا جس کو عرب مقدس جانتے تھے اُس درخت کو عرب "**ذات انـــواط**" کہا کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے جب اُن کو کوئی معرکہ درپیش ہوتا تو وہ اپنے ہتھیار اس درخت کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے نبی اکرمﷺ جب اپنے لشکر کے ساتھ اُس درخت کے پاس سے گذرے تو مکہ کے نومسلموں نے نادانی میں نبی اکرمﷺ سے مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہﷺ ذات النواط کی طرح کا کوئی درخت ہمارے لیے بھی مقدس قرار دے دیں جس سے ہم برکت حاصل کریں۔یقینی بات ہے کہ نبی اکرمﷺ کو قریش کی اس جاہلیت سے نہایت دُکھ پہنچا مگر انبیاء و رسل کے ساتھ اُن قوموں کا معاملہ ایسا ہی ہے وہ ہمیشہ انبیاء و رسل کو دکھ پہنچاتے رہے ہیں اور اللہ کے رسول ہمیشہ صبر ہی کرتے رہے ہیں۔

چنانچہ رسول اللہﷺ نے آزردگی کے باوجود اُن کی اس جہالت پہ صبر کیا اور فرمایا! سبحان اللہ

"فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قُلْتُمْ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ "

رسول اللہﷺ نے فرمایا !

اللہ اکبر اللہ سب سے بڑا ہے۔مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں

میری جان ہے۔تم نے بھی وہی بات کہی ہے جو موسیٰ کی قوم نے اُن سے کہی تھی کہ قوم بنی اسرائیل نے جب ایک مشرک قوم کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمائش کی اُن کے لیے ایک بت گھڑا جائے تو حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کی جاہلیت کا انتہائی برا منایا اور اُن سے کہا تم تو ایک نہایت جاہل قوم ہو"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھ رہے تھے جو وادی ہوازن میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

نبی اکرم ﷺ دلدل نامی ایک خچر پہ سوار تھے۔

حضرت سہل بن حنظلیہ سے امام حلبی نے روایت کی کہ!

ہم دشمن کی طرف بڑھتے رہے حتیٰ کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو ایک سوار اُن کے قریب ہی اترا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

میں لشکر اسلام کے اگلے حصے میں تھا میں نے ایک پہاڑ پہ چڑھ کے دیکھا کہ بنو ہوازن اپنی عورتوں بچوں اور جانوروں سمیت وادیٔ میں جمع ہو چکے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ سوار کی بات سن کے ہلکے سے مسکرائے اور فرمایا؛

کل انشاءاللہ یہ سب چیزیں تم کو حاصل ہو جائیں گی۔

⌘⌘⌘

10 شوال 8 ہجری، بمطابق 31 جنوری 630ء

جنگ، فتح، واپسی

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کے دستوں میں مختلف پرچم تقسیم کیئے۔ نبی کرم ﷺ نے قریش کو تین جھنڈے عطا فرمائے۔ایک جھنڈا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ایک جھنڈا حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کو سونپا۔ایک جھنڈا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔انصارِ مدینہ میں سے بنو اوس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا جبکہ بنوخزرج کا جھنڈا حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا۔اگلی صبح نبی اکرم ﷺ حنین کی وادیٔ میں داخل ہوئے۔وہ منگل کا دن اور شوال کی دس تاریخ تھی جس روز حنین کا میدان سجا! پیر کے روز عوف بن مالک کے تین جاسوس عوف تک پہنچے تو وہ تھر تھر کانپ رہے تھے اُن کے پسینے چھوٹ رہے تھے اور اُن کی زبان سے لفظ نہ نکلتا تھا۔لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ انھیں کیا ہوا ہے تو انھوں نے بمشکل تمام بتایا کہ انھوں نے دیکھا کہ وہ سفید ابرق کی طرح بلند قامت ابلق گھوڑوں پہ سوار ہیں اور وہ سوار کسی اور ہی دنیا کے آدمی معلوم ہو رہے تھے ہم نے اُن کے قریب ہونا چاہا تو خوف کی ایک شدید لہر نے ہم کو اپنی لپیٹ

میں لے لیا اور انھوں نے جب ہماری طرف دیکھا تو اُن کی آنکھوں کی چمک سے ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے ہمارے جوڑوں کو الگ کر دیا گیا ہو۔

انھوں نے لوگوں سے کہا؛

بخدا! تم کبھی اُن لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے جس قدر جلد ممکن ہو بھاگ جاؤ۔ عوف بن مالک نے اِن کو جھڑکا اور اپنے سب سے بڑے سورما کو آگے روانہ کیا تا کہ وہ حالات کا جائزہ لے۔ وہ سورما لشکر سے نکلا اور گھوڑا بھگاتا ہوا اُس طرف گیا جس کی نشاندہی عوف بن مالک کے جاسوسوں نے کی تھی۔ مگر وہ تھوڑی ہی دیر بعد واپس آ گیا اُس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ انتہائی خوفزدہ تھا لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ کیا ہوا مگر بہت دیر تک وہ کسی کی بات کا جواب دینے کے قابل نہ رہا۔

پھر جب بولا تو اُس نے بھی وہی کہا جو مالک کے پہلے جاسوس کہہ چکے تھے۔

مالک بن عوف نے لوگوں سے کہا اِن تینوں کو لشکر سے الگ کر دو مبادا یہ سارے لشکر کو خوفزدہ کر دیں۔ مالک بن عوف اگرچہ اب کسی حد تک پریشان تھا مگر پھر جنگ کرنے کی خواہش نے اِس پہ غلبہ پا لیا اور وہ دوسری باتوں میں محو ہو گیا۔ دوسری صبح نیم سحر تھی جب مسلمانوں کا لشکر حنین کی وادیٔ میں داخل ہوا۔

مسلمان لشکر حنین کے کوہستانی دروں اور پر پیچ گھاٹیوں کے بیچ رواں تھا اور اس بات سے بے خبر تھا کہ انھی وادیوں میں دشمن اُن کی گھات میں بیٹھا ہے۔

چنانچہ جب مسلمانوں کا لشکر پوری طرح گھاٹی میں داخل ہو گیا اور دشمن کی زد میں آیا تو اچانک ہی اُن پہ ہر طرف سے تیروں کی بارش کر دی گئی۔

مسلمان اس غیر متوقع حملے کے قطعی تیار نہ تھے اس لیے جلد ہی اُن کے قدم اکھڑ گئے اور لشکر کا ہروال دستہ واپسی کے لیے مڑا تو باقی لشکر بھی منتشر ہو گیا۔

تب اللہ کے رسول ﷺ ڈٹے رہے اور اُن کے ساتھ محض چند لوگ تھے۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس اچانک حملے نے مسلمان لشکر کو حواس باختہ کر دیا تھا اس لیے وہ نبی اکرم ﷺ کے قریب سے گذرتے ہوئے پسپا ہو رہے تھے اور اُن کو کوئی خیال نہ تھا کہ وہ کیا کرنے جا رہے ہیں۔

بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ!

دشمن کی تیز اندازی اس قدر گھنی اور مسلسل تھی کہ ہمارے لیے آنکھیں کھولنا تک دشوار ہو رہا تھا ہمیں کچھ پتا نہ تھا کہ ہمارا رخ دشمن کی طرف ہے یا ہم پیچھے کی طرف بھاگ رہے ہیں۔

مورخین نے اس پسپائی کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ پسپا ہونے والے لوگوں میں اکثریت اُن لوگوں کی تھی جنھوں نے ابھی ابھی یعنی فتح مکہ کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا جب انھوں نے دیکھا کہ دشمن نے اُن پہ حملہ کر دیا ہے تو وہ واپسی کے لیے بھاگے اور اُن کے بھاگنے کی وجہ سے لشکر انتشار کا شکار ہو گیا اس لیے کہ بھاگنے والے اس قدر سراسیمہ تھے کہ انھوں نے پیچھے آنے والے لشکروں کو بھی پیچھے دھکیل دیا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے۔ بیان کیا گیا کہ اِس وقت اُن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت ابوسفیان بن حارث، جعفر بن ابوسفیان، فضل بن عباس، ربیعہ بن حارث، اسامہ بن زید اور ایمن بن عبید رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے اور نبی اکرم ﷺ کو اپنے گھیرے میں رکھا تا کہ دشمن کا کوئی تیر اُن تک نہ پہنچ سکے۔

دشمن اب بڑھ بڑھ کر حملے کر رہا تھا۔

اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے ہی حضرت ایمن بن عبید شہید ہو گئے۔

تب نبی اکرم ﷺ بلند آواز سے فرما رہے تھے۔

میں اللہ کا رسول ہوں، میں محمد ابن عبداللہ ہوں، میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

نبی اکرم ﷺ اپنے خچر پہ سوار تھے اور خچر کی لگام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ننگی تلوار لہراتے ہوئے دشمن کو للکار رہے تھے اور بڑھ بڑھ کر

اُن پہ حملہ کر رہے تھے۔ نبی اکرمﷺ کی طرف اُن کی پشت تھی اور وہ جانبازی سے دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے اور اُن کو رسول اللہﷺ کی طرف بڑھنے سے روک رہے تھے۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت عباسؓ سے دریافت کیا یہ کون ہے؟

حضرت عباسؓ مسکرائے اور فرمایا!

یارسول اللہﷺ! یہ آپ کے تایا حارث کا بیٹا ابوسفیان ہے۔

یارسول اللہﷺ! اس کی خطائیں معاف فرما دیں اور اس سے راضی ہو جائیں۔ نبی اکرمﷺ نے فرمایا! اس کے بعد میں اس سے راضی ہوں اے میرے اللہ تو بھی اس سے راضی ہو جا!

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ!

میں نے دیکھا کہ رسول اللہﷺ لوگوں کو آوازیں دے رہے ہیں مگر صحابہ آپﷺ کی آواز نہیں سن رہے تھے اور وہ حواس باختہ سے بھاگ رہے ہیں۔

تب قریش میں سے کچھ لوگوں کے دلوں کا میل باہر آ گیا اور وہ مسلمانوں کی اس پسپائی پہ خوش نظر آتے تھے۔

چنانچہ ابوسفیان نے کہا؛

بھاگنے والا یہ لشکر اب سمندر سے پہلے رکنے والا نہیں ہے۔

ایک اور شخص جس کا نام کلدہ بن حنبل بیان کیا گیا ہے اپنے خبث باطن کو نہ چھپا سکا اور زور سے پکارا؛

لوگو! اسلام کا جادو ٹوٹ گیا ہے۔

صفوان بن امیہ نے اُس کو جھڑکا اور کہا؛

اے بد بخت شخص خاموش ہو جا ہمارے لیے مسلمانوں کا چرواہا بن جانا اس سے بہتر ہے کہ ہم بنوہوازن کے غلام بن جائیں۔

امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ!

تب ایک بدوی صفوان بن امیہ کے پاس سے گذرے اور کہا؛

صفوان تمہیں خوشخبری ہو کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی ہے۔

صفوان جو ابھی تک اپنے آباء کے دین پہ تھا مگر صاحب دانش تھا اس لیے اُس نے اس شخص سے کہا کیا تو مجھے قریش پہ دیہاتی گنواروں کو حکمران ہونے کی خوشخبری دے رہا ہے تو تجھ پہ افسوس ہے۔

اسی دوران حضرت عکرمہؓ بھی وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے کہا؛

معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کوئی محمدﷺ کو شکست نہیں دے سکتا۔

سہیل بن عمرو نے جل کے جواب دیا؛

ابھی اس بات کو زیادہ وقت نہیں گذرا کہ تم محمدﷺ کی مخالفت میں پیش پیش تھے سہیل کی یہ بات سن کے حضرت عکرمہ بن ہشام مسکرائے اور فرمایا؛

وہ تب کی بات تھی جب ہم بے دین تھے ہماری عقلوں میں فتور تھا اور ہم پتھروں کی پوجا کرتے تھے اور تمہاری عقل میں تو خیر یہ خرابی ابھی تک باقی ہے۔حضرت عکرمہ بن ہشامؓ کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ سہیل بن عمرو ابھی تک اپنے آبائی دین پہ تھا۔سہیل بن عمرو کو حضرت عکرمہ بن ہشام کی یہ بات کسی تیر کی طرح لگی اور چند دن بعد ہی انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔یادرہے کہ یہ باتیں اُس وقت کی گئیں جب مسلمان بنو ہوازن کے اچانک حملے سے گھبرا کر منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے تھے اور دشمن کی بے پناہ یلغار کا مقابلہ کر رہے تھے۔کچھ دیر گذری ہوگی کہ نبی اکرمﷺ نے مجھے حکم دیا کہ عباسؓ میرے اصحاب کو پکارو!اور نبی اکرمﷺ نے مجھے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ دوسرے صحابہ کی نسبت میری آواز قدرے بلند تھی۔امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ قدرت نے حضرت عباسؓ کو اس قدر بلند آواز عطا فرمائی تھی کہ اُن کی پکار آٹھ میل تک سنی جاتی تھی۔کہا گیا کہ اُن کے بیٹے مکہ کی ایک وادئ غابہ میں اپنے اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے

تھے جو مکہ سے آٹھ میل کے فاصلے پہ تھی چنانچہ اگر حضرت عباسؓ اپنے بیٹوں کو آواز دینا چاہتے تو وہ سلع پہاڑی پہ چڑھ کے اپنے بیٹوں کو پکارتے اور وہ دوڑتے ہوئے چلے آتے تھے۔

چنانچہ حضرت عباسؓ نے بلند آواز سے صحابہ رسول کو پکارا اور کہا؛

اے بنو ہاشم رسول اللہ ﷺ کو تنہا چھوڑ کے کہاں بھاگے جا رہے ہو۔

اے بنو خزرج رسول اللہ ﷺ کی طرف مڑو۔

اے بنو اوس رسول اللہ ﷺ کی طرف آؤ۔

اے بیری کے درخت کے نیچے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والو واپس پلٹو۔

اے بقرہ اور آل عمران کے وارثوں رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹو۔

بہت سے صحابہ نے بیان کیا کہ!

جب ہم نے حضرت عباسؓ کی پکار سنی تو ہمیں کچھ ہوش آیا کہ ہم نے کیا کر دیا ہے اور ہمارا رخ کس طرف ہے اور جب ہمیں اس بات کا پتا چلا کہ ہم تو میدان جنگ سے پیٹھ پھیرے بھاگ رہے ہیں تو شرمندگی کے ایک گہرے احساس نے ہمیں گھیر لیا اور ہم نے بے اختیار ہو کے پکارا!

لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ نَحْنُ مَعَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

پھر تو جس کے کان میں حضرت عباسؓ کی صدا اتری وہ بے اختیار ہو کے پلٹا!

اور اُس نے کہا! میں حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ

بے فکر ہو جائیے یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔

لوگ پلٹے اور اس بے اختیاری سے پلٹے کہ جس کو اپنا اونٹ موڑنے میں دقت محسوس ہوئی اُس نے اتنا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا کہ اُس کا اونٹ مڑ جائے وہ اپنی ڈھال کو ہاتھ میں لیتا تلوار کو گلے میں حمائل کرتا اور اپنے اونٹ سے چھلانگ لگا دیتا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑنا

شروع کر دیتا۔ایک صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ کی پکار سننے کے بعد انصاری مسلمان پروانوں کی طرح رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگ رہے تھے اور اُن کی بے چینی ایسی تھی جیسی اپنے بچے کو مشکل میں دیکھ کر اونٹنی اُس کی طرف لپکتی ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ سو لوگ اُن کے گرد اکٹھے ہو چکے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے اِن کو حکم دیا' فوراً دشمن پہ حملہ کر دو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ اور پیچھے مڑ کے مت دیکھو!

حکم ہوتے ہی صحابہ بھوکے شیروں کی طرح دشمن پہ جھپٹے۔

لمحہ بہ لمحہ مزید صحابہ اُن کے ساتھ آ کے مل رہے تھے تھوڑی دیر بعد ہی مسلمانوں اور بنو ہوازن میں گھمسان کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اب جنگ کا تندور پوری طرح بھڑک اٹھا ہے۔

مسلمان اب پوری طرح محو ہو چکے تھے اور اپنی روایتی شجاعت پہ اتر آئے تھے وہ وقتی پسپائی کو فراموش کر چکے تھے اور اب اُن کا مقصد صرف اور صرف اپنے دشمن کو سرنگوں کرنا تھا اور اُن کی تلواریں دشمن کے جسموں کو چیر رہی تھیں اور بجلی کی طرح چمکتی تھیں اُن کے نیزے برق ورعد تھے اور دشمن کے جسموں میں سوراخ کر رہے تھے۔اور جب مسلمانوں نے استقامت دکھائی تو فرشتے قطار اندر قطار اُن کی معاونت کے لیے اترنے لگے۔مورخین نے لکھا ہے کہ بدر کے بعد حنین کے میدان میں ملائکہ نبی اکرم ﷺ کی مدد کو اترے معرکہ حنین کے روز پانچ ہزار فرشتوں سے مسلمانوں کی مدد کی گئی قرآن حکیم اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ توبہ۹ ؛ آیات ؛ ۲۶-۲۷)

ترجمہ؛

پھراللہ نے اپنی سکنیت اپنے رسول پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے اُن لوگوں کے لیے جو حق کا انکار کریں (تم یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ) اس طرح سزا دینے کے بعد اللہ جس کو چاہتا ہے توبہ کی توفیق بھی بخش دیتا ہے اللہ درگذر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

جب جنگ کی چکی چل چکی تو نبی اکرم ﷺ نے حسب روایت اپنے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ ایزدی میں درخواست گذار ہوئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"اَللّٰھُمَّ اَنْشُدُكَ مَا وَعَدْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ کُنْتَ وَاَنْتَ حَیٌّ لَا تَمُوْتُ تَنَامُ الْعُیُوْنُ وَ تَنْکَدِرُ النُّجُوْمُ وَاَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لَا تَاخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اَللّٰھُمَّ اِنْ تَشَأْ اَنْ لَّا تُعْبَدَ بَعْدَ الْیَوْمِ اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَ اِلَیْكَ الْمُشْتَکٰی وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ"۔

ترجمہ؛

اے اللہ! جس نصرت کا تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے میں تجھے اس کا واسطہ دیتا ہوں۔ الٰہی یہ تیری شان کے شایان نہیں کہ وہ مشرک ہم پہ غالب آ جائیں۔ الٰہی تو ازل سے ابد تک رہے گا۔ تو زندہ جاوید ہے تجھے موت نہیں آ سکتی۔ آنکھیں سو جاتی ہیں ستارے اپنی چمک کھو بیٹھتے ہیں لیکن تو حی و قیوم ہے، تجھے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ

الٰہی کیا تیری یہ مرضی ہے کہ تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے سب تعریفیں تیرے لیے ہیں ہم تیری ہی جناب میں اپنے درد والم کا شکوہ کرتے ہیں اور تجھی سے مدد کی درخواست کرتے ہیں"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرمﷺ دُعا سے فارغ ہوئے تو آپﷺ نے اپنے دائیں جانب کچھ آہٹ سی محسوس کی دیکھا تو وہ حضرت جبرائیل تھے اور وہ آواز اُن کے پروں سے آ رہی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرمﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا اور عرض کی! یا رسول اللہﷺ آج اللہ نے آپؐ کے دل پہ جو دُعا القا کی ہے یہ وہی دُعا ہے جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ پہ اتاری تھی۔

یا رسول اللہﷺ جس طرح آج میں آپؐ کے دائیں جانب کھڑا ہوں اسی طرح کبھی میں موسیٰؑ کے دائیں جانب کھڑا تھا اور انھوں نے یہ دُعا پڑھی تھی تب اللہ تعالیٰ نے اُن کو فرعون مصر کے لشکروں پہ غلبہ عطا فرمایا تھا۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرمﷺ کے کان میں کچھ کہا؛

اور نبی اکرمﷺ نے زمین سے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور اُسے کفار کی طرف پھینک دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دفعتاً بنو ہوازن کو شکست ہوگئی۔

اُن میں سے کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھوں میں اُن کنکریوں کی چبھن نہ ہو جو رسول اللہﷺ نے اُن کی طرف پھینکی تھیں۔ چنانچہ اب اِن اندھوں کو جو دراصل عقل کے بھی اندھے تھے مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے تھے اور اُن کو اتنا ہوش بھی نہ تھا کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ سکتے۔ حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ اُس روز تنہا میں نے بنو ہوازن کے بیس لوگوں کو قتل کیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اُن کے اُس سورما کو قتل کیا جو بہت سے مسلمانوں کو زخمی کر رہا تھا اور مسلمان اُس سے دور بھاگ رہے تھے اس لیے کہ وہ لوہے میں غرق تھا اور مسلمانوں کے وار اس پہ اثر

نہ کرتے تھے اور اُس نے بنو ہوازن کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔

امام سہیلی نے ابو قتادہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ!

کہ حضرت قتادہ نے کہا میں نے ایک مشرک کو دیکھا وہ اپنے ایک مشرک ساتھی کی مدد کے لیے آگے بڑھا جو ایک مسلمان سے مصروف جنگ تھا میں اُس کی طرف بڑھا اور میں نے تلوار سے اُس کا ہاتھ کاٹ دیا مگر اُس نے دوسرے ہاتھ سے میری گردن کو جکڑ لیا اور اس قدر دبایا کہ مجھے موت کی بو آنے لگی پھر جب اُس کا بہت سا خون بہہ گیا تو وہ گرا مگر میں بے حد تھک چکا تھا اور خود کو جنگ کرنے کے قابل نہ پاتا تھا۔

قریش مکہ میں سے کوئی شخص گذرا اور اُس نے اس شخص کے سامان پہ قبضہ کر لیا اگر چہ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ مال واپس دلا دیا کہ دراصل اس شخص کو میں نے قتل کیا تھا۔

بنو ہوازن بدترین شکست سے دوچار ہوئے۔

اُن کا سردار مالک بن عوف میدان جنگ سے بھاگا اور طائف کے قلعے میں پہنچنے سے پہلے نہ رکا۔ اُن کا لشکر منتشر ہو گیا لشکر کا ایک حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا اور دوسرا اوطاس میں جمع ہونے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے نخلہ کی طرف بھاگ جانے والوں کو نظر انداز کیا مگر اوطاس میں جمع ہونے والے لشکر کے تعاقب کا حکم دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اُن کی بیوی اُم سلیم بنت ملحان بھی ساتھ تھی ابو طلحہ نے دیکھا کہ اُم سلیم نے اپنی کمر کے ساتھ خنجر اُڑس رکھا ہے تو انھوں نے اُم سلیم سے دریافت کیا؟

یہ کیا ہے؟

تو اُم سلیم نے کہا! بخدا اگر کسی کافر نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو اس کا پیٹ کھول دوں گی۔

یا رسول اللہ ﷺ دیکھیں اُم سلیم کیا کہہ رہی ہے۔

رسول اکرم ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کے مسکرا دیئے۔

اُم سلیم نے کہا! یارسول اللہﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پہ قربان ہوں آپ اُن لوگوں کے قتل کا حکم کیوں نہیں دیتے جو بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس گناہ کو معاف فرما دیا ہے اس لیے اب ان کے لیے مزید کسی سزا کی ضرورت نہیں۔

جنگ کے اس مرحلے میں چار مسلمان شہید ہوئے۔

تاہم جب مسلمان بھاگ گئے تھے اور رسول اللہﷺ کے ساتھ صرف چند لوگ ہی رہ گئے تھے اور دشمن کی طرف سے شدید حملہ کیا جارہا تھا اُن کے بے شمار تیر مسلمانوں کی طرف آرہے تھے تب حضرت علی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن ابو عوفہؓ زخمی ہوگئے تھے۔ زخمیوں میں حضرت ایمن بن عبید بھی شامل تھے جو جانبر نہ ہوسکے اور شہید ہوگئے۔ جب مسلمانوں نے بنو ہوازن پہ حملہ کیا تب یزید بن زمعہؓ، سراقہ بن حارث بن عدیؓ بھی شہید ہوگئے۔ کفار کے ستر لوگ قتل ہوئے اور جب وہ بھاگے تو مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا اور تین سو کے قریب لوگوں کو قتل کیا گیا۔ بنو ہوازن کے ساتھ اس معرکے میں مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا، جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مورخین نے لکھا ہے کہ جنگی قیدیوں میں چھ ہزار عورتیں اور بچے شامل تھے۔

چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں تھیں جو مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔

چار ہزار اوقیہ چاندی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

گدھوں اور گھوڑوں کی بھی ایک معقول تعداد مسلمانوں کے ہاتھ لگی مگر اُن کی تفصیلات مورخین نے مہیا نہیں کیں۔ میدان جنگ میں نبی اکرمﷺ نے ایک عورت کی لاش دیکھی تو نہایت ناراضگی کا اظہار کیا اور صحابہ سے کہا!

خالد کے پاس جاؤ اور اُن سے کہو!

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں بچوں اور بوڑھوں کے قتل سے منع کیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت کو جعرانہ کے مقام پہ بھجوا دیا اور ایک لشکر اوطاس کی طرف روانہ کیا جس کا امیر حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

⌘⌘⌘

معرکہ اوطاس

حنین کے چشمے سے بھاگ جانے والا بنوہوازن اوراُن کے حلیفوں کالشکر کئی سمتوں میں بکھر گیا ۔اُس کا ایک حصہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا، دوسرا اوطاس میں جمع ہوا جن کی قیادت اب درید بن الصمہ کر رہا تھا اور بنو ہوازن کا سردار مالک بن عوف ایک دستے کے ہمراہ طائف کے مضبوط قلعوں میں جا چھپا۔ نبی اکرمﷺ نے ابوعامرالاشعری کو اوطاس کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جمع ہونے والے مشرکین کو منتشر کرسکیں۔

ابوعامرالاشعری اوطاس کے مقام پہ پہنچے اور دشمن کو گھیر لیا۔

دشمن اگرچہ بہادری سے لڑا تاہم اُسے بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا!

انفرادی مقابلوں میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابوعامر اشعری نکلے اور دشمن کو للکارا، دشمن کا ایک شخص سامنے آیا اور حضرت ابوعامرالاشعری کے ہاتھوں قتل ہوا۔اس کے بعد اُس کا بھائی نکلا اور وہ بھی حضرت ابوعامرالاشعری کے ہاتھوں قتل ہوا۔اُس معرکے میں نو سگے بھائی حضرت ابوعامرالاشعری کے مقابل نکلے اور اُن کے ہاتھوں سے قتل ہوتے رہے پھر اُن کا دسواں بھائی سامنے آیا تو حضرت ابوعامرالاشعری نے معمول کے مطابق اسے بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اُس نے کچھ دیر سوچا اور مقابلے سے ہٹ گیا بعد میں اُس نے اسلام قبول کرلیا نبی اکرمﷺ جب کبھی بھی اس شخص کو دیکھتے تو کہتے یہ تو ابوعامر کا بھگوڑا ہے۔

حضرت ابو عامر الاشعری نے اگرچہ اُن نو بھائیوں کو یکے بعد دیگرے قتل کیا تھا مگر اُن سے مقابلے کے دوران خود ابو عامر الاشعری کا جسم بھی لہولوہان ہو چکا تھا اس لیے وہ جب گرے تو اُن کو اُن کے بھتیجے حضرت ابو موسیٰ الاشعری نے اٹھایا حضرت ابو عامر الاشعری نے اپنے بھتیجے ابو موسیٰ سے کہا!

رُک جاؤ مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے رسول اللہﷺ تک میرا اسلام پہنچانا اور اُن سے کہنا میری مغفرت کے لیے دُعا کریں۔اس کے بعد انھوں نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو امیر مقرر کیا اور خود شہادت کی خلعت اوڑھ لی۔

اور تب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔

کفار زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور بدترین شکست سے دوچار ہوئے جب وہ شکست کھا چکے تو حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے دیکھا کہ کوئی عورت ایک ہودج میں سوار ہے اور بھاگنا چاہتی ہے وہ دوڑ کے گئے اور اِس سوار کو روکا۔اور اُس ہودج میں کوئی عورت نہیں بلکہ بنو سعد بن بکر کا سن رسیدہ شیخ درید بن الصمہ تھا۔

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے اُس کے اونٹ کی نکیل پکڑی تو درید بن الصمہ نحیف سی آواز میں بولا!

تم کیا چاہتے ہو۔

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے کہا تمھیں قتل کرنا چاہتا ہوں۔

درید بن الصمہ نے پوچھا؟

تم کس قبیلے سے ہو!

حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے کہا میں ربیعہ السلمی ہوں۔

اس کے بعد حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے درید بن الصمہ پہ حملہ کیا مگر اُن کا وار اچٹ گیا۔

درید بن الصمہ جو اندھا تھا ہولے سے مسکرایا اور کہا!

تمہاری ماں نے تمہیں جس اسلحہ سے لیس کیا ہے وہ بالکل ناکارہ ہے سنو میرے ہودج کے پیچھے میری تلوار لٹکی ہے وہ لو اور اُس سے مجھے قتل کرو اور میری گردن کو ایک ہی وار سے کاٹنا کہ میں جب جوان تھا تو دشمن کو ایک ہی وار میں ہلاک کیا کرتا تھا اور جب تم مجھے قتل کر دو تو اپنی ماں سے جا کر کہنا میں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا ہے۔ حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی نے اُس کے ہودج سے تلوار نکالی اور اُسے قتل کر دیا اس کے بعد جب وہ اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے اپنی ماں کو بتایا کہ میں نے درید بن الصمہ کو قتل کیا تھا۔

اُس کی ماں نے کہا!

درید ہمارا محسن تھا عہد جاہلیت میں اُس نے ہم پہ کئی احسانات کئے تھے اس لیے اگر تم اُسے قتل نہ کرتے تو بہتر تھا۔

مگر حضرت ربیعہ بن رفیع اسلمی جو دین توحید کے نشے میں تھے بولے۔

ماں وہ رسول اللہ ﷺ کا دشمن تھا اس لیے میں نے اُسے قتل کیا تب اگرچہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اُس نے کبھی ہم پہ کوئی احسان کیا تھا تاہم بخدا اگر مجھے اس کا علم بھی ہوتا تب بھی میں اُسے نہ چھوڑتا کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کا دشمن تھا۔

کفار اب اوطاس سے بھی بھاگ رہے تھے اور اُن کو یہاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس مقام پہ بھی مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا تھا جسے لے کر وہ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا اور اُن کی خواہش بھی رسول اللہ ﷺ کے سامنے گوش گذار کی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا فرمائی۔

اے اللہ! روز محشر اُسے اسی حالت میں اٹھانا جس میں وہ شہید ہوئے ہیں اور جنت میں اسے عزت کی جگہ عطا فرمانا۔ نبی اکرم ﷺ نے اوطاس کے معرکے سے حاصل ہونے والے مال

غنیمت کو بھی جعرانہ بھجوا دیا جو مکہ سے شمال کی جانب پندرہ میل دور ایک مقام تھا۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت ابو مسعود بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت کا منتظم مقرر کیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ قیدیوں سے احسن سلوک کریں۔ نبی اکرمﷺ نے ابو مسعود بن عمرو غفاریؓ کو حکم دیا کہ قیدیوں کے ساتھ درشتی کے ساتھ پیش مت آنا، قیدیوں کے لباس اور اُن کی خوراک کا خاص خیال رکھنا، عورتوں اور بچوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچانا، اُن سے انسانوں جیسا سلوک کرنا کیونکہ وہ انسان ہیں۔

بنو ہوازن کی اس شکست کے بعد عرب میں ایک نئے دور کا آغاز ہونے جا رہا تھا کیونکہ یہ آخری طاقت تھی جو عربوں میں سر اٹھانے کے قابل بچی تھی اب وہ بھی سرنگوں ہو چکی ہو تھی اور اسلام کے اُس نئے عہد کا آغاز ہو رہا تھا جس میں اُس نے قیصر و کسریٰ کی متمدن اور مہیب طاقتوں کو للکارنا تھا۔

⌘⌘⌘

شوال 8 ہجری، بمطابق فروری 630ء

غزوہ حنین اور شعرائے عرب

اہل عرب میں موجود انتہائی قدیمی روایت کے مطابق شعرائے عرب نے مسلمانوں کے ہاتھوں حنین کے میدان میں بنو ہوازن کی بدترین شکست کو بھی نظم کیا اور اس ضمن میں بہت سے اشعار کہے ہم مقدور بھر اُن سے استفادہ کریں گے جس کی وجہ یہ ہے کہ اشعار ہی دراصل جذبات اور احساسات کی اصل زبان ہیں جو دکھ اور خوشی کے اظہار کی شدت کو متعین کرتے ہیں اور عرب جن کا فخر اُن کی زبان تھی اُن کی اس جہد وسعی کو مورخین نے کسی حد تک محفوظ رکھا ہے اس لیے ہم نے مناسب جانا ہے کہ ہم ذیل میں غزوہ حنین کے بارے میں کہے گئے کچھ اشعار کو اِن صفحات کی زینت بنائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ کی فتوحات پہ اعدائے اسلام اور شیدائے اسلام کے نقطہ نظر میں تفاوت آسان ہو جائے۔

”یہ اشعار عباس بن مرداس کے ہیں“

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ غَیْلَانَ عَنِّی
وَسَوْفَ اِخَالَ یَاتِیْهِ الْخَبِیْرُ

کیا کوئی ایسا شخص ہے جو بنو غیلان تک میرا پیغام پہنچا دے میرا خیال ہے کوئی باخبر آدمی اسے پہنچا ہی دے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَعُرْوَةَ اِنَّمَا اُهْدِیْ جَوَابًا
وَقَوْلًا غَیْرَ قَوْلِکُمَا یَسِیْرُ

عروہ کو میرا پیغام پہنچا دو بے شک میں انھیں جواب دینا چاہتا ہوں اور ایسی بات کرنا چاہتا ہوں جو عام ہو مگر مختلف ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدٌ رَسُوْلٌ
لِرَبٍّ لَا یَضِلُّ وَ لَا یَجُوْزُ

اور وہ بات یہ ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں نہ وہ گمراہ ہوتے ہیں نہ حد سے تجاوز کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَجَدْنَاهُ نَبِيًّا مِثْلَ مُوْسٰى
فَكُلُّ فَتًى يُخَايِرُهُ مُخَيْرُ

ہم نے آپ ﷺ کو ایسا نبی پایا ہے جو موسیٰ جیسا ذی شان ہے پس رفعت خیر میں کوئی آپ ﷺ کا مقابل نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَبِئْسَ الْاَمْرُ بَنِیْ قَسِیٍّ
بَوَجٍّ اِذْ تُقُسِّمَتِ الْاُمُوْرُ

بنو قسی (بنو ثقیف) کا معاملہ کتنا ہی برا ہوا، وج کی وادی میں جب حالات اُن کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَضَاعُوْا اَمْرَهُمْ وَلِكُلِّ قَوْمٍ
اَمِيْرٌ وَالدَّوَائِرُ قَدْ تَدُوْرُ

انھوں نے اپنا معاملہ بگاڑ لیا ہر قوم کا کوئی نہ کوئی امیر ہوتا ہے مگر حادثات اُن کے لیے مقدر ہو چکے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَجِئنَا اَسْدَ غَابَاتٍ اِلَيْهِمُ
جُنُوْدُ اللّٰهِ ضَاحِيَةً تُسِيْرُ

ہم اُن کی طرف کچھار کی طرف بڑھے اللہ کے شیروں کے لشکر اُن کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

نَؤُمُّ الْجَمْعَ جَمْعَ بَنِىْ قَسِيٍّ
عَلَى حَنَقٍ نَكَادُ لَهٗ نَطِيْرُ

ہم بنو قسی کی جانب یوں امنڈ پڑے تھے جیسے بھوکے پرندے غیظ وغضب کی حالت میں ہوں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

وَ اُقْسِمُ لَوهُمُ مَكَثُوْا لَسِرْنَا
اِلَيْهِمُ بِالْجُنُوْدِ وَلَمْ يَغُوْرُوْا

میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر وہ ٹھہرے رہتے تو ہم ایسے لشکروں سے اُن کا پیچھا کرتے جو اُن کو کاٹ دیتے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

فَكُنَّا اُسْدَ لِيَّةَ ثُمَّ حَتّٰى

اَبَحْنَاهَا وَاَسْلِمَتِ النُّصُوْرُ

ہم ''لیہ'' پہنچ کر شیر ہو جاتے پھر اسے فتح کر لیتے اور نصور کو ہمارے حوالے کر دیا جاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَيَوْمٌ كَانَ قَبْلُ لَدَى حُنَيْنٍ

فَاَقْلَعَ وَالدِّمَاءُ بِهٖ تَمُوْرُ

اور اس سے قبل حنین کا دن تھا جس نے اُن کا قلع قمع کر دیا اور اس میں خون جوش مارتا بہہ رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مِنَ الْاَيَّامِ لَمْ تَسْمَعْ كَيَوْمٍ

وَلَمْ يَسْمَعْ بِهٖ قَوْمٌ ذَكُوْرُ

یہ ایک ایسا دن تھا جس کے بارے میں تم نے کبھی نہ سنا ہو گا اور نہ کسی بہادر قوم نے دیکھا ہو گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

قَتَلْنَا فِی الْغُبَارِ بَنِیْ حُطَیْطٍ
عَلٰی رَاْ یَا تِھَا وَ الْخَیْلُ زُوْرٌ

ہم نے جنگ کے غبار میں بنوحطیط کو قتل کیا جہاں ان کے جھنڈے تھے جبکہ اُن کے گھوڑے دوڑ رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَمْ یَکُ ذُوالْخِمَارِ رَئِیْسَ قَوْمٍ
لَھُمْ عَقْلٌ یُعَاقِبُ اَوْ نَکِیْرُ

اُس روز ذوالخمار قوم کا رئیس کوئی نہیں تھا اس لیے اُن کی عقلیں اور تدبیریں بے وقعت تھیں۔ [*22]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

"یہ مرثیہ عمرو بنت درید بن الصمہ کا ھے"

لَعُمْرُكَ مَا خَشِیْتُ عَلٰی دُرِیْدٍ
بِبَطْنِ سُمَیْرَةٍ جَیْشَ الْعَنَاقِ

تیری جان کی قسم؛ مجھے درید کے بارے میں کوئی ڈر نہ تھا نہ سمیرہ کی وادیٔ کے نشیب میں مصیبت لانے والے لشکر کا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

جَزٰی عَنْہُ الْاِلٰہُ نَبِیْ سُلَیْمٍ
وَعَقَّتْہُمْ بِمَا فَعَلُوْا عَقَاقِ

اللہ تعالیٰ بنو سلیم کو درید کی طرف سے بدلہ دے جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کے بدلے میں حملہ آور گھوڑے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاَسْقَانَا اِذَا قُدْنَا اَلَیْھِمْ
دِمَاءَ خِیَارِھِمْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ

اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کرے جب ہم گھوڑے اُن کی طرف لے کر جائیں اور اُن کے بہترین آدمیوں کا خون دیکھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَرُبَّ عَظِیْمَۃٍ دَافَعْتَ عَنْھُمْ
وَقَدْ بَلَغَتْ نُفُوْسُھُمُ التَّرَاقِیْ

کتنی ہی مصیبتوں میں تم نے بنی سلیم کا دفاع کیا جبکہ اُن کے دم ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ چکے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَرُبَّ كَرِيْمَةٍ اَعْتَقْتَ مِنْهُمْ
وَاُخْرٰى قَدْ فَكَكْتَ مِنَ الْوَثَاقِ

اُن کی کتنی ہی معزز عورتوں کو تو نے آزاد کیا تھا اور کتنی ہی دوسری عورتوں کی زنجیریں توڑی تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَرُبَّ مُنَوِّهٍ بِكَ مِنْ سُلَيْمٍ
اَجَبْتَ وَقَدْ دَعَاكَ بِلَا رِمَاقٍ

بنوسلیم کے کتنے ہی لوگ تجھے پیار کے ناموں سے یاد کرتے ہیں کہ تو نے اُن کی اُس وقت مدد کی تھی جب وہ آخری دموں پہ تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَكَانَ جَزَاءُ نَا مِنْهُمْ عُقُوْقًا
وَهَمًّا مَاعَ مِنْهُ مُخُّ سَاقِىْ

مگر ہمیں اِن کی طرف سے یہ جزا ملی کہ انھوں نے نافرمانی کی اور ہمیں غم دیا جس سے میری پنڈلی کا گودا بہہ گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عَفَتْ آثَارُ خَیْلِکَ بَعْدَ اَیْنٍ
بِذِیْ بَقَرٍ اِلٰی فِیْفِ النُّھَاقِ

تیرے گھوڑوں کے پاؤں کے نشانات مٹ گئے اس جگہ کے بعد ذی بقر سے لے کر نہاق کے میدان تک عمرو نے کہا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

قَالُوْا قَتَلْنَا دُرَیْدًا قُلْتُ قَد صَدَقُوْا
فَظَلَّ دَمْعِیْ عَلَی السِّرْبَالِ یَنْحَدِرُ

لوگوں نے کہا؛ ہم نے درید کو قتل کر دیا ہے میں نے کہا انھوں نے سچ کہا تو میری آنسو قمیض پہ لگا تار گرنے لگے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

لَوْ لَا الَّذِیْ قَھَرَ الْاَقْوَامَ کُلَّھُمْ
رَأَتْ سُلَیْمٌ وَکَعْبٌ کَیْفُ تَاتَمِرُ

اگر وہ نہ ہوتا جو تمام اقوام پہ غالب آ گیا تو بنو سلیم اور بنو کعب دیکھتے کہ وہ کیسے اطاعت کرتے ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

إِذَنْ لَصَبَّحَهُمْ غِبًّا وَ ظَاهِرَةً
هَيْتُ اسْتَقَرَّتْ نَوَاهُمْ جَحْفَلٌ ذَفِرُ

وہ ایک دن کے وقفے سے یا ہر روز صبح اُن پہ حملہ آور ہوتے جہاں وہ ٹھہرتے تو انھیں ایسا لشکر خوفزدہ کرتا جس کے اسلحہ سے بو آ رہی ہو۔[*23]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

”غزوہ حنین کے بارے میں یہ اشعار بجیر کے ہیں“

لَوْلَا الْإِلٰهُ وَ عَبْدُهُ وَلَّيْتُمْ
حِيْنَ اسْتَخَفَّ الرُّعْبُ كُلَّ جَبَانِ

اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا بندہ خاص نہ ہوتا تو ہم پیٹھ دے کر بھاگ جاتے جب رعب نے ہر بزدل کو اوچھا اور ہلکا بنا دیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِالْجِزْعِ يَوْمَ حَبَا لَنَا أَقْرَانُنَا
وَ سَوَابِحٌ يَكْبُوْنَ لِلْأَذْقَانِ

وادیٔ کے موڑ میں جس روز ہمارے دشمن سامنے سے آ رہے تھے اور اُن کے گھوڑے منہ کے بل گر رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مِنۡ بَیۡنِ سَاعٍ ثَوۡبُہٗ فِیۡ کَفِّہٖ
وَ مُقَطِّرٍ بِسَنَابِكٍ وَ لَبَانِ

وہ اپنے کپڑوں کو دبائے دوڑ رہے تھے اور اُن کے گرد تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور کچھ ہمارے گھوڑوں کے نیچے آ رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاللّٰہُ اَکۡرَمَنَا وَاَظۡھَرَ دِیۡنَنَا
وَ اَعَزَّنَا بِعِبَادَۃِ الرَّحۡمٰنِ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت دی اور ہمارے دین کو غالب کیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی وجہ سے عزت دی گئی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاللّٰہُ اَھۡلَکَھُمۡ وَ جَمۡعَھُمۡ
وَ اَذَلَّھُمۡ بِعِبَادَۃِ الشَّیۡطَانِ

اللہ تعالیٰ نے دشمن کو ہلاک کر دیا اور اُن کی جمعیت کو بکھیر دیا اور اُن کی ذلت کی وجہ شیطان کی پیروی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

إِذْ قَامَ عَمُّ نَبِيِّكُمْ وَلِيُّهُ
يَدْعُونَ يَا لَكَتِيبَةِ الْإِيمَانِ

یاد کرو اُس وقت جب تمھارے نبی کے چچا اور آپ کے ولی کھڑے ہوئے جبکہ وہ مومنوں کے لشکر کو بلاتے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

أَيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ أَجَابُوا رَبَّهُمْ
يَوْمَ الْعُرَيْضِ وَبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ

کہاں ہے وہ جو اپنے رب کی دعوت پہ لبیک کہہ چکے ہیں یوم العریض اور بیعت الرضوان میں۔ [*24]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

”یہ اشعار عباس بن مرداس کے ہیں“

يَا خَاتَمَ النُّبَاءِ إِنَّكَ مُرْسَلٌ
بِالْحَقِّ كُلّ هُدَى السَّبِيْلِ هُدَاكَا

اے خاتم النبین؛ بے شک آپ ﷺ رسول برحق ہیں سیدھے راستے کی طرف ہر ہدایت آپ کی ہدایت ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ الْاِلٰہَ بَنٰی عَلَیْکَ مَحَبَّۃً
فِیْ خَلْقِہٖ وَ مُحَمَّدًا سَمَّاکَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پہ آپ ﷺ کی محبت لازم کردی ہے اور آپ ﷺ کا نام نامی محمد (ﷺ) رکھا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ثُمَّ الَّذِیْنَ وَفَوْا بِمَا عَاھَدْتَھُمْ
جُنْدٌ بَعَثْتَ عَلَیْھِمُ الضَّحَّاکَا

پھر صحابہ نے آپ ﷺ سے کیا گیا وعدہ پورا کیا وہ ایسا لشکر ہے جس پہ آپ نے ضحاک کو امیر بنایا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

رَجُلاً بِہٖ ذَرَبُ السِّلَاحِ کَاَنَّہٗ
لَمَّا تَکَنَّفَہٗ الْعُدُوُّ یَرَاکَا

وہ ایسے بہادر ہیں جن کا اسلحہ نہایت عمدہ ہے جب دشمن اسے گھیر لے تو گویا وہ تجھے دیکھتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يَغْشٰى ذَوِى النَّسَبِ الْقَرِيْبِ وَاِنَّمَا
يَبْغِىْ رِضَا الرَّحْمٰنِ ثُمَّ رِضَا كَا

وہ قریبی رشتہ رکھنے والوں پہ بھی چھا جاتے ہیں وہ اللہ کی رضا کے خواہش مند ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

أُنْبِيْكَ أَنِّى قَدْ رَأَيْتُ مَكَرَّهُ
تَحْتَ الْعَجَاجَةِ يَدْمَغُ الْاِشْرَاكَا

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جنگ کے غبار میں وہ بار بار حملہ کرتے تھے اور شرک پہ کاری ضرب لگاتے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

طَوْرًا يُعَانِقُ بِالْيَدَيْنِ وَ تَارَةً
يَفْرِىْ الْجَمَاجِمَ صَارِمًا بَتَّاكًا

کبھی دونوں سے ہاتھوں سے معانقہ کرتا اور کبھی سرداروں کو چیرتا اور کاٹ دار تلوار بن جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يَغْشٰى بِهٖ هَامَ الْكُمَاةِ وَلَوْ تَرٰى
مِنْهُ الَّذِىْ عَايَنْتُ كَانَ شِفَاكَا

اس کی تلوار سرداروں کی کھوپڑیوں پہ چھا جاتی ہے اگر تم وہ بات جانتے جو میں جانتا ہوں تو تمھارا اطمینان ہو جاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَبَنُوْ سُلَيْمٍ مُعْنِقُوْنَ اَمَامَهٗ
ضَرْبًا وَطَعْنًا فِى الْعُدُوِّ دِرَاكَا

اور بنو سلیم ضحاک کے سامنے اعلان کر رہے تھے شمشیر زنی اور نیزہ بازی کرتے ہوئے دشمنوں میں پے در پے حملہ کرتے ہوئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يَمْشُوْنَ تَحْتَ لِوَائِهٖ وَكَاَنَّهُمْ
اُسْدُ الْعَرِيْنِ اَرَدْنَ ثَمَّ عِرَاكَا

وہ ضحاک کے جھنڈے کے نیچے چل رہے تھے گویا وہ کچھار کے شیر ہیں جنھوں نے وہاں معرکہ برپا کرنے کا ارادہ کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مَا يَرْتَجُوْنَ مِنَ الْقَرِيْبِ قَرَابَةً
اِلَّا لِطَاعَةِ رَبِّهِمْ وَ هَوَاكَا

وہ کسی قریبی رشتہ دار سے قرابت کی امید نہیں رکھتے مگر وہ اپنے رب کی اطاعت اور تیری رضا کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

هٰذِیْ مَشَاهِدُنَا الَّتِیْ كَانَتْ لَنَا
مَعْرُوْفَةٌ وَ وَلِیّنَا مُوْلَا كَا

یہ ہمارے مشاہدے ہیں جو ہمارے لیے جانے پہچانے ہیں اور ہمارا مددگار ہمارا آقا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

"یہ اشعار بھی ابن مرداس ہی کے ہیں"

اِمَّا تَرٰی یا اُمَّ فَرْوَةَ خَیْلَنَا
مِنْهَا مُعَطَّلَةٌ تُقَادُ وَ ظُلَّعُ

اے اُم فروہ! اگر تو ہمارے گھوڑوں کو دیکھتی جن میں کچھ معطل اور کچھ لنگڑے ہو چکے ہیں کیونکہ انھیں جنگوں میں لیے لے جایا جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوْهٰى مُقَارَعَةُ الْاَعَادِیْ دَمَّهَا
فِيْهَا نَوَافِذُ مِنْ جِرَاحٍ تَنْبَعُ

دشمنوں کے ساتھ برسرِ پیکار رہنے نے اِن کے خون کو خراب کر دیا ہے اُن کے جسموں میں گھاؤ ہیں جو رستے رہتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَرُبَّ قَائِلَةٍ كَفَا هَا وَ قْعُنَا
اَزَمَ الْحُرُوْبِ فَسِرْبُهَا لَا يُفْزَعُ

باتیں کرنے والیوں کے لیے تو ہم کافی تھے مگر جنگ کی سختیوں نے ہم کو اُن سے روک رکھا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَا وَفْدَ كَالْوَفْدِ الْاُلٰی عَقَدُوْا لَنَا
سَبَبًا بِحَبْلِ مُحَمَّدٍ لَا يُقْطَعُ

اُس وفد جیسا کوئی وفد نہیں جس نے ہمارا رشتہ حضور کے ساتھ جوڑ دیا ہے جو ختم ہونے والا نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَفْدٌ اَبُوْقَطَنٍ حُزَابَةُ مِنْهُمْ
وَاَبُوْاالْغُيُوْثِ وَوَاسِعٌ وَالْمُقْنَعُ

یہ ایک ایسا وفد ہے جس میں ابوقطن حزابہ، ابوغیوث، واسع اور مقنع جیسے اہم لوگ شامل ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَالْقَائِدُ الْمِئَةِ الَّتِىْ وَفّٰى بِهَا
تِسْعَ الْمِئِيْنَ فَتَمَّ اَلْفٌ اَقْرَعُ

اور وہ بھی اِن میں شامل ہے جو سو کا قائد ہے جس کے مل جانے سے نو سو کو پورا ہزار سمجھا جاتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

جَمَعَتْ بَنُوْ عَوْفٍ وَرَهْطُ مُخَاشِنٍ
سِتًّا وَ اَجْلَبَ مِنْ خُفَافٍ اَرْبَعُ

بنوعوف اور بنومحاشن نے چھ سو افراد جمع کیے اور بنوخفاف کے چار سو آدمی جمع ہوئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَھُنَاكَ اِذْ نُصِرَ النَّبِیُّ بِاَلْفِنَا
عَقَدَ النَّبِیُّ لَنَا لِوَاءً یَلْمَعُ

اور وہاں جب ہمارے اِن ہزار لوگوں نے حضورﷺ کی مدد کی تو حضورﷺ نے ایک ایسا جھنڈا باندھا جو چمک رہا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فُزْنَا بِرَأیَتِہٖ وَ اَوْرَثَ عَقْدُہٗ
مَجْدَ الْحَیَاۃِ وَسُؤدَدًا لَا یُنْزَعُ

اسی جھنڈے کی برکت سے ہمیں فتح حاصل ہوئی اور آپؐ کے معاہدے نے ہمیں عزت اور سرداری عطا کی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَغَدَاۃَ نَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ جَنَا حُہٗ
بِبَطَاحِ مَکَّۃَ وَالْقَنَا یَتَھَزَّعُ

اُس روز ہم شہر مکہ میں حضورﷺ کے بازو بنے اور ہمارے نیزے بدستور حرکت میں تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كَأَنَّتْ إِجَابَتُنَا لِدَاعِيْ رَبِّنَا
بِالْحَقِّ مِنَّا حَاسِرٌ وَمُقَنَّعُ

ہم نے حق کی صدا لگانے والے کا ساتھ دیا ہم میں سے کچھ پاس تو زرہیں تھیں مگر باقی برہنہ سر ہی تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فِيْ كُلِّ سَابِغَةٍ تَخَيَّرَ سَرْدَهَا
دَاوُدَ إِذْ نَسَجَ الْحَدِيْدَ وَتُبَّعُ

ہمارے پاس جو زرہیں تھیں وہ تبع اور حضرت داؤدؑ کے زمانے کی پختہ زرہیں تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَنَا عَلَى بِئْرِيْ حُنَيْنٍ مَوْكِبٌ
دَامَغَ النِّفَاقَ وَهَضْبَةٌ مَا تُقْلَعُ

حنین کے چشموں پہ ہمارا لشکر چٹانوں کی سختی کے ساتھ کھڑا تھا جسے اپنی جگہ سے نہیں ہٹایا جس جاسکتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُصِرَ النَّبِیّ بِنَا وَ کُنَّا مَعْشَرًا
فِیْ کُلِّ نَا ئِبَۃٍ نَضُرٌّ وَ نَنْفَعُ

حضورﷺ کی مدد ہمارے ذریعے کی گئی اور ہم ہر مصیبت میں نفع بھی پہنچاتے ہیں اور نقصان بھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ذُدْنَا غَدَاتَئِذٍ هَوَازِنَ بِالْقَنَا
وَالْخَیْلُ یَغْمُرُهَاعَجَاجٌ یَسْطَعُ

اُس روز ہم نے بنو ہوازن کو میدان جنگ سے بھگا دیا جب غبار اترا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِذْ خَافَ حَدَّهُمُ النَّبِیُ وَاَسْنَدُوْا
جَمْعًاتَکَا دُالشَّمْسُ مِنْہُ تَخْشَعُ

انھوں نے بنو جشم کو پکارا پھر بنو نصر کو پکارا جبکہ نیزے بلند کیے جا چکے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تُدْعٰی بَنُوْجُشَمٍ وَتُدْعٰی وَسْطُہٗ
أَفْنَا نَصْرٍ وَ الْاَسِنَّۃُ شُرَّعُ

یہاں تک رسول اللہﷺ نے اعلان کیا کہ اے بنو سلیم تم نے وفاداری کا حق ادا کر دیا۔

[*25]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عرب کے بڑے قبائل میں بنو ثقیف سب سے آخر میں اسلام لائے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے وسیع ترظرف کی بنا پر اُن لوگوں کو بھی معاف کردیا جنھوں نے پتھر مار مار کر آپ ﷺ کو لہولہان کردیا تھا سچ تو یہ ہے کہ بنو ثقیف سخت کفر میں پڑے ہوئے تھے۔

شاید ہم نے ذکر نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ جب مکہ سے بنو ہوازن کے لیے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم کے دوسو سواروں پہ امیر مقرر کیا اور وہ لشکر اسلام کا ہراول دستہ تھا جس کی دھول دشمن کو اس بات کا پتا دیتی تھی کہ اب وہ اُن لشکروں کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں جن کی مدد کے لیے آسمانوں سے ملائکہ اترتے ہیں۔ بنو ہوازن جب میدان چھوڑ کر بھاگے تو مختلف سمتوں میں منتشر ہو گئے اُن میں سے کچھ نخلہ کی طرف بھاگ گئے، کچھ نے اوطاس کا رخ کیا اور بنو ہوازن کا سردار مالک بن عوف اپنے بہت سے سواروں کے ساتھ طائف کے مضبوط قلعوں میں جا چھپا اور بنو ثقیف سے مل کر پھر سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے منصوبے بنانے لگا۔ دوسری طرف نبی اکرم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ دشمن کی طاقت مجتمع ہو اور وہ پھر سے مسلمانوں کے لیے دردسر بنیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو اوطاس کی طرف روانہ کیا جہاں مسلمانوں نے دشمن کو بدترین شکست سے دوچار کیا۔ حضرت طفیل بن عمرو

دوسی رضی اللہ عنہ کو ذوالکفل کی طرف روانہ کیا جہاں عربوں کا بت تھا جس کو وہ ذوالکفل کہتے تھے اور ذوق و شوق سے اُس کی پوجا کرتے تھے۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے اس بت کو جلا دیا کیونکہ وہ لکڑی سے بنا ہوا تھا۔ اس بت کا پروہت عمرو بن حممہ تھا جو بے بسی سے اپنے بت کو جلتا ہوا دیکھ رہا تھا، مگر وہ بے بس تھا کہ اب اُس کے بت کی خدائی کو کبھی تسلیم نہ کیا جائے گا۔

اس کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ اپنے سواروں کے ساتھ طائف کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں یہی حکم دیا تھا اور وہ لشکر اسلام کے ساتھ آملیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُن کے دستے سمیت طائف کی طرف بھاگے ہوئے بھگوڑوں کے تعاقب کا حکم دیا گیا۔ تاہم طائف عرب بھر میں وہ واحد شہر تھا جس کے گرد مضبوط شہر پناہ تھی۔ شہر طائف کے گرداس دوہری فصیل کو سنگ خارا سے تعمیر کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ انتہائی مضبوط تھی اور شہر کے دروازے بھی انتہائی مضبوط تھے جنھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا راستہ روکا۔ تاہم انھوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور بنو ثقیف کو للکارا کہ کوئی اُن سے مقابلے کے لیے اترے۔

مگر بنو ثقیف نے اُن سے کہا نہ ہم تم سے مقابلے کے لیے اتریں گے نہ کبھی شہر کا دروازہ کھولیں گے ہمارے پاس کئی سال کے لیے سامانِ خورد ونوش موجود ہے اگر تم کئی سال تک انتظار کر سکتے ہو تو پھر اُس وقت کا انتظار کرو جب ہم اس بات پہ مجبور ہو جائیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے قلعے کا دروازہ کھولیں تب تم اپنے ارمان پورے کر لینا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنو ثقیف کے انکار کے بعد صحابہ کے ایک گھڑ سوار دستے سمیت شہر پناہ کے گرد چکر لگایا اور کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں وہ آسانی کے ساتھ نقب لگا سکیں تاہم انھیں شہر پناہ میں کوئی کمزوری نظر نہ آئی۔

تب انھوں نے بنو ثقیف کو مشاورت کے لیے پکارا؛

مگر انھوں نے اس بات سے بھی انکار کیا۔

⌘⌘⌘

طائف کی تاریخ

طائف عرب کا متمدن شہر تھا۔آج بھی وہ ملک عرب کا ایک بڑا اور اہم شہر ہے۔اس شہر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مورخین نے کئی روائتیں بیان کی ہیں۔علمائے انساب نے بیان کیا ہے کہ دمون بن صدف جو قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتا تھا اور حضرموت کا شہری تھا نے اپنی قوم کے ایک شخص کو قتل کر دیا۔

تب وہ اپنا وطن چھوڑ کے بھاگ نکلا اور بنو ثقیف کے ہاں آٹھہرا۔

دمون نے بنو ثقیف سے کہا؛

کیوں نہ میں تمھارے شہر کے گرد ایک دیوار بنادوں جو تمھیں دوسروں سے محفوظ اور بے نیاز کر دے۔اِس طرح اُس نے طائف کے گرد شہر پناہ بنادی لوگوں نے اس دیوار کے گرد گھوم کے اس کی مضبوطی کو جانچا تو دیوار کے اس طواف سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمان سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ؛

''بعض مفسرین نے اس شہر طائف نام کی یہ وجہ ذکر کی ہے کہ سورۃ ''ن'' میں اللہ تعالیٰ نے جس باغ کا ذکر فرمایا وہ یہی شہر طائف ہے۔حضرت جبرائیل امین نے اس باغ کو جڑ سے اکھیڑا تو باغ رات کی طرح ہو گیا اس کی جگہ صبح کو اسی طرح رہی پھر جبرائیل امین اسے مکہ مکرمہ لے آئے۔بیت اللہ شریف کے گرد اسے گھمایا پھر اس باغ کو وہاں رکھا جہاں آج طائف کا شہر ہے

تو اس کا نام باغ پر چکر لگانے اور گھمانے کی وجہ سے طائف پڑ گیا۔ وہ باغ صنعاء سے چند فرسخ دور ضروان کے مقام پہ تھا یہی وجہ ہے کہ طائف میں ایسا پانی اور درخت ہیں جو ارد گرد کے علاقہ میں نہیں۔ اس باغ والوں کا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور سے تھوڑا عرصہ بعد ہوا۔

امام برہان الدین حلبی اس ضمن لکھتے ہیں؛

''طائف ایک بڑا شہر تھا اور اس وقت بھی وہ ایک بڑا شہر ہے جس میں انگوروں اور کھجوروں کے ساتھ دیگر پھل بھی کثرت کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ طائف ملک عرب کا انتہائی زرخیز اور شاداب علاقہ ہے وہ صحرائے عرب کی بسیط وسعتوں میں اُس یاقوت کی طرح ہے جس کا رنگ سبز ہو۔ اس علاقے کی آب و ہوا بہت عمدہ ہے اور عرب کے جھلستے صحراؤں میں یہ کسی خنک جنت کی طرح ہے۔ ایک اور قول کے مطابق اس شہر کی تاریخ یوں بیان کی جاتی ہے کہ دراصل یہ شہر شام کا ایک شہر تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب لق ودق عرب میں اللہ کا گھر تعمیر کیا تو اِس کی آبادی اور زرخیزی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور اپنے اللہ سے التجا کی کہ اے میرے مالک ملک شام کے اس سرسبز وشاداب شہر کو ملک عرب میں منتقل کر دے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی اس دُعا کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ اس شہر کو اٹھا کے ملک عرب میں منتقل کر دیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین پہ اترے اور اس شہر کو اٹھانے سے پہلے انھوں نے اس کے گرد ایک چکر لگایا اسی وجہ سے اس شہر کا نام طائف پڑ گیا اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے اس شہر کو اٹھایا اور ملک عرب میں اُس جگہ رکھ دیا جہاں اب یہ شہر موجود ہے۔

شہر طائف کے متعلق یہ روایات ہم نے طوعاً کرہاً نقل تو کر دی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی کوئی سند ہمارے پاس نہیں جسے ہم پیش کر سکیں بلکہ ہمارے نزدیک اس شہر کی تاریخی حیثیت سے جو بھی روایات اوپر پیش کی گئی ہیں وہ کچھ زیادہ مستحکم نہیں۔

طائف شہر کی تاریخ کے بارے میں اس روایت کے متعلق ہمیں قدرے اطمینان ہے جسے ہم

ذیل میں درج کررہے ہیں۔

امام سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے؛

"کہ وہ قیس بن منبہ تھا اسی کو بعد میں ثقیف کہا گیا اُس نے اپنی قوم کے کسی شخص کو قتل کردیا اور وہ قوم ایاد تھی پھر وہ حجاز کی طرف بھاگ گیا تب اس کا گزر ایک یہودی عورت کے پاس سے ہوا جس نے قیس کو پناہ دے دی۔قیس اس عورت کے پاس طویل عرصہ ٹھہرا رہا پھر جب وہ اس کے پاس سے روانہ ہوا تو اُس عورت نے قیس کو انگور کی کچھ بیلیں دیں اور اُسے کہا اسے اس قسم کی زمین میں گاڑ دینا۔قیس عدوان کے علاقے میں آیا اور بنوعدوان تب وہاں مقیم تھے جہاں اب شہر طائف ہے۔قیس نے وہاں ایک لڑکی دیکھی جو عامر بن ضرب العدوانی کی لونڈی تھی جس کا نام سخیلہ تھا جو اس وقت وہاں بکریاں چرا رہی تھی۔قیس نے اس لونڈی سے بکریاں چھیننے کا ارادہ کیا جسے سخیلہ نے بھانپ لیا اور قیس سے کہا؛ کیوں نہ میں تمھیں اس سے بہتر راہ دکھاؤں جو تیرے دل میں ہے۔میرے مالک عمرو بن عامر الضرب العداوانی کے پاس چلے جاؤ اور اس کی امان حاصل کرو اور وہ بہت بڑا سخی ہے۔قیس نے عامر سے پناہ طلب کرلی جو عرب رواج کے مطابق اسے مل گئی۔کچھ عرصے بعد عامر نے اپنی بیٹی زینب کی شادی قیس سے کردی جس سے قیس کی اولاد بڑھی اور قیس کی اولاد ہی بنوثقیف کہلائی۔ابن جریر طبری کے علاوہ علامہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں بھی اس روایت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔

⌘⌘⌘

طائف کا محاصرہ

نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام سمیت اپنا رخ طائف کی طرف کیا۔ حضور اکرم ﷺ ۱۱ شوال ۸ ہجری کو حنین سے طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ نخلہ، یمانیہ، قرن اور ملیح کی بستیوں سے گزرتے ہوئے اسلامی لشکر الرعا کے مقام پہ پہنچا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اسی مقام پہ پہلی بار کسی شخص کو قتل کے بدلے قتل کی سزا دی گئی۔ بنی لیث کے آدمی نے بنو ہذیل کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا۔ صحابہ نے قاتل کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے مقتول کے ورثا کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دیت قبول کریں یا قصاص لے لیں۔ مقتول کے ورثا نے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ قاتل کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ پہلا شخص تھا جو قتل کے جرم میں قتل کیا گیا۔ راستے میں نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک قبر سے ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے استفسار پہ بتایا کہ یہ قبر ابو رغال کی ہے جس کا تعلق قوم ثمود سے تھا وہ حرم میں تھا جب قوم ثمود پہ اللہ کا عذاب اترا تو جو پتھر ابو رغال کے مقدر میں تھا اُس نے ابو رغال کو کھوجا تو جانا کہ وہ حدودِ حرم میں ہے اس لیے وہ پتھر زمین و آسمان کے بیچ معلق ہو گیا۔ جب ابو رغال اپنے کام سے فارغ ہوا اور حدودِ حرم سے باہر آیا تو وہ پتھر اس پہ آ گرا اور یہ ہلاک ہو گیا یہ وہی جگہ ہے جہاں اُس پتھر نے ابو رغال کو ہلاک کیا تھا اور یہیں اس کی قبر بنی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ لیہ کی وادی میں پہنچے جہاں بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف

النصری کا ایک محل تھا جسے نبی اکرمﷺ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا۔

لیہ کے مقام پہ ہی نبی اکرمﷺ نے نماز ظہر ادا کی۔

عصر کے آخیر وقت نبی اکرمﷺ نخب کے مقام پہ پہنچے اور بیری کے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا۔ صحابہ نے فرمایا اس درخت کو " **الصدرۃ** " کہا جاتا تھا۔ اسی مقام پہ بنو ثقیف کے ایک شخص کا نخلستان تھا اور مکان تھا نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو حکم دیا اس شخص سے کہو باہر نکل آئے اور اطاعت قبول کرے۔

صحابہ کی دعوت پہ اُس شخص نے انکار کیا۔

تب نبی اکرمﷺ نے حکم دیا اس شخص کے مکان کو آگ لگا دو صحابہ نے اُس شخص کا مکان جلا دیا وہ شخص بھاگ گیا۔

اگلے روز نبی اکرمﷺ طائف پہنچے اور فصیل شہر کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا؛

تاہم لشکر اسلام بنو ثقیف کے تیر اندازوں کی زد میں تھا اس لیے شام کو جب بنو ثقیف کے تیر اندازوں نے مسلمانوں پہ تیر اندازی شروع کی تو کئی مسلمان اس حملے میں زخمی اور شہید ہوئے۔ جب تیر اندازی رکی تو نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو وہاں سے خیمے اکھاڑنے کا حکم دیا اور اُس جگہ قیام کیا جو بنو ثقیف کے تیر اندازوں کی زد میں نہ تھی۔ نبی اکرمﷺ کے ساتھ اُم المومنین حضرت اُم سلمیٰ اور حضرت میمونہ تھیں اُن کے لیے دو خیمے نصب کیے گئے رات کو نبی اکرمﷺ نے انھی دو خیموں کے بیچ نماز ادا کرتے رہے۔ جب بنو ثقیف نے اسلام قبول کیا تو ٹھیک اسی جگہ خود بنو ثقیف کے جوانوں نے مسجد تعمیر کی جو آج تک وہاں موجود ہے اس مسجد کے بانی کا نام امیہ بن عامر بن وہب بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا مگر بنو ثقیف محفوظ و مطمئن تھے۔

عمرو بن امیہ ثقفی جو بنو ثقیف کا ایک شاطر شخص تھا نے اپنی قوم کو اس بات کی ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کبھی کھلے میدان میں نہ اتریں بلکہ محصور ہی رہیں اسی میں اُن کی

بھلائی ہے۔مسلمان باہر سے اُن پہ تیر برساتے اور بنو ثقیف قلعے کی شہر پناہ سے مسلمانوں پہ تیر برساتے۔

امام ابن کثیر نے حضرت عمرو بن عنسبہؓ سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طائف کے محاصرے کے روز نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا؛ جو شخص اپنا تیر طائف کے قلعے تک پہنچائے گا اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔چنانچہ میں نے اُس روز سولہ تیر طائف کی فصیل کے پار پھینکے۔

نبی اکرمﷺ نے مزید فرمایا؛

جو شخص راہ خدا میں تیر چلائے گا اُس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا[26*] ۔

غرض اسی طرح کئی روز گزر گئے اور اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

ایک روز نبی اکرمﷺ نے اپنے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ شہر کی فصیل کے پاس جائے اور اعلان کرے کہ جو شخص قلعے سے اتر آئے اور اسلام قبول کر لے اسے امان حاصل ہوگی۔

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اس دعوت پہ قلعے سے تیئس لوگ اترے چونکہ وہ ایک چرخی کے ذریعے شہر پناہ سے اترے تھے اس لیے اُن میں سے جو شخص سب سے پہلے رسول اللہﷺ کے سامنے آیا اُس کو نبی اکرمﷺ نے ابو بکرہ کے نام سے پکارا وہ حارث بن کلدہ کا غلام تھا۔اسی طرح دوسرے لوگوں میں سے بھی اکثر غلام تھے نبی اکرمﷺ نے اُن تمام غلاموں کو آزاد کر دیا اور ہر شخص کو ایک صحابی کے حوالے کیا اور صحابہ کو ہدایت کی کہ اِن نومسلموں کے لباس اور خوراک کا خاص خیال رکھا جائے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ؛

طائف کا محاصرہ جاری تھا لوگ بغیر کسی نتیجے کے دشمن سے برسرِ پیکار تھے کہ ایک دن نبی اکرمﷺ اپنے خیمے میں تشریف لائے جس میں اُم المومنین حضرت اُم سلمٰی قیام پذیر تھیں تو آپﷺ نے سنا کہ ایک ہیجڑہ حضرت اُم سلمی کے بھائی عبداللہ سے کہہ رہا تھا اگر قلعہ فتح ہو گیا تو بادیہ

بنت غیلان کو مت چھوڑنا کہ اُس کے حسن کا یہ عالم ہے کہ سامنے سے اُس کے پیٹ میں چار بل پڑتے ہیں جو پیچھے سے آٹھ دکھائی دیتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو اس ہیجڑے کی بات سخت ناگوار گزری اُس کا نام مانع تھا۔ مدینہ میں مانع کے علاوہ دو اور ہیجڑے بھی تھے جن کے نام ہیت اور ہذم تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کو شہر مدینہ سے نکال دیا تھا۔ پھر صحابہ نے آپ ﷺ کو بتایا یا رسول اللہ ﷺ وہ بھوکے مر جائیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو صرف جمعے کے روز شہر آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ جمعے کے روز مدینہ آتے اور مانگ تانگ کر واپس چلے جاتے۔ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد وہ مدینہ چلے آئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انھوں نے انھیں پھر شہر سے نکال دیا۔

محاصرہ جاری تھا تو ایک دن حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اُدھر فارس میں جب ہم کسی مضبوط قلعے کو فتح کرنے کے لیے نکلتے تو اس کی شہر پناہ پہ منجنیق سے بمباری کیا کرتے تھے اس طرح ہمیں کامیابی حاصل ہو جایا کرتی تھی۔ چنانچہ بعض صحابہ نے بیان کیا کہ خود حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ہی صحابہ کی مدد سے ایک منجنیق تیار کی مگر زیادہ محقق بات یہ ہے کہ وہ وہی منجنیق اور دبابے تھے جو نبی اکرم ﷺ کو خیبر کے قلعوں سے حاصل ہوئے تھے۔

چنانچہ مسلمانوں نے منجنیق نصب کی اور فصیل شہر پہ پتھر گرانا شروع کر دیئے۔

دوسری طرف مسلمان دبابوں میں بیٹھ کر بھی قلعے کی دیوار میں نقب لگانے کی کوشش کرتے رہے مگر ایک دن اہل طائف نے لوہے کی آگ میں سرخ کی گئی گرم سلاخیں مسلمانوں کے دبابوں پہ گرائیں جو دبابے کی چمڑے کی چھتوں کو کاٹ کر مسلمانوں تک پہنچیں اور کئی مسلمان زخمی ہو گئے۔ دوسرے مسلمان گھبرا کر دبابوں سے باہر آئے تو فصیل شہر سے آنے والے تیروں کی زد میں آ کر زخمی ہو گئے اس طرح دبابے میں بیٹھ کر نقب لگانے کا منصوبہ بھی ناکام ہو گیا اور منجنیق کے پتھر بھی طائف شہر کی دوہری شہر پناہ کو منہدم کرنے میں ناکام رہے۔

تب نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اِن کے باغات کاٹ دو جو فصیل شہر کے باہر دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔

بنو ثقیف نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے اُن کے کھجوروں کے نخلستان اور انگوروں کی بیلوں کو کاٹنا شروع کر دیا ہے تو انھوں نے نبی اکرمﷺ کو قرابت داری کا واسطہ دیتے ہوئے اس امر سے باز رہنے کی درخواست کی۔

علامہ زرقانی کی تحقیق کے مطابق بنو ثقیف کا نبی اکرمﷺ سے ننھیالی رشتہ تھا کہ نبی اکرمﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی والدہ کا نام برہ بنت عبدالعزی بن قصی تھا اور برہ کی والدہ کا نام حبیب بنت اسد تھا اُم حبیب کی والدہ کا نام برہ بنت عوف تھا اور برہ کی والدہ کا نام قلابہ بنت حرث تھا اور قلابہ کی والدہ کا نام ہند بنت یربوع تھا جو قبیلہ بنو ثقیف کی ایک خاتون تھیں۔

چنانچہ نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو اُن کے نخلستان اجاڑنے سے روک دیا اور فرمایا میں ان کو اللہ اور قرابت داری کی وجہ سے معاف کرتا ہوں۔ اس کے بعد عینیہ بن حصن فزاری نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہﷺ بنو ثقیف میری تکریم کرتے ہیں اگر آپﷺ اجازت دیں تو میں انھیں اسلام کی دعوت دینے کے لیے اُن کے قلعے میں جاؤں۔

نبی اکرمﷺ نے عینیہ بن حصن فزاری کو اس امر کی اجازت عطا فرما دی۔

عینیہ بن حصن فزاری کی ساری زندگی اسلام دشمنی میں گزری تھی وہ ایک بد باطن اور احمق شخص تھا نبی اکرمﷺ نے اسی شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ وہ احمق شخص ہے جس کی اطاعت میں دس ہزار تلواریں ہیں۔

اب اگرچہ اُس نے اسلام قبول کر لیا تھا تاہم اُس کا خبث باطن بدستور باقی تھا اور اسی بنا پہ اُس کا دل کبھی بھی اسلام کی روشنی سے حقیقی طور پہ منور نہ ہوا آخر وہ طلیحہ اسدی نامی جھوٹے نبی پہ ایمان لے آیا تھا اور ایک مرتد کی موت مرا۔

وہ بنو ثقیف کے ہاں اترا اور انھوں نے اسے عزت سے نوازا۔

عینیہ نے کہا؛

بظاہر میں تمھارے ہاں رسول اللہ ﷺ کا قاصد بن کے اترا ہوں مگر حقیقت میں مجھے اُن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ میری ساری ہمدردیاں اپنی قوم کے ساتھ ہیں اُس نے بنو ثقیف سے کہا کہ مسلمان اس محاصرے سے اکتائے ہوئے ہیں اس لیے تم لوگ ڈٹے رہو۔

پھر وہ لوٹ آیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

میں نے اُن کو اسلام کی دعوت دی ہے جنت کی بشارت سنائی ہے دوزخ کے عذاب سے آگاہ کیا ہے مگر وہ میری کسی بات کو ماننے پہ تیار نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں؛ تم نے تو اُن سے کہا کہ ڈٹے رہو مسلمان اکتا چکے ہیں اور وہ تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عینیہ بن حصن فزاری سکتے میں آ گیا اُس کا منہ کھل گیا اور آواز کہیں حلق میں ہی اٹک گئی کافی دیر بعد اُس نے خود کو سنبھالا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے اس عمل پہ شرمندہ ہوں اور اپنے رب سے معافی کا درخواست گزار ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے توقف فرمایا اور خاموش ہو رہے کیونکہ آپ ﷺ جانتے تھے اُس نے کبھی بھی دل سے توبہ نہیں کی۔

⌘⌘⌘

واپسی

نبی اکرم ﷺ کے خیمے میں عربوں کا ایک صاحب دانش شخص نوفل ابن معاویہ دیلی داخل ہوا نبی اکرم ﷺ نے اُن سے محاصرہ طائف کے بارے میں رائے طلب کی۔

انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ

لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے اگر آپ ﷺ ٹھیرے رہیں تو اسے پکڑ لیں گے چھوڑ دیں تب بھی وہ آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے پہ قادر نہیں۔

محاصرے کو کافی دن بیت گئے تھے کہ ایک دن حضرت عثمان ابن مظعون کی بیوی خولہ بنت حکیم نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یا رسول اللہ ﷺ

اگر قلعہ فتح ہو گیا تو بادیہ بنت غیلان کے زیورات مجھے عطا فرمائیے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا مگر مجھے تو ابھی تک بنو ثقیف پہ حملے کا حکم نہیں دیا گیا۔

حضرت خولہ بنت حکیم نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ نے خولہ بنت حکیم سے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو ثقیف پہ حملہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یا رسول اللہﷺ پھر ہمارے یہاں ٹھیرے رہنے کا کیا جواز ہے کیوں نہ میں کوچ کا اعلان کردوں۔

نبی اکرمﷺ نے مختصر جواب دیا؛

کردو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان بعض صحابہ کو ناگوار گزرا کہ وہ فتح یا بنوثقیف کے ساتھ جنگ کیے بغیر یہاں سے نہ جانا چاہتے تھے۔

کچھ لوگ نبی اکرمﷺ کے خیمے کے پاس جمع ہو گئے اور اونچی اونچی آواز میں باتیں کرنے لگے۔

نبی اکرمﷺ باہر تشریف لائے اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں انھوں نے کہا ہم کسی فیصلے تک پہنچے بغیر اس جنگ کو ختم نہیں کرنا چاہتے۔

تو پھر حملے کی تیاری کرو۔

نبی اکرمﷺ نے مختصر جواب دیا اور اپنے خیمے میں واپس تشریف لے گئے۔

اگلے روز مسلمانوں نے حملہ کیا بنوثقیف کی بے پناہ تیر اندازی سے کئی مسلمان شہید ہو گئے اور بہت سے زخمی ہو گئے اور وہ پیچھے ہٹ آئے۔

نبی اکرمﷺ نے ایک بار پھر کوچ کا حکم دیا۔

اور اب صحابہ نے تیزی سے اپنے خیمے اکھیڑنے شروع کر دیئے جس کو دیکھ کر نبی اکرمﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا؛

لوگ کس قدر جلد اپنی رائے کو بدل لیتے ہیں۔

اُس روز زخمی ہونے والے لوگوں میں قریش کے سردار حضرت ابوسفیان ابن حرب بھی شامل تھے بنوثقیف کے تیراندازوں کا کوئی تیر اُن کی آنکھ میں گھس گیا تھا جس کی وجہ سے اُن کی آنکھ بہہ کر اُن کی گال پہ لٹک رہی تھی۔

وہ اسی حالت میں نبی اکرمﷺ کے سامنے حاضر ہوئے۔

نبی اکرمﷺ نے اُن سے فرمایا؛

اے ابوحنظلہ؛

اگر تو چاہے تو میں تیری یہ آنکھ دوبارہ واپس لگا دوں اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت کی بشارت دوں۔حضرت ابوسفیان نے اپنی گال پہ لٹکی ہوئی آنکھ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے کھینچ کر پرے پھینک دیا اور فرمایا اس آنکھ کے بدلے میں مجھے جنت منظور ہے۔حضرت ابوسفیان کی دوسری آنکھ بھی اسلام کی راہ میں کام آئی جنگ یرموک میں انھوں نے اپنی دوسری آنکھ بھی اللہ کی راہ میں گنوا دی۔حضرت ابوسفیان کا دین پختہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی راہنمائی ہدایت وفلاح کی طرف فرمائی۔اس کے بعد نبی اکرمﷺ واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو سفر کے آغاز میں حسب معمول بارگاہ رب العزت میں دُعا فرمائی۔

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اُس کا وعدہ سچا ہے اُس نے اپنے بندوں کی مدد فرمائی اور اُس اکیلے نے احزابی لشکر کو شکست دی۔

اس کے بعد آپﷺ سوار ہوئے اور فرمایا؛

اے اللہ؛ ہم لوٹنے والے ہیں،توبہ کرنے والے ہیں،عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی اور اسی کی تعریفیں کرتے ہیں کہ صرف وہی اس بات کا سزاوار ہے۔

کچھ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہﷺ بنوثقیف کے لیے بددعا فرمائیں۔

نبی اکرمﷺ نے ہاتھ آٹھائے اور دُعا فرمائی۔

اے اللہ؛ بنوثقیف کو ہدایت عطا فرما اور اُن کو میرے پاس لے آ۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ دُعا پوری ہوئی اور بنو ثقیف اپنے پاؤں پہ چل کر رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالنے کے لیے شہر مدینہ میں اترے۔

⌘⌘⌘

شہدائے طائف

جنگ کے اول روز کچھ لوگ شہید ہوئے اور جنگ کے آخری روز بھی کچھ صحابہ شہید ہوئے۔مورخین نے تحریر کیا ہے کہ طائف کا محاصرہ بیس روز تک قائم رہا اس دوران نبی اکرم ﷺ قصر نماز ہی ادا کرتے رہے۔طائف کے محاصرے کے دوران بنوثقیف کی بے پناہ تیر اندازی سے نبی اکرمﷺ کے قبیلے قریش سے سات صحابہ نے جام شہادت نوش کیا انصار مدینہ میں سے بنوخزرج کے تین لوگوں کو اس سعادت سے نوازا گیا اور بنولیث کا ایک آدمی بنواوس کا ایک آدمی شہادت سے سرفراز ہوا اس طرح یہ کل بارہ لوگ تھے جو اس معرکہ میں شہید ہوئے امام سہیلی نے شہدائے طائف کے متعلق مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ؛

شہدائے قریش میں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ۔

حضرت عرفطہ بن حباب رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ مخزومی رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ۔

حضرت سائب بن حارث بن قیس رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت اخوہ عبداللہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں

حضرت جلیحہ بن عبداللہ شامل کا تعلق بنولیث سے تھا۔

جبکہ بنوخزرج کے شہدا حضرت منذر بن عبداللہ، حضرت قیم بن ثابت ، حضرت ثابت بن جزعہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔

بنواوس میں سے صرف ایک آدمی حضرت حارث بن سہل رضی اللہ عنہ شہید ہوا۔

زخمیوں کی تفصیل مورخین نے فراہم نہیں کی اگرچہ طائف کے محاصرے کے دوران کم از کم سو افراد زخمی ہوئے تھے۔

تاہم اسلامی لشکروں کی اسی جانبازی کی وجہ سے دین اسلام کا پرچم دور دور تک بلند ہوا اور لوگ دین اسلام کی عافیت میں آتے گئے۔طائف کا یہ محاصرہ اس حوالے سے بھی اہم ہے کہ اس معرکے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عربوں سے کوئی جنگ نہیں لڑی بلکہ اب اسلامی لشکروں نے رومیوں اور ایرانیوں کو للکارنا تھا۔

⌘⌘⌘

سخر ابوالعالیہ

امام ابن کثیر نے ابن داؤد سے روایت کی ہے کہ حضرت صخر بن عیلہ الاحمسی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو ثقیف کا محاصرہ کیا ہے تو وہ اپنے سواروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی معاونت کے لیے نکلے جب وہ طائف پہنچے تو نبی اکرم ﷺ طائف کا محاصرہ اٹھا کے جعرانہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے تب صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ تب تک بنو ثقیف کا محاصرہ کیے رکھیں گے جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بات مان کر اپنے قلعوں سے نیچے نہ اتر آئیں۔ چنانچہ انھوں نے بنو ثقیف کا محاصرہ کر لیا اور اسے تب تک جاری رکھا جب تک کہ ۹ ہجری میں بنو ثقیف نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ نہ کر لیا۔ بنو ثقیف جب اپنے قلعوں سے اترے تو حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی طرف اپنا قاصد روانہ کیا کہ بنو ثقیف نے اطاعت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے میں اُن کو اپنے ہمراہ لے کر مدینہ آ رہا ہوں۔

صخر بن عیلہ رضی اللہ عنہ کا قاصد جب مسجد نبوی میں اترا اور نبی اکرم ﷺ کو یہ خوشخبری سنائی تو نبی اکرم ﷺ نے صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کے لیے دس بار دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لِاَحْمَسَ فِیْ خَیْلِھَا وَرِجَالِھَا

اے اللہ؛"احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت عطا فرما"

چنانچہ بنو ثقیف نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام قبول کر لیا۔ تب حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛ صخر

نے میری پھوپھی کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کو حکم دیا کہ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی پھوپھی کو آزاد کر دیں کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی بھی قوم کا خون اور اموال محفوظ ہو جاتے ہیں۔

حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے حکم رسالت کی تعمیل کی۔

اغلب یہ کہ اسی ملاقات میں حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ نے نبی اکرمﷺ سے درخواست کی کہ بنو سلیم اپنے چشموں کو خالی کر کے جا چکے ہیں اگر رسول اللہﷺ ہم کو اجازت دیں تو میں اپنی قوم کے ساتھ اِن چشموں پہ مقیم ہو جاؤں۔ نبی اکرمﷺ نے اجازت دے دی تاہم کچھ عرصہ بعد قبیلہ بنو سلیم نے بھی اسلام قبول کر لیا تو انھوں نے بھی نبی اکرمﷺ سے فریاد کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں ہمارے چشمے واپس دلائے جائیں۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت صخر بن عیلہ الاحمسیؓ کو طلب کیا اور حکم دیا بنو سلیم کے چشمے اُن کو واپس کر دو۔

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نبی اکرمﷺ نے صخر سے فرمایا؛

صخر جب لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیتے ہیں اس لیے تم بنو سلیم کے چشمے خالی کر دو۔ اس موقع پہ جو صحابہ موجود تھے انھوں نے روایت کی ہے کہ صخر سے بنو سلیم کے چشمے واپس مانگتے ہوئے نبی اکرمﷺ کا چہرہ مبارک شرم و حیا سے متغیر ہو گیا۔

اس لیے کہ نبی اکرمﷺ کسی کو دی ہوئی چیز واپس نہ لیتے تھے۔

⌘⌘⌘

اللہ کے رسولوں کے اختیار کا کیا ہی کہنا کہ اہل طائف جب اپنے قلعے کی مضبوط دیواروں کے پیچھے چھپ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا محاصرہ اٹھا لو یہ خود ہی دربار رسالت میں حاضر ہو جائیں گے۔

اور زمین و آسمان نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔

شوال 8 ہجری،بمطابق فروری 630ء

کعب بن مالک کے اشعار

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ جب نبی اکرمﷺ نے دیکھا کہ بنو ہوازن نے بنوثقیف کی حمایت و پناہ حاصل کر لی ہے تو آپﷺ نے صحابہ کو اپنا رخ طائف کی طرف پھیرنے کا حکم دیا۔

چنانچہ جب نبی اکرمﷺ نے طائف کا قصد کیا تو حضرت کعب بن مالکؓ نے یہ قصیدہ کہا۔

قَضَيْنَا مِنْ تِهَامَةَ كُلَّ رَيْبٍ
وَخَيْبَرُ ثُمَّ اَجْمَعْنَا السُّيُوْفَا

ہم نے رسول اللہﷺ کے لشکروں کے ساتھ تہامہ اور خیبر کو ہر شک سے پاک کیا پھر ہم نے تلواروں کو جمع کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُخَيِّرُهَا وَ لَوْ نَطَقَتْ لَقَالَتْ
قَوَاطِعُهُنَّ دَوْسًا أَوْ ثَقِيفًا

اگر ہم اِن کو آرام کرنے اور جنگ کرنے کا اختیار دیتے تو وہ کہتیں اب بنو ثقیف اور دوس کا قصد کرو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَسْتُ لِحَاضِنٍ إِنْ لَمْ تَرَوْهَا
بِسَاحَةِ دَارِكُمْ مِنَّا أُلُوْفَا

میں انھیں چھپانے والا نہیں جب تک تم انھیں ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھر کے صحن میں نہ دیکھ لوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنَنْتَزِعُ الْعُرُوْشَ بِبَطْنِ وَجٍّ
وَتُصْبِحُ دُوْرُكُمْ مِنْكُمْ خُلُوْفَا

ہم وادیٔ وج میں اُن کے گھروں کی چھتیں ادھیڑ رہے تھے اور تمھارے گھر تمھیں پہچاننے سے عاری تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَيَأتِيكُمْ لَنَا سَرْعَانُ خَيْلٍ
يُغَادِرُ خَلْفَهُ جَمْعًا كَثِيْبًا

ہمارے تیز رفتار گھڑ سوار تم تک پہنچ گئے تھے جو اپنے پیچھے بھاری لشکر چھوڑ آئے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

إذَا نَزَلُوْا بِسَاحَتِكُمْ سَمِعْتُمْ
لَهَا مِمَّا اَنَاخَ بِهَا رَجِيْفَا

جب یہ تمھارے صحن میں اترے تو تم نے اُن اونٹوں کی آوازیں ضرور سنی ہوں گی جن کو وہاں بٹھایا گیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِأَيْدِيْهِمْ قَوَاضِبُ مُرْهَفَاتٌ
يُزِرْنَ الْمُصْطَلِيْنَ بِهَا الْحُتُوْفَا

اِن کے ہاتھوں میں باریک دھار والی تلواریں تھیں جن کی آنچ اترنے والی موت کا پتا دیتی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كَاَمْثَالِ الْعَقَائِقِ اَخْلَصَتْهَا
قُيُوْنُ الْهِنْدِ لَمْ تُضْرَبْ كَتِيْفَا

یہ تلواریں بجلی کی طرح ہیں جنھیں ہند کے کاریگروں نے خالص لوہے سے بنایا ہے یہ دروازے کی چوکھٹ کی طرح موٹی نہ تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تَخَالُ جَدِيَّةَ الْاَبْطَالِ فِيْهَا
غَدَاةَ الزَّحْفِ جَادِيًّا مَدُوْفَا

تو گمان کرے گا کہ نوجوانوں کے خون کی دھاریاں اِن میں پڑ چکی ہیں میدان جنگ کے روز جن میں زعفران کی آمیزش ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَجَدَّ هُمْ اَلَيْسَ لَهُمْ نَصِيْحٌ
مِنَ الْاَقْوَامِ كَانَ بِنَا عَرِيْفًا

کیا وہ کوشاں ہیں؟ کیا اِن میں کوئی بھی صاحب دانش نہیں بچا جو اُن کو ہماری مہیب طاقت سے آگاہ کرے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يُخَبِّرُهُمْ بِاَنَّا قَدْ جَمَعْنَا
عِتَاقَ الْخَيْلِ وَالنُّجُبَ الطُّرُوْفَا

جوانھیں یاددلاتے کہ ہم نے عمدہ اوراعلیٰ نسل کے تمام گھوڑے جمع کر لیے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَنَّا قَدْ اَتَيْنَاهُمْ بِزَحْفٍ
يُحِيْطُ بِسُوْرِ حِصْنِهِمْ صُفُوْفَا

اورہم اُن کے پاس ایسا بھاری لشکر لائے ہیں جو اُن کے قلعے کی دیواروں کوگھیرے ہوئے ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

رَئِيْسُهُمُ النَّبِيُّ وَكَانَ صُلْبًا
نَقِيَّ الْقَلْبِ مُصْطَبِرًا عَزُوْفَا

ہمارے سردار اللہ کے نبی ہیں پاکیزہ دل، صابراورزاہدانہ زندگی بسر کرنے والے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

رَشِيْدَ الْاَمْرِ ذَا حُكْمٍ وَعِلْمٍ
وَحِلْمٍ لَمْ يَكُنْ نَزِقًا خَفِيْفَا

سیدھے معاملے والے، حکمت، علم اور حکم والے آپ ﷺ ہلکی طبیعت یا جلد غصہ کرنے والے نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُطِيْعُ نَبِيَّنَا وَ نُطِيْعُ رَبًّا
هُوَ الرَّحْمٰنُ كَانَ بِنَا رَؤُوْفَا

ہم اپنے نبی کی اطاعت کرنے والے ہیں جو رحمٰن ہے اور ہم پہ شفقت کرنے والا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاِنْ تُلْقُوْا اِلَيْنَا السِّلْمَ نَقْبَلْ
وَنَجْعَلْكُمْ لَنَا عَضُدًا وَ رِيْفَا

اگر تم ہمیں صلح کا پیغام دو تو ہم اسے قبول کرلیں گے اور تمھیں اپنا بازو بنالیں گے اور تمھیں شاداب مقام بنادیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاِنۡ تَاۡ بُوۡانُجَاهِدۡ كُمۡ وَنَصۡبِرِ

وَ لَا يَكُ اَمۡرُنَا رَعِشًا ضَعِيفًا

اگر انکار کرو گے تو ہم تمھارے ساتھ جنگ کریں گے اور صبر کریں گے ہمارا معاملہ متزلزل اور کمزور نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُجَالِدُ مَا بَقِيۡنَا اَوۡ تُنِيۡبُوۡا

اِلَى الۡاِسۡلَامِ اِذۡعَانًا مُّضِيفًا

جب تک ہم زندہ رہیں گے ہم تم سے جنگ کرتے رہیں گے یا آخر کار تم اسلام کی طرف لوٹ آؤ گے اپنے دل کی خوشی سے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُجَالِدُ لَا نُبَالِىۡ مَنۡ لَقِيۡنَا

أَاَهۡلَكۡنَا التِّلَادَ اَمِ الطَّرِيفَا

ہم جہاد کریں گے ہم اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ ہم کس سے لڑ رہے ہیں اور ہم نے پرانا مال بگاڑا ہے یا نیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَكَمْ مِّنْ مَعْشَرٍ اَلَبُوْا عَلَيْنَا
صَمِيْمَ الْجَزْمِ مِنْهُمْ وَالْحَلِيْفَا

کتنی ہی جماعتیں ہیں جو ہمارے گرد جمع ہو گئیں ہیں جو مضبوط اصل والے اور سچے حلیف ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اَتُوْنَا لَا يَرَوْنَ لَهُمْ كِفَاءً
فَجَدَّعْنَا الْمَسَامِعَ وَالْاُنُوْفَا

اگر وہ ہمارے پاس آئے ہیں اور ہم کو اپنے ہم پلہ نہیں سمجھتے تو ہم اِن کے ناک اور کان کاٹ دیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بِكُلِّ مُهَنَّدٍ لَيْنٍ صَقِيْلٍ
يَسُوْقُهُمْ بِهَا سَوْقًا عَنِيْفَا

ایسی تلواروں کے ساتھ جو ہند کی بنی ہوئی ہیں نرم اور صقیل شدہ ہیں وہ انھیں سختی سے ہانک لائے گی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالْاِسْلَامِ حَتّٰی
یَقُوْمَ الدِّیْنُ مُعْتَدِلاً حَنِیْفًا

اللہ کے حکم اور اسلام کی طرف یہاں تک کہ اللہ کا دین قائم ودائم ہو جائے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَتُنْسَی اللَّاتُ وَالعُزّٰی وَوُدٌّ
وَنَسْلُبُھَا الْقَلَائِدَ وَالشُّنُوْفَا

لات عزی اور ود کو بھلا دیا جائے گا اور ہم اِن بتوں کے ہار اور بندے چھین لیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَمْسَوْا قَدْ اَقَرُّوْا وَاطْمَاَنُّوْا
وَمَنْ لَّا یَمْتَنِعْ یَقْبَلْ خُسُوْفًا

پھر انھیں قرار اور طمانیت حاصل ہو جائے گی اور جو لوگ باز نہ آئیں وہ ذلت وخواری کو قبول کریں۔ [27*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ذیقعدہ 8 ھجری، بمطابق مارچ 630ء

جعرانہ میں تشریف آوری

بنوہوازن کے خلاف عظیم الشان فتح کے بعد نبی اکرمﷺ اُن کے مختلف گروہوں کے تعاقب میں مصروف عمل رہے جو سرزمین عرب میں بھاگ نکلے تھے اور مختلف سمتوں کی طرف منتشر ہو گئے تھے۔اس بات کا تذکرہ گزر چکا ہے کہ اُن کے ایک بڑے گروہ کو حضرت ابو عامر اشعریؓ نے اوطاس میں گھیرا اور انھیں شکست دی۔باقی ماندہ لوگ طائف میں بنوثقیف کے ہاں پناگزیں ہو گئے تھے جن میں بنوہوازن کا سردار مالک بن عوف النصری بھی شامل تھا۔نبی اکرمﷺ نے اہل طائف کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ بیس روز تک جاری رہا تاہم مسلمان بنوثقیف کے اس مضبوط قلعے کو منہدم نہ کر سکے مگر اس کے باوجود نبی اکرمﷺ جانتے تھے کہ اہل طائف اب اُن کے لیے خطرہ نہیں رہے اُن کے لیے وہ قبائل ہی کافی تھے جو حصارِ طائف کے اردگرد مقیم تھے مگر اسلام قبول کر چکے تھے۔اس لیے محاصرہ اٹھا لیا گیا اور نبی اکرمﷺ جعرانہ کو روانہ ہوئے جو مکہ سے دس میل کے فاصلے پہ ایک مقام تھا جہاں بنوہوازن سے حاصل ہونے والا مال غنیمت اس بات کا منتظر تھا کہ نبی اکرمﷺ تشریف لائیں

اوراس کوصحابہ میں تقسیم کیا جائے۔

چنانچہ صحابہ کالشکر نبی اکرم ﷺ کے معیت میں جعرانہ کوروانہ ہوا۔

نبی اکرم ﷺ طائف سے روانہ ہوکے دحنا نامی مقام پہ اترے وہاں سے قرن المنازل کا رخ کیا اس کے بعد آپ ﷺ خلہ نامی ایک مقام پہ پہنچے جہاں سے جعرانہ قریب ہی تھا۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ آرام کیے بغیر خلہ سے جعرانہ پہنچے اور وہیں مقیم ہوئے۔

لوگ اس بات کے منتظر تھے کہ اُن میں وہ مال غنیمت تقسیم کیا جائے جس کی مقدار حیرت انگیز تھی چونکہ بنوہوازن کا سردار مالک ابن عوف اپنی عورتوں بچوں اور مال واسباب کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے نکلا تھا اس لیے جب وہ میدان جنگ چھوڑ کے بھاگا تو مسلمانوں کے ہاتھ اس قدر مال غنیمت آیا کہ اس سے قبل انھوں نے اس قدر مال غنیمت کبھی حاصل نہ کیا تھا۔اگرچہ اس کے بعد جب مسلمانوں کے لشکر روم وایران کی طرف نکلے تب وہ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات سے لدے ہوئے واپس آتے تھے۔

⌘⌘⌘

سراقہ بن مالک

سراقہ بن مالک جشمی رضی اللہ عنہ کا کردار بھی اسلامی تاریخ کا ایک حیرت انگیز کردار ہے اگرچہ انھوں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اسلام قبول کیا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اُن کو صحابیت کے اعزاز سے نوازا اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب تو ستاروں کی مانند ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے لب مبارک سے نکلی اس بات کی قرآن حکیم میں تصدیق کی گئی۔ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی داستان بہت پہلے سے شروع ہوتی ہے جب انھوں نے جانا کہ قریش نے اپنے جس فرد کے سر پہ سو سرخ اونٹوں کا انعام رکھا ہے وہ شخص اس وقت فلاں رستے پہ ہوگا اگرچہ تب سارا شہر مکہ اور دیگر بہت سے عرب بھی اُن دنوں نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں تھے کہ آپ ﷺ اہل مکہ کی آنکھوں میں دھول جھونک کر مکہ سے فرار ہو چکے تھے۔ سارے عربوں میں سے صرف سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ تھے جنھوں اتفاق سے ہی نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر کو دیکھ لیا تھا مگر اُنھوں نے ان سواروں پر توجہ نہ کی مگر جب وہ حرم میں آئے اور قریش کا اعلان سنا تو جان گئے یہ سوار وہی ہیں جن کو اُس نے اتفاق سے دیکھ لیا تھا۔

اُنھوں نے نے نبی اکرم ﷺ تک رسائی حاصل کی وہ نبی اکرم ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے مگر نبی اکرم ﷺ تک پہنچنا اُن کی استطاعت سے باہر تھا اس لیے اُن کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ تب اُنہوں نے جانا کہ اللہ تعالیٰ کی منشا یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے نام کو

بلند کیا جائے اور اُنھوں نے نبی اکرمﷺ سے کہا؛

میں اس بات کو جان گیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بالآخر آپﷺ کو غلبہ عطا فرمانے والا ہے اس لیے آپ مجھے تحریر لکھ دیں تا کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو عربوں پہ غالب کر دے تب میں آپ کے پاس آؤں اور انعام و اکرام حاصل کروں۔ نبی اکرمﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کو تحریر لکھ دو اور انھوں نے سراقہ بن مالک کو تحریر لکھ دی تھی۔

آج بیس سال بعد جب نبی اکرمﷺ جعرانہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں سراقہ بن مالک وہی تحریر لہراتے ہوئے نبی اکرمﷺ کی طرف بڑھے۔ صحابہ نے اُن کا راستہ روکا اور وہ اُس کو اپنے نیزوں سے روکتے تھے۔ سراقہ بن مالک جدو جہد کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا اور اُس نے اپنا وہ ہاتھ بلند کیا ہوا تھا جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر تھی آخر وہ نبی اکرمﷺ کے قریب پہنچ گیا اُس نے آپﷺ کو آواز دی۔

سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کی پنڈلی دیکھی جو دھوپ میں چمک رہی تھی نبی اکرمﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا؛

اسے میرے قریب آنے دو آج وعدے وفا کرنے کا دن ہے۔

سراقہ نبی اکرمﷺ کے قریب پہنچا اور اُس نے پوچھا؟

یا رسولﷺ میں نے اپنی اونٹنیوں کے لیے ایک حوض تعمیر کیا ہے جس سے دوسرے اونٹ بھی اپنی پیاس بجھاتے ہیں کیا اس سے مجھے کچھ اجر ملے گا۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

ہاں ہر جگر والے جاندار کے جگر کو تر کرنے پہ اجر ہے۔

سراقہ نے اس موقع پہ اسلام قبول نہ کیا تھا بلکہ بعد میں اسلام قبول کیا اور انھیں رسول اللہﷺ کی بشارت کے موجب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کسریٰ ابن ہرمز کے کنگن پہنائے گئے۔ اس واقعے کا ذکر سیرۃ المزمل ؐ میں کہیں اور گزر چکا ہے۔

مال غنیمت میں خیانت

بنوہوزان سے حنین کے چشموں پہ ہونے والی جنگ میں مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا جسے نبی اکرمﷺ کے حکم سے جعرانہ کے مقام پہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ نبی اکرمﷺ نے مسلمانوں کو بارہا اس امر سے متنبہ کیا تھا کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت سے کوئی چیز نہ چرائی جائے۔ چنانچہ جعرانہ پہنچنے پر بھی نبی اکرمﷺ کا ایک منادی اس بات کی آواز لگا رہا تھا کہ اگر کسی نے مال غنیمت سے کوئی ادنیٰ سی چیز بھی لی ہے تو وہ اسے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے واپس کر دے کیونکہ روز محشر یہ چیز اس کے لیے آگ کے عذاب کا باعث بنے گی۔ ابن ہشام نے لکھا کہ زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ حضرت عقیل ابن طالب روز حنین اپنی بیوی فاطمہ بنت شیبہ بن ربیعہ کے پاس اس حالت میں آئے کہ اُن کی تلوار خون سے لت پت تھی انھوں نے اپنی بیوی سے کہا اس تلوار کو دھو ڈالو۔

حضرت عقیل ابن ابی طالب کی بیوی نے تلوار اپنے شوہر کے ہاتھوں سے لی اور استفسار کیا تم نے خوب جہاد کیا مال غنیمت میں تم کو کیا حاصل ہوا۔

حضرت عقیل نے کہا؛

کچھ نہیں؛

پھر انھوں نے کچھ سوچا اور ایک سوئی نکال کے اپنی بیوی کو دی اور کہا؛

یہ سوئی مجھے میدان جنگ سے ملی تھی اسے تم اپنے پاس رکھ لو اس سے کپڑے سیئا کرنا۔

حضرت عقیل کی بیوی نے وہ سوئی رکھ لی۔

جب نبی اکرم ﷺ جعرانہ پہنچے اور آپ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا کہ مال غنیمت میں سے جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے واپس کردے تو حضرت عقیل بھاگے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنی بیوی فاطمہ کو پکارا اور کہا؛

فاطمہ تمھاری سوئی بھی گئی۔

حضرت عقیل کہتے ہیں کہ میں نے وہ سوئی لی اور بھاگتے ہوئے وہاں پہنچا جہاں مال غنیمت ڈھیر کیا گیا تھا اور میں نے وہ سوئی وہاں ڈال دی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی طرح انصار مدینہ کے ایک شخص نے مال غنیمت میں سے بالوں کا نمدہ سا اٹھالیا تھا جو بالکل بے قیمت تھا میں نے اُس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور خیال کیا کہ اسے اپنے زخمی اونٹ کے زخموں کو ڈھک دوں گا۔تب میں نے نبی اکرم ﷺ کے منادی کی بات سنی۔ نبی اکرم ﷺ قریب ہی تھے میں نے نبی اکرم ﷺ سے بالوں کے اس نمدے کے بارے میں استفار کیا جو اُس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے غور سے میری بات سنی اور فرمایا؛

جہاں تک میرے حصے کا تعلق ہے تو وہ میں نے تجھے دیا باقی تو جان اور تیرا خدا جانے۔تب میں نے معاملے کی سنگینی کو جانا اور بالوں سے بنے اس نمدے کو فوراً مال غنیمت کے ڈھیر پہ ڈال دیا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی طرح امام برہان الدین حلبیؒ نے اُم السیر سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ؛

غزوہ حنین کے مال غنیمت کے نگران حضرت ابوجہم بن حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے دیکھا کہ حضرت خالد بن برصا رضی اللہ عنہ جو انصار مدینہ میں سے تھے انھوں نے مال غنیمت میں بالوں کی بنی ہوئی اونٹ کی ایک لگام اٹھالی اور یہ نہایت ہی معمولی چیز تھی۔

انھوں نے حضرت خالد بن برصا رضی اللہ عنہ کو اس امر سے روکا اور اُن سے کہا؛

یہ چیز وہیں رکھ دو جہاں سے تم نے اٹھائی ہے۔

حضرت خالد کو غصہ آ گیا اور انھوں نے انکار کر دیا۔

مال غنیمت کے نگران حضرت ابوجہم بھاگتے ہوئے آئے اور اپنی کمان حضرت خالد کے سر پہ دے ماری جس سے اُن کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔

وہ اسی حالت میں رسول اکرم ﷺ کے سامنے حاضر ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ کو طلب کیا جب وہ آئے تو انھوں نے سارا معاملہ آنحضرت محمد ﷺ نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

پچاس بکریاں لے لو اور معاملہ ختم کرو مگر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں قصاص لوں گا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اچھا سو بکریاں لے لو اور معاملے کو ختم کردو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بدستور قصاص لینے کی ضد کرتے رہے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ایک سو پچاس بکریاں لے لو اور اس بات کو بھول جاؤ کہ میں ایک نگران سے قصاص لوں گا اس لیے کہ قصور تمھارا ہے۔

چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور ایک سو پچاس بکریاں لے لیں۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرمﷺ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا تب ذوالخیصر ہ نامی ایک شخص اٹھا اور نبی اکرمﷺ سے فرمایا؛

جو کچھ آپ نے آج کیا وہ میں نے دیکھا ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا اچھا بتاؤ اس بارے میں تمھاری رائے کیا ہے؟

ذوالخیصر ہ نے کہا؛ آپ نے عدل نہیں کیا؛

صحابہ نے کہا کہ ہم نے دیکھا کہ غصے سے رسول اللہﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا تاہم آپﷺ نے ضبط سے کام لیا اور فرمایا؛

اللہ تجھے ہلاک کرے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرؓ تیزی سے اٹھے اور اپنی تلواروں کو میانوں سے باہر نکالتے ہوئے اس شخص کی طرف لپکے اور نبی اکرمﷺ سے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

اس شخص کو چھوڑ دو شاید یہ نماز پڑھتا ہو یوں بھی عنقریب اس شخص کی نسل سے ایک ایسی قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اُن کے روزوں کے سامنے اپنے روزوں کو حقیر جانو گے مگر وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ خوارج اسی ذوالخیصر ہ کی اولاد تھے۔

⌘⌘⌘

مولفۃ القلوب

یہ وہ لوگ تھے جن کی دلداری کی خاطر نبی اکرمﷺ نے انھیں مال وزر سے نوازا۔امام سہیلی نے لکھا ہے کہ جن لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہا گیا اُن کی تعداد تیس تھی اور اُن کی تین اقسام تھیں سب سے پہلے تو وہ لوگ تھے جن کو مال وزر سے نوازنے کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے دل اسلام پہ مستحکم ہو جائیں دوسری قسم میں وہ لوگ شامل تھے جنھوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا تھا تاہم نبی اکرمﷺ نے اُن کو مال و دولت سے نوازا تا کہ اِن لوگوں کے اسلام سے اہل اسلام کو تقویت حاصل ہو جیسے کہ صفوان بن امیہ یا سہیل بن عمرو۔اور تیسری قسم میں وہ لوگ شامل تھے جنھوں نے اگرچہ اسلام قبول کر لیا تھا مگر حقیقت میں اُن کے دلوں میں خلش باقی تھی اور وہ مسلمانوں کے لیے ضرر کا باعث بن سکتے تھے اس لیے نبی اکرمﷺ نے اُن لوگوں کو مال و دولت سے نوازا تا کہ اہل اسلام اُن کے شر سے محفوظ رہیں۔اُن میں اقرع بن حابس، عینیہ بن حصن فزاری اور عباس بن مرداس شامل تھے۔حنین کی مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پہ نبی اکرمﷺ نے جن لوگوں کی دلداری میں زیادہ مال تقسیم کیا مورخین نے اُن کی تفصیلات مہیا کی ہیں۔

مؤلفۃ القلوب میں سے مورخین نے جن لوگوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا ہے اُن میں حضرت صفوان بن امیہ بھی شامل ہیں۔بیان کیا گیا ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو صفوان بن امیہ شہر سے

بھاگ گئے تھے کہ انھیں اس بات کا ڈر تھا کہ نبی اکرم ﷺ اِن کے قتل کا حکم جاری فرمائیں گے اس لیے کہ خود صفوان بن امیہ اور اُن کا باپ امیہ بن ابی خلف کا شمار نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمنوں میں شامل کیا جاتا تھا۔ تاہم صفوان کے چچا زاد حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ جو اسلام قبول کر چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے محبوب صحابہ میں شمار ہوتے تھے نے صفوان کے لیے امان طلب کی تو آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا صفوان کے لیے امان ہے۔

چنانچہ حضرت وہب ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے صفوان کو آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تب صفوان نے اگرچہ امان ملنے پہ خوشی کا اظہار کیا تھا تاہم انھوں نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ نبی اکرم ﷺ سے سوچنے کے لیے دو ماہ کی مہلت طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تجھے چار ماہ کا اختیار ہے۔

اس کے معاً بعد مسلمانوں کو بنو ہوازن سے جنگ کے لیے نکلنا پڑا تب صفوان نے آنحضرت محمد ﷺ کو اس جنگ کے لیے نہ صرف ہتھیار دیئے بلکہ نقد رقم بھی دی جس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ دل سے وہ اسلام کی حقانیت اور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پہ ایمان لا چکے تھے اس کے بعد جب بنو ہوازن سے حاصل ہونے والا مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو آنحضرت محمد ﷺ نے صفوان بن امیہ کو بے پناہ مال سے نوازا جسے حاصل کرنے کے بعد صفوان بن امیہ نے کہا بے شک اس قدر سخاوت کا مظاہرہ اللہ کا نبی ہی کر سکتا ہے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ؛

جعرانہ کے مقام پہ صفوان ایک جگہ کھڑے تھے اور اُن کے پاؤں میں پوری ایک وادی اونٹوں اور بکریوں یعنی اموال سے بھری تھی تب آنحضرت محمد ﷺ اُس کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا؟

صفوان کیا تم اس مال و دولت کو پسند کرتے ہو؟

صفوان نے کہا؛ جی ہاں

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اس وادی میں جو کچھ ہے تیرا ہے اسے سنبھال لے۔

اور نبی اکرم ﷺ کی بے پناہ سخاوت دیکھ کر صفوان بے اختیار پکار اٹھا ایسی سخاوت کا مظاہرہ صرف اللہ کے رسول کو زیبا ہے اور وہ آنحضرت محمد ﷺ پہ اسلام لے آئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ بھی اُن لوگوں میں شامل تھے جن کو مؤلفۃ القلوب کہا گیا۔ خود ابوسفیان روایت کرتے ہیں کہ جعرانہ کے مقام پہ جب نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے سو اونٹ عطا فرمائے اور چالیس اوقیہ چاندی دی۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

میرا بیٹا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی جنگ میں شامل تھا اِسے بھی کچھ عطا فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے میرے بیٹے یزید کو بھی سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی عنایت فرمائی۔ میں نے یہ مال سمیٹا اور پھر مجھے خیال آیا اور میں پھر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا بیٹا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی تو جنگ میں شامل تھا اُس کو بھی کچھ عطا فرمائیں۔

تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا اچھا اتنا ہی مال معاویہ کے لیے بھی لے لو؛

تو میں تین سو اونٹ اور ایک بیس اوقیہ چاندی لے کر اٹھا اور یہ مال مجھ سے سمیٹا نہ جاتا تھا تب میں نے نبی اکرم ﷺ کی مدح میں کہا؛

''یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پہ قربان ہوں آپ حقیقت میں جنگ اور امن

دونوں حالتوں میں شریف ہیں میں نے آپ کے مقابلے میں جنگیں لڑیں تو آپ ایک شریف دشمن ثابت ہوئے پھر میں نے آپ سے مصالحت اور دوستی کر لی تو آپ بہترین دوست ثابت ہوئے اور یہ شرافت کی انتہا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اور حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ بھی مؤلفۃ القلوب میں شامل تھے اُس روز جب جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کیا گیا تو حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے سو اونٹ مانگے نبی اکرم ﷺ نے انھیں سو اونٹ عطا فرما دیئے۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم ﷺ مجھے پھر ملے تو میں نے آپ ﷺ سے سو اونٹ مزید مانگ لیے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ مزید عطا کیے جائیں۔ میں نے وہ اونٹ بھی وصول کیے اور میں خوشی سے پھولے نہ سماتا تھا پھر مجھے خیال آیا اور تھوڑی دیر بعد میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور مزید سو اونٹوں کا سوال کیا ؟

نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور صحابہ کو حکم دیا کہ حکیم کو سو اونٹ مزید عطا کیے جائیں اس طرح میرے پاس تین سو اونٹ ہو گئے۔

جب نبی اکرم ﷺ نے مجھے تیسری بار اونٹ عطا فرمائے اور میں آپ کے پاس سے اٹھنے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے میرا بازو پکڑ لیا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ میں ابھی وہیں بیٹھوں کہ نبی اکرم ﷺ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

میں وہیں بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد نبی اکرم ﷺ فارغ ہوئے تو میری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا؛

دیکھ حکیم؛ یہ پاکیزہ اور صاف مال ہے جس شخص نے اسے سخاوت اور شرافت نفس کے طور پہ حاصل کیا اس کے لیے اس مال میں بہت سی خیر و برکت ہے اور اگر کسی نے یہ مال حرص و لالچ کے طور پہ حاصل کیا ہے تو اس میں کوئی خیر و برکت نہ ہوگی بلکہ اُس کی مثال ایسے ہوگی جیسے کوئی شخص کھاتا چلا جائے مگر سیر نہ ہو۔ یاد رکھو کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔

حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بات میرے دل میں دور گہرائی تک اتر گئی اور میرے دل سے وہ لالچ جاتا رہا جس کا میں اُس روز شکار تھا۔ چنانچہ میرے اندر جب اس تبدیلی نے جنم لیا تو میں نے وہ سو اونٹ تو رکھ لیے جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے خود عطا فرمائے تھے اور وہ دو سو اونٹ میں نے نبی اکرم ﷺ کو واپس کر دیئے جو میں نے آپ سے مانگ کے لیے تھے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے جانا کہ اس کے بعد حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی سے سوال نہ کیا تھا بلکہ مال و دولت کے بارے میں تو وہ اس قدر بے نیاز ہو گئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو خلیفۃ المسلمین تھے نے حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو کچھ مال بھیجا تو انھوں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے اس مال کی طلب نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو انھوں نے بھی حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کو مال دینے کی کوشش کی تب بھی حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔

جعرانہ میں مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کی دلداری کی اُن میں بہت سے اصحاب شامل تھے جن کے متعلق ہمیں تفصیلات مہیا ہو سکیں اُن کے نام ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

امام عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی الروض الانف میں لکھتے ہیں کہ؛

اُس روز نبی اکرم ﷺ نے حضرت حارث بن حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ عطا فرمائے

حارث کا تعلق بنو عبدالدار سے تھا۔

حضرت نصیر بن حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا کیے۔

حضرت حارث ابن ہشام رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا کیے۔

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا کیے۔

حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا کیے۔

حضرت علاء بن جاریہ رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا کیے اُن کا تعلق بنو ثقیف سے تھا۔

حضرت عینیہ بن حصن فزاری رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے۔

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے۔

مالک بن عوف نصری رضی اللہ عنہ کو بھی سو اونٹ عطا فرمائے۔[28*]

جن لوگوں کو سو سے کم اونٹ دیئے گئے اُن کے نام یہ ہیں۔

حضرت مخزمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اُن کا تعلق قریش سے تھا۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اُن کا تعلق بنو جہم سے تھا۔

حضرت ہشام بن عمرو رضی اللہ عنہ اُن کا بنو عامر سے تھا۔

حضرت سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ اُن کا تعلق بنو مخزوم سے تھا۔

سہمی بن مخزوم رضی اللہ عنہ کو پچاس اونٹ دیئے۔

اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کو بھی پچاس اونٹ دیئے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت عباس بن مرداس نے جب دیکھا کہ اُن کو اُن کے رتبے سے کم نوازا گیا ہے تو انھوں نے یہ شعر کہے اُن کا تعلق بنو سلیم سے تھا۔

كَانَتْ نِهَابًا تَلَا فَيْتُهَا
بِكَرِّىْ عَلَى الْمُهْرِ فِى الْاَجْرَعِ

یہ وہ مال غنیمت تھا جو میں نے ریگستان میں گھوڑے پہ سوار ہو کر بار بار حملہ کر کے حاصل کیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاِيْقَاظِىْ الْقَوْمَ اَنْ يَرْقُدُوْا
اِذَا هَجَعَ النَّاسُ لَمْ اَهْجَعِ

میں اپنی قوم میں ایسا تھا کہ میں اُن کو جگاتا تھا اور جب لوگ سو جاتے ہیں میں تب بھی جاگتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَصْبَحَ نَهْبِىْ وَ نَهْبُ
الْعُبَيْدِ بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ

عجیب بات تو یہ ہے کہ میرا اور عبید کا چھینا ہوا مال عینیہ بن حصن فزاری اور اقرع بن حابس میں تقسیم کیا جا رہا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَدۡ كُنۡتُ فِی الۡحَرۡبِ ذَا تُدۡرَا

فَلَمۡ اُعۡطَ شَيۡأً وَ لَمۡ اُمۡنَعِ

اگرچہ میں اس جنگ میں ایک شان وشوکت کا مالک تھا مگر نہ مجھے کچھ عطا کیا گیا اور نہ ہی مجھے روکا گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اِلَّا اَفَائِلَ اُعۡطِيۡتُهَا

عَدِيۡدَ قَوَائِمَهَا الۡاَرۡبَعِ

مگر مجھے صرف چند چوپائے عطا کیے گئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مَا كَانَ حِصۡنٌ وِلَا حَابِسٌ

يَفُوۡقَانِ شَيۡخِى فِى الۡمَجۡمَعِ

حقیقت یہ ہے کہ عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس میرے شیخ سے برتر نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَمَا كُنْتُ دُوْنَ امْرِئٍ مِنْهُمَا
وَمَنْ تَضَعِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

حتیٰ کہ خود میں بھی اِن سے پست نہیں، یادرہے کہ آج آپ جسے پست کردیں گے وہ پھر کبھی بلند نہ ہوسکے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَمَا كَانَ حِصْنٌ وَلَا حَابِسٌ
يَفُوْقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ

سچ تو یہ ہے کہ حصن اور حابس لوگوں کے کسی اجتماع میں مرداس پہ فوقیت حاصل نہیں کر سکتے۔ [*29]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت عباس بن مرداس کے یہ اشعار جب نبی اکرمﷺ تک پہنچے تو نبی اکرمﷺ کو کچھ ناگواری محسوس ہوئی تاہم آپﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور اُس کا منہ بند کردو۔

صحابہ نبی اکرمﷺ کے اس حکم پہ قدرے حیران ہوئے اس لیے کہ نبی اکرمﷺ کا یہ معمول نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ چونکہ مزاج شناس رسول تھے اس لیے وہ سمجھ گئے کہ اس فقرے سے نبی اکرمﷺ کی کیا مراد ہے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عباس بن مرداس کا بازو تھاما اور انھیں لے کر وہاں پہنچے جہاں مال غنیمت موجود تھا۔

حضرت ابوبکر نے عباس بن مرداسؓ سے فرمایا؛

جتنا مال لینا چاہتے ہو لے لو مگر اس کے بعد تمھارے لبوں پہ کوئی ایسی بات نہیں آنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کو ناگوار گزرے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے قدرے شرمندگی سے اُتنا مال لے لیا جتنا اُن کی خواہش تھی۔

مزید جن لوگوں کو ہوازن کے مال غنیمت سے نوازا گیا اُن میں یہ لوگ بھی شامل تھے۔

حضرت خالد بن اسید رضی اللہ عنہ کو مال غنیمت سے حصہ دیا گیا یہ اہل قریش میں سے تھے۔

حضرت طلیق بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت ابوسنابل بن بعلک رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت زہیر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت خالد بن ہشام بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت ہشام بن ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت سفیان بن عبدالاسد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت سائب بن ابی سائب بن عائذ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال دیا گیا۔

حضرت مطیع بن اسود بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت اصیحہ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت عمیر بن وہب بن خلف رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت عدی بن قیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت نوفل بن معاویہ بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت عامر بن صعصعہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے مال و دولت دیا گیا۔

حضرت علقمہ بن علاثہ بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے نوازا گیا۔

حضرت خالد بن ہوذہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت لبید بن ربیعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت ہرملہ بن ہوذہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو بھی مال و دولت سے نوازا گیا۔

حضرت مالک بن عوف بن سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔

اور انھی لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہا جاتا ہے۔

امام سہیلی نے مؤلفۃ القلوب کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ صحابہ نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ، حضرت عینیہ بن حصن فزاری کو تو سو سو اونٹ دیئے مگر حضرت جمیل بن سراقہ ضمری رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے زمین پہ رہنے والے اکثر لوگ اقرع بن حابس اور عینیہ بن حصن فزاری جیسے ہیں مگر جمیل بن سراقہ رضی اللہ عنہ جیسے لوگ تو بہت ہی کم ہیں میں نے عینیہ اور حابس کو تو اس لیے مال دیا ہے کہ وہ اسلام میں مستحکم ہو جائیں اور جمیل بن سراقہ کو اُس کے اسلام کے حوالے کر دیا ہے۔

⌘⌘⌘

شیما بنت حلیمہ سعدیہ

نبی اکرمﷺ نے بنو ہوازن کی جنگ میں حاصل ہونے والا مال غنیمت اور تمام قیدیوں کو جعرانہ بھجوا دیا اور چونکہ یہ جنگ ابھی جاری تھی اس لیے آپﷺ بنو ہوازن کے تعاقب میں طائف تشریف لے گئے پھر آپﷺ نے طائف کا محاصرہ اٹھالیا اور جعرانہ پہنچے۔

تب صحابہ نے آپﷺ کو مطلع کیا کہ قیدیوں میں سے ایک عورت کہتی ہے کہ وہ آپﷺ کی رضاعی بہن ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا اُسے پیش کرو۔

چنانچہ لوگوں نے شیماء بنت حلیمہ کو پیش کر دیا۔

شیماء نے نبی اکرمﷺ سے کہا؛ کیا آپﷺ مجھے نہیں پہچانتے میں شیماء بنت ذویب ہوں میں نے آپ کو اپنی گود میں کھلایا ہے کیا آپ کو یاد ہے ایک دن جب میں آپ کو گود میں اٹھائے ہوئے تھی تو آپﷺ نے میرے کندھے پہ اپنے دانت گاڑ دیئے تھے اُس کا نشان آج تک باقی ہے اس کے بعد انھوں نے اپنے کندھے سے کپڑا سرکا کے وہ نشان آنحضرت محمدﷺ کو دکھایا۔

نبی اکرمﷺ تیزی سے اٹھے اور اب اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے انھوں نے اپنی چادر بچھائی اور اپنی بہن کو اُس پہ بٹھایا۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے شیماء سے حضرت حلیمہ اور ابو ذویب کے بارے میں دریافت کیا۔

شیماء نے کہا وہ تو گزر گئے۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے شیماء سے کہا؛

اگر تو پسند کرے تو ہمارے پاس رہ اور اگر تو چاہے تو ہم تجھے بہت سا مال و دولت دیں گے اور تمھیں تمھاری قوم کے پاس بھیج دیں گے۔

شیماء نے اپنی قوم کے پاس جانا پسند کیا۔

نبی اکرمﷺ نے تین غلام ایک لونڈی اور بہت سے اونٹ اور بکریاں اُن کے حوالے کیں اور چند دن بعد جب اُن کی قوم کے لوگ آئے تو وہ بھی اُن کے ساتھ روانہ ہوگئیں۔

⌘⌘⌘

انصار کا شکوہ

مورخین میں سے اکثریت نے اس روایت کو تحریر کیا ہے جس میں بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے بنو ہوازن سے فتح حاصل کرنے کے بعد جب لوگوں میں مال غنیمت تقسیم کیا تو آپ ﷺ نے اہل مدینہ کو بالکل نظر انداز کیا اور اکثر و بیشتر مال اپنے ہی خاندان میں تقسیم کیا جس کی وجہ سے اہل مدینہ کے دل میں اس خلش نے جنم لیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو نظر انداز کیا ہے۔

چنانچہ انصار کے بعض نوجوانوں کے لب پہ وہ الفاظ بھی آئے جن سے نبی اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچی اُن میں سے کچھ نے کہا؛

ہماری تلواروں سے ابھی تک قریش کا خون ٹپک رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ ہمیں نظر انداز کر کے قریش کو نواز رہے ہیں۔عرب روایت کے مطابق اُن کے شاعر نے بھی اپنی قوم کی ترجمانی کی چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس ضمن میں کہا؛

زَادَتْ هُمُوْمٌ فَمَاءُ الْعَيْنِ مُنْحَدِرٌ
سَحًّا اِذَا حَفَلَتْهُ عَبْرَةٌ دِرَرُ

غم بڑھ گئے آنکھ کا پانی سخاوت کرتے ہوئے بہہ رہا ہے جب بہتے آنسوؤں نے اسے جمع کیا۔

وَجْدًا بِشَمَّاءَ اِذْ شَمَّاءُ بَهْكَنَةٌ
هَيْفَا لَا زَنَنٌ فِيهَا وَلَا خَدَرُ

یہ شماء کے غم میں ہوا کیونکہ شماء بھرے گوشت والی پتلی ٹانگوں والی ہے اس میں میل نہیں اور نہ ہی کوئی خامی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَدَعْ عَنْكَ شَمَّاءَ اِذْ كَانَتْ مَوَدَّتُهَا
نَزْرًا وَ شَرّ وِصَالِ الْوَصِلِ النَّزِرُ

اب شماء کو چھوڑ دو کیونکہ اس کی محبت حقیر وقلیل ہے کسی صاحب وصل کا سب سے برا وصال اُس کا قلیل ہونا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَأْتِ الرَّسُوْلَ فَقُلْ يَا خَيْرَمُؤتَمَنٍ
لِلْمُؤمِنِيْنَ اِذَا مَا عُدِّدَ الْبَشَرُ

رسول اللہﷺ کے پاس چلو آپ سے عرض کرواے مومنو؛ وہ سب سے بہترین پناہ گاہ ہیں جب لوگوں کو گنا جا رہا ہو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلَامَ تُدْعٰی سُلَیْمٌ وَھْیَ نَازِحَۃٌ
قُدَّام قَومٍ ھُمْ آوَوْا ھُمْ نَصَرُوْا

قبیلہ بنو سلیم کو کیوں بلایا جاتا ہے جبکہ بنو سلیم اس قوم کے سامنے خالی ہاتھ ہیں جس قوم نے آپ ﷺ کی مدد کی آپ کو پناہ دی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

سَمَّا ھُمْ اللّٰہُ اَنْصَا رًا بِنَصْرِھِمْ
دِیْنَ الْھُدٰی وَعَوَانُ الْحَرْبِ تَسْتَعِرُ

اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام انصار رکھا ہے کیونکہ انھوں نے اللہ کے دین کی مدد کی جب جنگ کی آگ خوب بھڑک اٹھی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَسَارَعُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاعْتَرَفُوْا
لِلنَّائِبَاتِ وَمَا خَامُوْا وَمَا ضَجِرُوْا

انھوں نے اللہ کی راہ میں جلدی کی اور مصائب پہ ثابت قدم رہے انھوں نے کمزوری نہیں دکھائی اور نہ ہی تنگ دل ہوئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَالنَّاسُ اُلبٌ عَلَيْنَاوَفِيْكَ لَيْسَ لَنَا
اِلَّا السُّيُوْفُ وَ اَطْرَافُ الْقَنَا وَزَرُ

آپ ﷺ کی وجہ سے لوگ ہم پہ ٹوٹ پڑے اور ہمارے لیے تلواروں اور نیزوں کے سوا کوئی پناہ گاہ نہ تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُجَالِدُ النَّاسَ لَانُبْقِىْ عَلٰى اَحَدٍ
وَلَا نُضَيِّعُ مَا تُوْحِىْ بِهٖ السُّوَرُ

ہم جرأت سے لوگوں کا مقابلہ کرتے اور معاملہ کسی اور پہ نہ چھوڑتے نہ قرآن کی سورتوں کے احکامات ضائع کرتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَا تُهِرُّ جُنَاةُ الْحَرْبِ نَادِيْنَا
وَنَحْنُ حِيْنَ تَلَظّٰى نَارُهَاسُعُرُ

ہم جنگ بھڑکانے والوں سے کبھی نہ اکتائے بلکہ ہم بھی دہکتی آگ ہو جاتے جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كَمَا رَدَدْنَا بِبَدْرٍ مَا طَلَبُوْا
اَهْلَ النِّفَاقِ وَفِيْنَايَنْزِلُ الظَّفَرُ

ہم نے غزوہ بدر میں منافقوں کا منہ پھیر دیا اُن کی آرزو پوری نہ ہوئی اور اللہ نے ہمیں کامیاب کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وِنَحْنُ جُنْدُكَ يَوْمَ النَّعْفِ مِنْ اُحُدٍ
اِذْ حَزَّبَتْ بَطَرًا اَحْزَبَهَا مُضَرٌ

اور اُحد میں بھی ہم ہی آپ کا لشکر تھے جب بنو مضر نے سرکشی کی اور مختلف گروہوں کو جمع کر لیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَمَا وَنِيْنَا خِمْنَا وَمَا خَبَرُوْا
مِنَّاعِثَارًاوَكُلّ النَّاسِ قَدْعَثَرُوْا

نہ ہم کمزور ہوئے نہ بزدل اور نہ لوگوں میں ہماری کسی لغزش کا چرچا ہوا جبکہ دوسرے لوگ لغزش دکھا چکے تھے۔ [30*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

اس کے بعد حضرت سعد بن عبادہؓ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہﷺ؛

یہ انصار اپنے دلوں میں آپﷺ کے متعلق کچھ بدگمانی پاتے ہیں جس کی وجہ مال غنیمت کی تقسیم ہے اُن کا خیال ہے کہ آپﷺ نے انھیں نظر انداز کیا ہے اور اپنی قوم کو نوازا ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

سعد؛ خود تمھارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یا رسول اللہﷺ میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

اچھا اپنی قوم کو اس خیمے میں جمع کرو۔

جب تمام انصار جمع ہو گئے تو نبی اکرمﷺ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا؛

اے گروہ انصار؛ تمھارے بارے میں یہ کیا بات مجھ تک پہنچی ہے کہ تمھارے دلوں میں بدگمانی نے جنم لیا ہے کیا تم اللہ اور اُس کے رسول کے احسانات کو بھلا بیٹھے ہو؟

کیا تم نہیں جانتے کہ تم گمراہ تھے تو اللہ نے تمھیں ہدایت عطا فرمائی؟

کیا تم نہیں جانتے کہ تم باہم منتشر تھے تو اللہ نے تمھیں ایک کر دیا؟

کیا تم نہیں جانتے کہ تم تنگ دست تھے تو اللہ نے تمھیں غنی کر دیا؟

انصار کے بزرگ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا؛

آپﷺ کی بات بالکل درست ہے، ہم پہ اللہ اور اُس کے رسول کے بہت سے احسانات ہیں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

اہل انصار میری بات کا جواب دو؛

انصار میں سے کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور عرض کی؛

یارسول اللہﷺ ہم کیا جواب دیں ہمارے لیے اللہ اور اُس کے رسول کا احسان سب سے بڑھ کے ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

خدا کی قسم؛ اگر تم چاہتے تو کہہ سکتے تھے؛

جب لوگوں نے آپﷺ کو جھٹلایا تب ہم نے آپ کی تصدیق کی؛

جب لوگوں نے آپﷺ کو بے یارومددگار چھوڑ دیا تب ہم نے آپ کی مدد کی؛

جب لوگوں نے آپﷺ کو نکالا تب ہم نے آپ کو پناہ دی؛

جب آپ تنگ دست تھے تو ہم نے آپﷺ کی غمگساری کی؛

اے گروہ انصار؛ کیا تم دنیا کی اس حقیر چیز کے لیے مجھ سے ناراض ہو جس کے ساتھ میں نے تالیف قلوب کا ارادہ کیا ہے تا کہ وہ لوگ مسلمان ہو جائیں اور تم لوگوں کو میں نے تمھارے ایمان کے سپرد کر دیا۔ کیا تم اس بات پہ خوش نہیں کہ لوگ تو بھیڑ بکریاں لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ہمراہ لے کر لوٹو۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اگر تمام لوگ ایک گھاٹی میں چلتے اور انصار دوسری گھاٹی میں ہوتے تو میں انصار کے ہمراہ ہوتا۔

اے اللہ انصار، انصار کی اولاد اور اُن کی اولاد پہ رحم فرما؛

نبی اکرمﷺ کے اس بلیغ خطاب نے اہل انصار کے دلوں سے اُس میل کو دھو ڈالا تھا جس نے اُن کے دلوں کا احاطہ کیا ہوا تھا اور وہ اُس خلش سے آزاد ہو گئے جس نے اُن کے دلوں میں راہ پا لی تھی نبی اکرمﷺ کے خطاب کے بعد اہل انصار رو رہے تھے اور اُن کے آنسو اُن کی داڑھیوں کو تر کر رہے تھے۔

⌘⌘⌘

بنوہوازن کا وفد

بنوہوازن کے سردار مالک بن عوف کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے جنگ ہوازن کے اختتام پہ قبیلے کے تقریباً تمام بچے اور عورتیں مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بنوہوازن کا انتظار کیا کہ شاید اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں میں اسلام کے متعلق نرمی ڈال دے مگر وہ نہ آئے اور نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت غلام لونڈیاں سب کچھ تقسیم کر دیا اس کے بعد بنوہوازن کا وفد جعرانہ پہنچا؛

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

میں نے دس روز سے زیادہ تمھارا انتظار کیا مگر جب میرا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ تم نہیں آؤ گے تب میں نے مال غنیمت تقسیم کیا۔

چنانچہ سعد بن بکر کا ایک شخص زہیر ابو صرد اٹھا اور گویا ہوا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ

"ہم پہ جو مصیبت اتری ہے اُس سے آپ ﷺ خوب آگاہ ہیں اللہ تعالیٰ آپ پہ احسان کرے آپ بھی ہم پہ احسان کریں کیونکہ جن عورتوں کو لونڈیاں بنایا گیا ہے اُن میں آپ کی پھوپھیاں ہیں، خالائیں ہیں اور وہ ہیں جنھوں نے اپنی گود کی گرمی آپ کو پہنچائی ہے اور وہ ہیں جنھوں نے اپنا دودھ آپ کو پلایا ہے اور وہ ہیں جن کی گود میں

کھیل کر آپ بڑے ہوئے ہیں اور وہ ہیں جن کی باہیں آپ کا جھولا بنی ہیں اور وہ ہیں جنھوں نے آپ کی نگہداشت کی ہے اور وہ ہیں جن کے آنگن میں آپ کھیلے ہیں اس لیے اے اللہ کے رسول اب جبکہ ہم آپ پہ ایمان بھی لا چکے ہیں تو ہم پہ احسان فرمائیں اس لیے کہ خدا کی قسم اگر ہم نے حارث بن ابی شمر یا نعمان بن منذر کو بھی دودھ پلایا ہوتا تب بھی ایسی مصیبت میں جو ہم پہ اتری ہے ہم اُن سے احسان اور مہربانی کی توقع کرتے اور آپ تو ہیں ہی ہم سے اور ہم آپ سے ہیں اس لیے ہم پہ احسان فرمائیں۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

سعد بنو بکر حضرت حلیمہ سعدیہ کا قبیلہ تھا جنھوں نے آپ ﷺ کو اپنا دودھ پلایا تھا اور وہ آپ ﷺ کی رضاعی ماں تھیں اور اسی احسان کا تذکرہ بنو سعد بن بکر کے اس شخص نے کیا تھا۔ خود نبی اکرم ﷺ کے نزدیک بھی دودھ کے اس رشتے کی وجہ سے اُن کی تکریم موجود تھی اسی لیے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا تھا کہ میں تمھارا انتظار کرتا رہا حتی کہ تم نہ آئے تب میں نے مال تقسیم کیا۔

بنو سعد بن بکر کے اس شخص کے خطبے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

اچھی بات وہی ہے جس میں راستی ہو مجھے بتاؤ کہ تمھیں اپنے مال زیادہ محبوب ہیں یا اپنی اولادیں اور عورتیں زیادہ پسند ہیں؟

بنو ہوازن نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ

مال تو ڈھلتا سایہ ہے اب ہے تب نہیں ہمیں ہمارے بچے اور ہماری عورتیں واپس دلا دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تو جو میرے اور بنو مطلب کے قبضے ہیں وہ تمھارے ہوئے۔

اور سنو؛ جب میں ظہر کی نماز پڑھ چکو تو اس طرح پکارنا؛

ہم مسلمانوں کے پاس رسول اللہ ﷺ کو سفارشی بناتے ہیں اور مسلمانوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بطور سفارشی پیش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے بیٹے اور عورتیں واپس لوٹا دیں۔

چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نماز ظہر کے لیے نکلے تو بنو ہوازن کے وفد نے بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد وہ الفاظ دہرائے جو نبی اکرم ﷺ نے اُن کو سکھائے تھے۔

اُن کی پکار کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو میرے اور بنو عبد المطلب کے قبضے میں ہیں وہ تمھارے ہیں۔

انصار مدینہ رسول اللہ ﷺ کے منشا کو جان گئے اس لیے وہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خاطر اُن لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کرتے ہیں جن کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔

قریش نے بھی نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں بنو ہوازن کے قیدی رہا کردیئے۔

اقرع بن حابس نے کہا؛ جو بنو تمیم کے قبضے میں ہے وہ آزاد نہیں؛

عینیہ بن حصن فزاری نے کہا؛ جو میرے اور بنو فزارہ کے قبضے میں ہیں وہ آزاد نہیں؛

عباس بن مرداس اُٹھا اور اُس نے بھی یہی کہا؛

جو میرے اور بنو سلیم کے قبضے میں ہیں وہ بھی آزاد نہیں۔

مگر بنو سلیم کے لوگ جن کا ایمان پختہ ہو چکا تھا انھوں نے اپنے سردار کی بات کو رد کیا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ بنو سلیم کے بردے آپ کے اختیار میں ہیں۔

عباس بن مرداس نے اپنے قبیلے سے کہا؛ تم نے مجھے ذلیل کردیا۔

اس طرح تھوڑی ہی دیر میں بنو ہوازن کے چھ ہزار قیدی آزاد کردیئے گئے اور جن لوگوں نے قیدی آزاد کرنے سے انکار کیا اُن کو نبی اکرم ﷺ نے ایک کے بدلے چھ قیدی دینے کا اعلان

کیا اور فرمایا کہ اس کے بعد جب بھی مال غنیمت حاصل ہوا اُن لوگوں کو ایک قیدی کے بدلے چھ غلام دیئے جائیں گے جنھوں نے آج میری خواہش کا احترام کیا۔

چنانچہ عینیہ بن حصن فزاری کے علاوہ تمام لوگوں نے اپنے قیدی آزاد کردیئے۔

عینیہ کے ہاتھ ایک بوڑھی عورت لگی تھی اور اُس کا خیال تھا کہ شاید یہ کسی امیر گھرانے کی عورت ہو اور اُس کے بدلے اُسے زیادہ مال ملے مگر اُس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

امام سہیلی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی ہے کہ؛

بنو جعرانہ میں نبی اکرمﷺ نے جب مال غنیمت تقسیم کیا تب آپﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک لونڈی عطا فرمائی۔

ایک لونڈی حضرت عثمانؓ اور ایک عورت حضرت عمرؓ کو عطا فرمائی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے حصے میں آنے والی لونڈی اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو عطا فرمادی۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اُس لونڈی کو اپنے ماموں کے گھر بنو جمح کی طرف بھیج دیا اور خود طواف کرنے چل دیئے اُن کا خیال تھا کہ جب وہ طواف سے فارغ ہوں گے تب اُس لونڈی کی طرف متوجہ ہوں گے۔

وہ کہتے ہیں میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ لوگ تیزی سے ادھر اُدھر بھاگ رہے ہیں میں نے کسی سے پوچھا؟

یہ لوگوں کو کیا ہوا ہے؟

اُس نے جواب دیا رسول اللہﷺ نے بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو آزاد کردیا ہے تب میں نے اُن میں سے ایک شخص سے کہا؛

تمھاری ایک عورت بنو جمح کے فلاں گھر میں ہے اُس کو بھی لے لینا اور وہ اُس کو لے گئے۔

بنو ہوازن کے لوگ نبی اکرمﷺ کے اس احسان سے بہت خوش تھے کہ اُن کی اولادیں اور

عورتیں اُن کو واپس مل گئی ہیں اور وہ اس بات سے بھی خوش تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہدایت عطا فرمائی ہے۔

اس کے بعد جب بنو ہوازن کا وفد نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہونے لگا تو آپ ﷺ نے اُن سے دریافت کیا تمھارے سردار مالک بن عوف کا کیا ہوا؟

انھوں نے جواب دیا؛

وہ بنو ثقیف کے ساتھ ہے اور اُس کا خیال ہے کہ آپ ﷺ اُس کو قتل کرا دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو لوگ دین اسلام میں آ جائیں اُن کے قتل سے ہم کو منع کیا گیا ہے بخدا؛ اُس سے کہنا اسلام قبول کر لے اور میرے پاس چلا آئے میں اُس کی اولاد اُس کی عورتیں اور اُس کے اموال اُسے لوٹا دوں گا بلکہ مزید سو اونٹ بھی اُس کو دوں گا۔

لوگوں نے کہا؛

ہم اُس کو مائل کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ حق کی اطاعت قبول کر لے۔

⌘⌘⌘

مالک بن اوف کی آمد

بنو ہوازن کا وفد واپس اپنے گھروں کو پہنچا اور انھوں نے خفیہ طور پہ ایک قاصد اپنے سردار بنو مالک بن عوف کی طرف بھیجا جس نے مالک سے کہا کہ اُس کے سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا ہے اور وہ غیروں کے رحم و کرم پہ پڑا ہے اس لیے اُس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ بھی اسلام قبول کر کے آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور انھوں نے اسے یہ بھی بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اُس کے اموال تقسیم نہیں کیے اور نہ ہی اُس کی عورتیں اور بچے لوگوں کو دیئے ہیں بلکہ وہ سب حفاظت سے مکہ میں ایک شخص کی تحویل میں ہیں اس لیے تم اُن کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ خود مالک بن عوف کا دل بھی بدل چکا تھا اس لیے اُس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور وہ بنو ثقیف سے بھی جان چھڑانا چاہتا تھا اس لیے اُس نے طائف کے قلعے سے نکلنے کے لیے خفیہ منصوبہ بندی کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر بنو ثقیف کو معلوم پڑ گیا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے تو وہ اس کے دشمن بن جاتے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ایک قابل اعتماد غلام کو حکم دیا کہ وہ اُس کا اونٹ لے کر قلعے سے نکل جائے وہ رات کو اس سے آملے گا۔ بنو ثقیف سے رخصت ہوتے وقت وہ گھوڑے پہ سوار ہوا۔ یاد رہے کہ عرب جب دور دراز کا سفر کرتے تو اونٹ پہ کرتے جب جنگ کرتے تو گھوڑے پہ سوار ہو کے کرتے جب جنگ سے فارغ ہو جاتے تو پھر اپنے اونٹ پہ واپس چلے آتے۔ چنانچہ جب

مالک گھوڑے پہ سوار ہو کے بنو ثقیف سے رخصت ہوا تو اُن لوگوں نے جانا کہ وہ بس قریب ہی جائے گا مگر مالک کی منزل کافی دور تھی وہ مکہ کی طرف جانا چاہتا تھا جہاں قریب ہی ایک منزل کے فاصلے پہ جعرانہ میں نبی اکرمﷺ نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔

مالک بن عوف نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور قلعے سے نکل گیا رات ڈھلے وہ اُس مقام تک پہنچ گیا جہاں اُس کا غلام سواری لیے اُس کا منتظر تھا وہ اپنے اونٹ پہ سوار ہوا اور اُس کی منزل مکہ تھی۔

وہ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور صدق دل سے اسلام قبول کر لیا بعد میں وہ ایک بہترین مسلمان ثابت ہوئے۔

نبی اکرمﷺ نے حسب وعدہ اُس کے بیوی بچے اور اموال اُسے لوٹا دیئے اور ساتھ ہی مزید سو اونٹ بھی عطا فرمائے۔

نبی اکرمﷺ نے مالک بن عوف کو بنو ہوازن پہ سردار مقرر کیا۔

مالک بن عوف نے جب اسلام قبول کیا تو اُس موقع پہ عرب دستور کے مطابق نبی اکرمﷺ کی مدح کہی۔

اُن کے کچھ اشعار یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

مَا اِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهٖ
فِى النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

میں نے تمام انسانوں میں سے حضرت محمدﷺ جیسا کوئی شخص نہ دیکھا اور کبھی اُن جیسا سنا۔

اَوۡفٰی وَاَعۡطیٰ لِلۡجَزِیۡلِ اِذَا جۡتُدِیۡ
وَمَتٰی تَشَاءُ یُخۡبِرُكَ عَمَّا فِیۡ غَدِ

وہ پورا پورا اور بڑا عطیہ دیتے ہیں جب اُن کی خدمت میں عطیے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور جب تو چاہے وہ غیب کی خبریں بتائیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اِذَا الۡكَتِيۡبَةُ عَرَّدَتۡ اَنۡيَا بُهَا
بِالسَّمۡهَرِيِّ وَضَرۡبِ كُلِّ مُهَنَّدِ

جب لشکر اپنے دانت خوب تیز کر لیتا ہے تو وہ سمھری نیزوں اور ہندی تلواروں سے ضرب لگاتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَكَاَنَّهٗ لَيۡثٌ عَلٰی اَشۡبَالِهٖ
وَسۡطَ الۡهَبَائَةِ خَادِرٌ فِیۡ مَرۡصَدِ

تو گویا وہ اپنے بچوں کی نگہبانی پہ بیٹھا ہوا ایک شیر ہے جو غبار کے درمیان موجود ہے اور کچھار سے اپنے دشمن کی تاڑ میں ہے۔[*31]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت مالک ابن عوفؓ نے جب اسلام قبول کرلیا اور نبی اکرمﷺ نے اُن کو سرداری کے منصب پہ بھی بحال کر دیا تو اب اُن کے دشمن اور دوست بدل چکے تھے کل کے دشمن کے آج کے دوست اور کل کے دوست آج کے دشمن بن گئے تھے۔ چنانچہ کل تک تو وہ نبی اکرمﷺ کے خلاف محاذ آراء تھے اور بنو ثقیف اُن کے حمایتی تھے مگر آج اسلام قبول کرنے کے بعد وہ بنو ثقیف کے دشمن بن بیٹھے تھے اور اُن کو اسلام قبول نہ کرنے کی پاداش میں زچ کرنے پہ تلے بیٹھے تھے۔ وہ قبائل ثمالہ سلمہ اور بنو فہم کے جوانوں کے ساتھ نکلتے اور اس بات کی تاک میں رہتے کہ طائف سے بنو ثقیف کا کوئی قافلہ نکلے جسے وہ لوٹ لیں اور انھوں نے بارہا ایسا ہی کیا ۔حضرت مالک ابن عوفؓ اور اُن کے ساتھیوں کے ہاتھ اگر بنو ثقیف کا کوئی تجارتی قافلہ نہ لگتا تب بھی وہ اُن کی چراگاہوں سے اونٹ یا بکریاں ہنکا لاتے اور اس سے اُن کا مقصد غارت گری قطعاً نہ تھا نہ ہی اسلام اس کی اجازت دیتا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ پورے عرب میں اب صرف بنو ثقیف ہی بچے تھے جو نبی اکرمﷺ کی دشمنی میں پختہ تھے اور اپنے آباء کے دین پہ سختی سے جمے ہوئے تھے۔ چنانچہ بنو ثقیف اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے اس لیے حضرت مالک بن عوفؓ انھیں اس بات کی اجازت دینے کے لیے ہرگز تیار نہ تھے کہ وہ دلجمعی سے تیاری کر کے مسلمانوں پہ حملہ کر دیں۔

حضرت مالک ابن عوفؓ نے اِن اسلام دشمنوں کو اس قدر زچ کر رکھا تھا کہ آخر بنو ثقیف کے ایک شاعر ابو محجن کی زبان سے یہ شعر نکلے۔

هَابَتَ الْاَعْدَاءُ جَانِبَنَا
ثُمَّ تَغْزُوْنَا بَنُوْ سَلْمَه

دشمن ہم پہ حملہ کرنے سے گریزاں رہتے ہیں مگر اس کے باوجود بنو سلمہ ہم پہ حملہ آور ہونے سے باز نہیں آتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَتَانَا مَالِکٌ بِهِمُ
نَاقِضًا لِلعَهِدِ وَالْحُرْمَةِ

وہ مالک کی سربراہی میں ہم پہ حملہ آور ہوتے ہیں اور مالک نے اُن وعدوں کو توڑ دیا ہے جو اُس نے ہم سے کیے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ اَتُوْنَا فِیْ مَنَازِلِنَا
وَلَقَدْ کُنَّا اُوْلِیٰ نَقِمَةٍ

وہ ہمارے گھروں پہ بھی حملہ کر دیتے ہیں جب کہ ہم بہت ہی منتقم مزاج رکھتے ہیں۔

[*32]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ذیقعدہ 8 ہجری، بمطابق مارچ 630ء

جعرانہ سے عمرہ

نبی اکرم ﷺ کو جعرانہ کے مقام پہ ٹھہرے سولہ روز گزر چکے تھے۔امام سہیلی کے مطابق سترھویں روز نبی اکرم ﷺ نے جعرانہ ہی کے مقام سے عمرے کے لیے احرام باندھا اور تلبیہ کہتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ اُس وقت تک بلند آواز میں تلبیہ کہتے رہے جب تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ہجر اسود کو چوم نہ لیا۔امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ عمرہ کرنے کے بعد فوری طور پہ مدینہ کو روانہ ہو گئے آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا سر منڈایا ابو ہند نامی حجام نے نبی اکرم ﷺ کی حجامت کی اس کے بعد نبی اکرم ﷺ واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔صحابہ جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ تشریف نہیں لے گئے تھے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رات کو نکلے اور صبح کو جعرانہ میں ہی اٹھے ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ یہیں تھے اور کہیں تشریف نہ لے گئے تھے۔

امام حلبی نے لکھا ہے کہ جعرانہ کے مقام سے اللہ کے سترہ انبیاء نے عمرہ کیا ہے مورخین نے لکھا ہے کہ ذیقعدہ کے چھ دن باقی تھے جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے۔فتح مکہ کے بعد بعض انصار کے ذہن میں اس

خدشے نے سر اٹھایا تھا کہ اب جبکہ رسول اللہ ﷺ کی قوم نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ فتح ہو گیا ہے تو شاید رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہی قیام کریں اور انھوں نے آپس میں اس بات تذکرہ بھی کیا تھا۔ تاہم رسول اللہ ﷺ نے اُن کو تسلی دی تھی اور آج رسول اللہ ﷺ تجدید عہد کے لیے مدینہ کی طرف رواں دواں تھے۔

⌘⌘⌘

رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کا قصد کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مناسک عمرہ ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔ عرب مکمل طور پر سر نگوں ہو چکے تھے اس لیے اب مسلمانوں کے لشکر روم و ایران کی طرف نکلنے والے تھے۔

ذیقعدہ 8 ہجری، بمطابق مارچ 630ء

صاحب یاسین، عروہ بن مسعود

نبی اکرم ﷺ اب مدینہ کی طرف رواں تھے۔ تب بنوثقیف کے ایک سردار کا دل بدلا تو اُس نے اتنا انتظار کرنا بھی مناسب نہ جانا کہ آنحضرت محمد ﷺ مدینہ ہی پہنچ لیں بلکہ وہ اُن کے تعاقب میں روانہ ہوگیا۔ مورخین نے انھیں حضرت عروہ بن مسعودؓ کے نام سے یاد کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ ابھی شہر مدینہ میں داخل نہ ہوئے تھے جب حضرت عروہ بن مسعود نے انھیں جالیا۔ انھوں نے اسلام قبول کیا اور والہانہ طور پہ اپنے شوق کا اظہار کیا اس کے بعد انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنی قوم کی طرف جائیں اور اُن کو دعوت دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مجھے تمھارے بارے میں اُن سے خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ نے فرمایا؛ یارسول اللہ ﷺ بے فکر ہو جائیں وہ تو مجھے اپنی کنواریوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں چنانچہ وہ اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب طائف پہنچے تو انھیں قوی امید تھی کہ اُن کی قوم اُن کی بات نہ ٹالے گی وہ ایک بلند جگہ پہ کھڑے ہوئے اور قوم کو دین اسلام کی دعوت دی۔ تب قوم کے کچھ شریروں نے اُن کی دعوت کا جواب تیروں سے

دیا جس سے وہ گر گئے۔اُن کے قبیلے کے لوگوں نے جب انھیں اٹھایا اور اُن سے دریافت کیا کہ اُن کے قاتلوں سے کیا سلوک کریں تو حضرت عروہ بن مسعودؓ نے اُن سے کہا؛ یہ تو بڑی عزت کی بات ہے جس سے میرے رب نے مجھے نوازا ہے میں اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہوں تم میرے ساتھ وہی سلوک کرنا جو اللہ کے شہدا کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ تک جب اُن کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو بہت دُکھ ہو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

وہ تو صاحب یاسین کی مثل تھا جس نے اپنی قوم کو بھلائی کی طرف بلایا ۔

بنوثقیف اپنے اس بلند درجہ سردار کو شہید کرنے کے بعد اب ندامت کا شکار تھے چنانچہ کے اس کے بعد جلد ہی اللہ نے انھیں ہدایت سے نواز دیا تھا۔بنوثقیف کی پوری قوم نے اپنا نمائندہ گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا جنھوں نے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور دنیا اور آخرت کی بھلائی سمیٹی۔

⌘⌘⌘

ذوالحجۃ 8 ہجری، بمطابق اپریل 630ء

کعب بن زہیر

عرب میں اگرچہ سب ہی لوگ شعر کہتے تھے تاہم ناموراور عالی مرتبت شعرا کی تعداد قلیل ہی تھی اور انھی عالی مرتبت شعرا میں سے ایک کعب بن مالک بھی تھے جن کی سابقہ زندگی اسلام دشمنی میں بسر ہوئی تھی اور دیگر عربوں کی طرح وہ بھی اسلام اور رسول اللہﷺ کی ہجو میں مصروف رہے تھے۔ پھر اللہ نے اُن کا دل بدل دیا اور وہ سر جھکائے دربار رسالت میں حاضر ہو گئے۔ تب نبی اکرمﷺ نے اُن کی شعری عظمت کو مدنظر رکھا اور اُن کو دربار رسالت کے خاص شاعروں میں شامل کیا۔ اب نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبعریؓ، حضرت کعب بن مالکؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ اُن کی مدافعت و مدحت کے منصب ارفع پہ فائز تھے حضرت کعب بن زہیرؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے امام سہیلی نے لکھا ہے کہ؛ فتح مکہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ بنو ہوازن سے مصروف جنگ تھے اور اُس کے بعد بنو ہوازن کے تعاقب میں طائف کی طرف نکلے تب کعب بن زہیرؓ کے بھائی حضرت بجیر بن زہیر اسلمیؓ نے اپنے بڑے بھائی کعب بن زہیرؓ کو

خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن بہت سے شعرا کو قتل کرا دیا ہے جو آپ ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے تم بھی اُن لوگوں میں شامل ہو جن کا قتل کیا جانا طے ہے تاہم اس بات کو جان لو کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو نبی اکرم ﷺ اُس کو قتل نہیں کراتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں چاہے اس کا جرم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔اس لیے میں تمھیں اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ قبل اس کے کہ اللہ کی یہ وسیع زمین تم پہ تنگ کر دی جائے جس طرح کہ تمھارے ساتھیوں ابن زبعری اور ہبیرہ ابن وہب پہ تنگ کر دی گئی ہے تم اسلام قبول کر لو کہ اسی میں سلامتی ہے اسی میں فلاح ہے۔

کعب بن زہیر یمن میں تھا اُس نے بھائی کو جواب دیا کہ میں اپنے آباء کا دین نہیں چھوڑ سکتا اور مجھے اس بات کا بھی افسوس ہے کہ تو اپنے آباء کے دین پہ قائم نہ رہ سکا اور اسلام قبول کر لیا تم میری طرف سے بے فکر ہو جاؤ میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا ہوں اس کے بعد اُس نے ایک دفعہ پھر نبی اکرم ﷺ کی ہجو میں شعر کہے جنھیں حضرت بجیر بن زہیرؓ چھپائے پھرتے۔تاہم رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی خبر تھی وہ جبیر کے سامنے اس کا تذکرہ نہ کرتے کہ وہ شرمندہ ہوں گے اس لیے رسول اللہ ﷺ جانتے تھے کہ بجیر بن زہیرؓ اپنے دین میں پختہ ہیں اور اُن کا مقصد محض اپنے بھائی کی بھلائی تھا۔

پھر اللہ نے کعبؓ کا دل بدل دیا اور اُسے یوں محسوس ہونے لگا کہ دنیا اُس پہ تنگ ہو گئی ہے وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔اس نے ایک دن چپکے سے رخت سفر باندھا اور مدینہ کی طرف چل نکلا۔اگرچہ اُس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ ساتھیوں نے اسے ڈرایا تھا کہ وہ قتل کیا جائے گا تاہم اب اُن کا دل بدل چکا تھا اور اسے ایک بے قراری نے گھیر رکھا تھا جس کا مداوا صرف یہ تھا کہ وہ سر جھکائے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو جائے۔

کعب بن زہیر مدینہ اترا اور رات کی تاریکی میں اپنے ایک دوست کے ہاں جا چھپا جس کا تعلق بنو جہنیہ سے تھا۔

اگلی صبح جب رسول اللہ ﷺ صحابہ کے جلوؤ میں مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کعب چپکے سے آپ ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی۔

یا رسول اللہ ﷺ میں کعب بن زہیرؓ کی طرف سے آیا ہوں وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اور امن کا درخواست گزار ہے کیا اس کے لیے امان ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' ہاں کعب کے لیے امان ہے۔

تو کعب بن زہیر نے کہا؛

میں ہی کعب بن زہیر ہوں اور اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کو کعب بن زہیرؓ کے اسلام سے بہت خوشی ملی اس لیے کہ کعب بن زہیر کوئی معمولی فرد نہ تھا اُس کے قصائد کو درحرم آویزاں کیا جاتا تھا اور یہ سعادت عربوں کے صرف چند شعرا ہی کو حاصل ہو سکی تھی۔اسلام قبول کرنے کے بعد کعب بن زہیرؓ نے نبی اکرم ﷺ کی مدحت میں ایک طویل قصیدہ کہا جس کو مورخین نے قصیدہ" **بانت سعاد** "کا نام دیا ہے یہ قصیدہ اپنی اہمیت اور فصاحت و بلاغت کی وجہ سے آج پندرہ سو سال بعد بھی زندہ ہے اس طویل قصیدے سے صرف چند منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

تَسْعَى الْغُوَاةُ جَنَابَيْهَا وَقَوْلُهُمْ

اِنَّكَ يَا ابْنَ اَبِىْ سُلْمٰى لَمَقْتُوْلُ

فتنہ پرور لوگ ہر طرف اس کی چغل خوری کر رہے ہیں اُن کا کہنا یہ ہے کہ اے ابن ابی سلمٰی تجھے تو قتل کیا جانے والا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَقَالَ كُلّ صَدِيْقٍ كُنْتُ آمُلُهٗ
لَا اُلْهِيَنَّكَ اِنِّىْ عَنْكَ مَشْغُوْلُ

ہر وہ دوست جس سے مجھے کچھ امید تھی اُسی نے کہا کہ مجھ سے کسی حمایت و مدد کی توقع نہ رکھنا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَقُلْتُ خَلّوْاسَبِيْلِىْ لَا اَبَا لَكُمْ
فَكُلّ مَا قَدَّرَ الرَّحْمٰنُ مَفْعُوْلُ

میں نے کہا؛ تیرا باپ نہ رہے میرا راستہ چھوڑ دو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كُلّ ابْنِ اُنْثٰى وَاِنْ طَالَتْ سَلَامَتُهٗ
يَوْمًا عَلٰى آلَةٍ حَدْبَاءَ مَحْمُوْلُ

کہ ہر ماں جایا چاہے اُس کی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو ایک نہ ایک روز چار پائی پہ اٹھایا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

نُبِّئتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْ عَدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَأ مُوْلُ

مجھے بتایا گیا ہے کہ؛ رسول اللہﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے جبکہ رسول اللہﷺ کے ہاں معافی کی امید کی جاتی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

مَهْلًا هَدَاكَ الَّذِیْ اَعْطَاكَ نَا فِلَةَ
الْقُرْآنِ فِیْهَا مَوَاعِیْظُ وَ تَفْصِیْلُ

ٹھہریئے؛ اُس ذات نے آپﷺ کو ہدایت دی ہے اُس نے آپ کو قرآن عطا فرمایا جس میں نصیحتیں اور احکام کی تفاصیل ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَا تَاخُذُنِیْ بِاَقْوَالِ الْوُشَاۃِ وَ لَمْ
اُذْنِبْ وَلَوْ كَثُرَتْ فِیَّ الْاَقَاوِیْلُ

آپ چغل خوروں کی باتوں کی وجہ سے مجھے نہ پکڑیئے میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اگرچہ میرے بارے میں کتنی ہی باتیں کی جاتی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَوْ يَقُوْمُ بِهٖ
اَرٰى وَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفِيْلُ

خدا کی قسم؛ میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں سب سن رہا ہوں سب دیکھ رہا ہوں اگر ہاتھی بھی یہاں کھڑا ہوتا تو یہ سب سنتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

لَظَلَّ يَرْعَدُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ
مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَنْوِيْلُ

اور پھر کانپنے لگتا؛ مگر اسی صورت میں کہ اللہ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اس کے لیے بخشش کا مژدہ سنایا جاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حَتّٰى وَضَعْتُ يَمِيْنِىْ مَا اُنَازِعُهٗ
فِىْ كَفِّ ذِىْ نَقِمَاتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ

میں نے اپنا دائیاں ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے دیا جو کفار سے سخت انتقام لینے والے ہیں اُن کا قول ہی حقیقت میں حق ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَهُوَ اَخْوَفُ عِنْدِی اِذْ اُكَلِّمُهٗ
وَقِيْلُ اِنَّكَ مَنْسُوْبٌ وَ مَسْئُوْلُ

وہ میرے نزدیک وہ لمحات زیادہ ہیبت ناک تھے جب مجھ پہ الزامات لگائے گئے اور مجھے جوابدہ قرار دیا گیا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

وَلَا يَزَالُ بِوَادِيْهِ اَخُوْ ثِقَةٍ
مُضَرَّجُ الْبَزِّ وَالدِّرْسَانِ مَاْكُوْلُ

بہت بہادر آدمی بھی اس وادیٔ میں رہ جائے گا اس کے ہتھیار اور کپڑے خون سے لتھڑے ہوں گے اسے کھالیا جائے گا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ يُسْتَضَاءُ بِهٖ
مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

اللہ کے رسول ﷺ وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

فِىْ عُصْبَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ قَائِلُهُمْ
بِبَطْنِ مَكَّةَ لَمَّا اَسْلَمُوْا زُوْلُوْا

قریش کی ایک جماعت میں ایک کہنے والے نے مکہ کی وادیٔ میں کہا جب وہ مسلمان ہو چکے تھے کہ ہجرت کرو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

زَالُوْا فَمَا زَالَ اَنْكَاسٌ وَلَاكُشُفٌ
عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا مِيْلٌ مَعَازِيْلُ

وہ ہجرت کر گئے جنگ کے وقت نہ وہ بزدل تھے نہ خود و ڈھال سے خالی، نہ گھوڑے کی پشت سے ایک طرف جھکنے والے نہ وہ ہتھیاروں کے بغیر تھے۔ [33*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

8 ہجری بمطابق ...8 مئی 629ء تا 28 اپریل 629ء

ثبات وتغیر

زمانہ ہمیشہ سے ثبات وتغیر کی منزلوں کا سامنا کرتا رہا ہے اور زمانے کی بدلتی حالتیں انسان کے رویے میں تبدیلی کا باعث بنتی رہی ہیں۔ ثبات وتغیر کا یہ کھیل ابد سے جاری ہے اور ازل تک جاری رہنے والا ہے اور اسی ثبات وتغیر کا سامنا اِن دِنوں خطہ عرب کر رہا تھا۔ ابھی چند ہی سال پہلے کی بات ہے جب عرب بھر میں کوئی شخص قریش کے اُس نوجوان کی بات سننے کو تیار نہ تھا جس نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ اول اول لوگوں نے اُن کا مذاق اڑایا اس کے بعد اُن کو اذیت دی تیسرے مرحلے میں اُن کو جلاوطن کیا پھر اُن سے جنگیں کیں مگر سورج اور زمین کو اپنے محور پہ گھومتے ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ آج وہی خطہ عرب ہے اور وہی عرب ہیں مگر اُن عربوں میں سے کوئی نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے ملنے کو بے تاب نہ ہو۔ مورخین نے شہر مدینہ میں اترنے والے اِن قافلوں کو وفود العرب کا نام دیا ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ زمانے کے ثبات وتغیر کا حسن تھا جو لمحہ بہ لمحہ سرزمین عرب کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا۔ فتح مکہ اور بنو ہوازن کی بدترین شکست کے بعد اب عربوں کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار

نہ تھا کہ وہ اسلام کے سایہ عافیت میں پناہ حاصل کریں عرب اب دیوانہ وار رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہو رہے تھے اور اسلام قبول کر رہے تھے۔ دور دور تک لوگ اسلام کے نام سے آشنا ہو چکے تھے اور اسلام کے نظریہ مساوات اور عدل گستری سے متاثر ہو رہے تھے لوگوں کے دل اب بدل چکے تھے اور صدیوں سے قائم اُن کے توہمات اور قبیح رسمیں دم توڑ رہی تھیں۔ اسلام کی روشنی چڑھتے سورج کی طرح مہیب اور طاقتور تھی اُس کی حسین تعلیمات کی روشنی سے اہل عرب کی آنکھیں چندھیانے لگی تھیں۔ اُن کے بت انھی کے قدموں تلے روندے جا رہے تھے عرب بھر میں توحید کی حسین سحر طلوع ہو رہی تھی اور اگلے دو سالوں میں خطہ عرب سے بت پرستی اور شرک کا نام و نشان تک مٹ جانے والا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اِن دنوں عرب کے صحراؤں میں رینگتے اکثر قافلوں کی منزل مدینہ تھی۔ وہ حق کے متلاشی تھے اور حق کی طرف دوڑے چلے آ رہے تھے۔ رسول اللہﷺ بھی اِن متوقع مہمانوں کی آمد سے آگاہ تھے اور ہدایت کی خاطر سرزمین مدینہ پہ اترنے والوں اِن سواروں کی آمد سے مسرور تھے کہ آپﷺ تو لوگوں کی ہدایت کے لیے ہی معبوث کیے گئے تھے۔ اور ایک طویل جہد وسعی کے بعد اب وہ وقت آیا تھا جب لوگ از خود حق کی طرف بھاگے چلے آ رہے تھے۔

⌘⌘⌘

8 ہجری، بمطابق ...8 مئی 629ء تا 28 اپریل 629ء

تحقیق کا فقدان

میں مورخین اور عصر حاضر کے سیرت نگاروں کے اس نقطہ نظر کو سمجھنے سے قاصر رہا ہوں کہ وفود کی آمد کو صرف نو ہجری تک محدود کر دینے کا آخر کیا مقصد ہے۔ یہ بات درست ہے کہ بیشتر وفود نو اور دس ہجری کے درمیان ہی اترے تاہم وفود کی آمد کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعلان کے کچھ عرصہ بعد مکی دور میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ضماد ازدی، طفیل بن عمرو دوسی، حضرت ابوذر غفاری اور نجران و حبشہ سے لوگ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تب بھی عرب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے رہے۔ جن میں حضرت ثمامہ بن اثال ہیں حضرت ضمام ابن ثعلبہ ہیں بنو جہینہ ہیں بنو اسلم ہیں بنی غفار ہیں بنو سلیم ہیں بنو مزینہ ہیں اور دیگر بہت سے قبائل ہیں جنھوں نے فتح مکہ سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ہمارے سیرت نگار اُن قبائل کی فہرست تو بڑے شد و مد سے تحریر کرتے ہیں جو فتح مکہ یا صلح حدیبیہ یا عمرہ قضاۃ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے مگر وہ یہ بیان کرنے سے گریزاں رہے

کہ آخر یہ قبائل کب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اگرچہ اہل اسلام میں تحقیق کی روایت نہایت قدیم اور مستحکم ہے تاہم غالباً رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو ایک دو جلدوں میں مکمل کرنے کے رواج کی وجہ سے بہت سی ایسی تفصیلات رہ جاتی ہیں جو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے روشن دن اور روشن لمحات تھے۔ اسلام کی تعلیمات کے علم اور سیرت طیبہ کا تسلسل اس حقیقت کا متقاضی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اکثر و بیشتر لمحات کو تاریخ کے بکھرے اوراق سے تلاش کیا جائے اور عہد حاضر کے لوگوں کی الجھی ہوئی زندگی میں روشنی کے لیے منظر عام پہ لایا جائے۔ سیرت پاک میں مختصر نویسی کے رجحان نے اُن بہت سے لمحات کو قاری کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہے جن میں بے حد و حساب عبرت اور سبق آموز مناظر کی بہتات ہے ہم نے مقدور بھر کوشش کی ہے کہ وفود کو بھی اُن کے اصل مقام پہ تحریر کیا جائے اور سیرت نگاری کے فن میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو بیان کرنے میں ترتیب کی جس ابتری کو ہم نے محسوس کیا ہے اُسے ممکن حد تک درست کیا جائے اور اسے وسیع تر تفصیلات کی حد تک لے جایا جائے۔

تاہم اس بات کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ہم اُن موضوع روایات اور بیانات کو قبولیت بخشنا چاہتے ہیں جن کو متقدمین اور متاخرین نے تحقیق کی کسوٹی پہ پرکھنے کے بعد رد کر دیا تھا بلکہ ہم نے تو اس سلسلہ میں روایات کے قبول و رد کا اعلیٰ معیار مقرر کیا ہے اور اسی کی پیروی کی ہے کیونکہ ہم اپنے اندر اس بات کی جرأت نہیں پاتے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کریں جس کی سند ہمیں محدثین اور اہل تاریخ کے ہاں سے مہیا نہ ہوگئی ہو۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لے آنے کے بعد ہر ہجری سال کی الگ الگ تفصیلات فراہم کرنے کی جہد وسعی کی ہے اور تحقیق کی گہرائی اور شدید تر مطالعہ کی بنا پہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے ہر اُس پل کو قاری تک منتقل کر دیا ہے جو ہم تک پہنچا اور ہم نے اسے روایت کے معیار کے مطابق پایا۔

چنانچہ وفود کے سلسلہ میں لوگ جب جب رسول اللہ ﷺ کی زندگی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہم نے اُسی ہجری سال میں اُن کا تذکرہ مناسب جانا ہے کہ یہی ترتیب کی برتری اور سیرت بیان کرنے

کا درست اصول ہے۔ چنانچہ انفرادی طور پہ تو لوگ دونبوی سے ہی اسلام قبول کرنے آ رہے تھے مگر بحیثیت قوم اور قبیلہ اُن کا آغاز پانچ ہجری میں بنومزینہ کے اسلام قبول کرنے سے ہوا۔ چنانچہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے وفود کو زمان ومکان کے حوالے سے تحریر کرنے کی کوشش کی ہے اب ہم آٹھ ہجری میں حاضر ہونے والے وفود کا احوال بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی اور مدد فرمائے۔

⌘⌘⌘

8 ہجری،بمطابق... 8 مئی 629ء تا 28 اپریل 629ء

بنو عبدالقیس

بہت سے سیرت نگاروں نے بنو عبدالقیس کے لوگوں کی آمد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ دس ہجری میں مدینہ پہنچے مگر کسی نے بھی اس بات کے تاریخی شواہد پیش نہیں کیے۔ہم نے بنو عبدالقیس کے وفد کو آٹھ ہجری میں اس لیے درج کیا ہے کہ تاریخی آثار اور شواہد اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔امام بخاری نے حدیث جارود میں اگر چہ بنو عبدالقیس کے اس وفد کا تفصیلی ذکر کیا ہے مگر انھوں نے بھی اُس وقت کا تعین نہیں کیا جس وقت یہ قافلہ مدینہ پہنچا تاہم علامہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ " **البدایہ والنہایہ** " میں [34*] امام بخاری و مسلم کی اس حدیث پہ جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ سے قبل پیش آیا وہ لکھتے ہیں؛

" میں ابن کثیر یہ کہتا ہوں کہ ابن عباس کی روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے قبل مدینہ پہنچا تھا اس لیے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے اور آپ کے

درمیان مضر کا مشرک قبیلہ حائل ہے اس لیے ہمیں مختصر مگر جامع نصیحت فرمائیں تا کہ ہم اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور ہم سب نجات حاصل کریں‘‘۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

چنانچہ ہم نے علامہ ابن کثیر کے استدلال کو محکم جانا اس لیے بنوعبدالقیس کے وفد کا تذکرہ آٹھ ہجری میں کیا ہے یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ متقدمین کی طرح ہمارے پاس بھی اس واقعہ کو دس ہجری میں لکھنے کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہ تھی جبکہ آٹھ ہجری کی تاریخی شہادت ہم کو دستیاب ہوگئی۔اس لیے ہم نے بنوعبدالقیس کے اس وفد کو آٹھ ہجری میں لکھنا ہی مناسب سمجھا ہے مورخین نے اس وفد کے متعلق جو تفصیلات فراہم کی ہیں اُن کے مطابق نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو اس وفد کی آمد کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں؛

ایک دن رسول اللہﷺ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے تو آپﷺ نے فرمایا خیال رکھنا مشرق سے ایک قافلہ مدینہ میں اترنے والا ہے اور وہ لوگ اہل مشرق میں سب سے عمدہ لوگ ہیں۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کی اس بات کو ذہن میں رکھ لیا اور دن میں کئی بار شہر سے مشرق کی طرف نکل جاتا آخر تیسرے روز مجھے کچھ سوار نظر آئے جن کے چہرے اور سواریاں دھول سے اٹی ہوئیں تھے جو اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہ دور دراز کے سفر کے بعد شہر مدینہ میں اترے ہیں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے کہا؛

تجارت کی غرض سے آنا ہوا؟

انھوں نے کہا؛نہیں بلکہ ہم تو تمھارے صاحب سے ملنے آئے ہیں۔

حضرت عمرؓ جان گئے کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر نبی اکرمﷺ نے کیا تھا چنانچہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا کہ آؤ تمھارا آنا خوش آئند ہے رسول اللہ ﷺ ہم کو تمھاری آمد کی پیشگی خبر دے چکے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اِن لوگوں کو اپنے ساتھ ہی لے آئے اور اُن سے کہا؛

یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن لوگوں کو خوش آمدید کہا اور فرمایا؛

اچھے آئے نہ ذلیل ہوئے نہ شرمندہ کہ اگر جنگ کے بعد آتے تو ذلت اور رسوائی ہوتی۔

قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو وہ والہانہ طور پہ اپنی سواریوں سے اترے اور نبی اکرم ﷺ کا ہاتھ چومنے لگے مگر انھی میں سے ایک شخص جس کا نام اشج تھا اُس نے ذرا بھی تیزی نہ دکھائی بلکہ تحمل اور نرمی سے اپنی سواری سے اترا سفر کی دھول میں اٹے اپنے کپڑے اتارے منہ ہاتھ دھویا نئے کپڑے پہنے ساتھیوں کی سواریوں کو باندھا اُن کا سامان سمیٹا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی سے اشج کے تمام امور کا مشاہدہ فرما رہے تھے چنانچہ جب اشج نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم میں دو خصلتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں حلم اور بردباری، تحمل اور سنجیدگی۔

اشج نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛

میری یہ خوبیاں وہبی ہیں یا کسبی؟

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛ یہ تو اللہ تعالیٰ نے تمھاری جبلت میں ودیعت کی ہیں۔

اشج نے کہا؛ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے میری فطرت میں ایسی عادات کو راسخ کیا ہے جن کو اللہ اور اُس کا رسول پسند فرماتے ہیں۔

چنانچہ قبیلہ عبدالقیس کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی؛

یا رسول اللہ ﷺ؛ ہمیں مختصر مگر جامع نصیحت فرمائیں جو ہم کو کفایت کرے اس لیے کہ ہمارے

اورآپ کے درمیان مضر کا مشرک قبیلہ ہے اورہم حرام مہینوں کے سوا آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔

چنانچہ جب انھوں نے اسلام قبول کرلیا اور حالت ایمان میں چلے آئے تو اُن کی خواہش کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے اُن کو مختصر مگر جامع نصیحت فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

میں تم کو چار باتوں سے روکتا ہوں اور چار باتوں کا حکم دیتا ہوں۔

میں تم کو اِن چار باتوں کا حکم دیتا ہوں۔

اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اُس کے رسول ہیں۔

نماز قائم کرو۔

زکواۃ دو۔

ماہ رمضان کے روزے رکھو۔

مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اور میں تمھیں اِن چار قسم کے برتنوں سے منع کرتا ہوں۔

الدباء ؛ ایک برتن جو کدو کا گودا نکال کر اس کو خشک کرلیا جاتا۔

حنتم؛ وہ گھڑا جس پہ سبز رنگ کا لیپ کردیا گیا ہوتا کہ اس کے مسام بند ہوجائیں۔

نقیر ؛ درخت کے تنے کو کھود کر گھڑا بنایا گیا ہو۔

مزفت ؛ جس پر تارکول کا لیپ کیا گیا ہو۔

دراصل یہ وہ تمام طریق تھے یا برتن تھے جن میں وہ شراب پیا کرتے اور انھیں اِن برتنوں سے روکنے کا مقصد اُن کو نشے کی ہر حالت سے دور رکھنا تھا۔

اس کے بعد بنوعبدالقیس کا یہ قافلہ واپسی کے لیے روانہ ہوگیا۔

مورخین بنوعبدالقیس کے اس وفد کی تعداد کے بارے میں متفرق ہیں کسی نے تیرہ لکھا ہے کسی نے بیس اور کسی نے اُن کی تعداد چالیس لکھی ہے ہم نے تینوں کو قول بیان کر دیئے ہیں اور اصل حقیقت سے صرف اللہ ہی واقف ہے۔ بنوعبدالقیس اپنے دین پہ پختہ ثابت ہوئے ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی کے بعد مسلمانوں نے جس مسجد میں نماز جمعہ ادا کی وہ بنوعبدالقیس کی بستیوں میں بنائی گئی ایک مسجد تھی جو بحرین میں جواثی نامی بستی میں تعمیر کی گئی تھی۔

⌘⌘⌘

جارود بن عمرو

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ جارود بن عمرو بن خنش بھی بنو عبدالقیس میں سے تھا اور وہ بنو عبدالقیس کے وفد کے ساتھ ہی مدینہ آیا تھا فرق صرف اتنا تھا کہ اُس کا مذہب اپنی قوم سے الگ تھا وہ عیسائی تھا اور اُس نے دین عیسائیت کا نہایت گہرا مطالعہ کیا تھا۔

جارود کو نبی اکرم ﷺ کی آمد کا علم تھا کہ اُس نے اپنی کتابیں پڑھ رکھی تھیں اس لیے اُس نے پہلے تو نبی اکرم ﷺ سے کئی سوالات کیے اس کے بعد کہا؛

اے محمد ﷺ؛ میں پہلے ہی ایک آسمانی مذہب پہ قائم ہوں اگر میں آپ کی دعوت پہ اپنے دین کو بدل لوں تو آپ اس کے ضامن ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

ہاں؛ میں اس بات کا ضامن اور کفیل ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری اس سے بہتر دین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے جس پہ تو آج تک قائم تھا۔

اس کے بعد حضرت جارود بھی مسلمان ہو گئے اُن کے دوسرے ساتھی اس سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔

اس کے بعد جب وہ رخصت ہونے لگے تو جارودؓ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ میرے پاس سواری نہیں ہے کیا آپ ﷺ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں؛ میرے پاس تو اس وقت کوئی سواری نہیں۔

جارود نے پوچھا؟

یارسول اللہ ﷺ؛ کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں راستے میں کسی بھولے بھٹکے اونٹ پہ سوار ہو جاؤں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں؛ میں تمھیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا اس سے بچو کہ یہ تو آگ کی سوزش ہے۔

جارود بھی اپنی قوم کے ساتھ رخصت ہو گئے۔

اس کے بعد جارود نے اپنی پوری زندگی اسلام کے مطابق بسر کی اور نہایت اچھے مسلمان ثابت ہوئے انھوں نے ارتداد کا وہ زمانہ بھی پایا جس میں اُن کی پوری قوم غرور بن نعمان بن منذر کے ساتھ مرتد ہوگئی تھی انھوں نے اسلام کو ترک کر کے دین عیسوی کو قبول کر لیا تھا۔

جارود تب بھی دین اسلام پہ قائم رہا تھا اور اُس نے اپنی قوم کو پکارتے ہوئے کہا تھا اے میری قوم؛ بخدا تم گمراہ ہو چکے ہو اسلام ہی دین حق ہے محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں جو شخص اس بات سے منہ موڑ لے وہ بے شک کافر ہے۔

⌘⌘⌘

بنوکندہ

بنوکندہ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی آٹھ ہجری کے آخری مہینے میں مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کیا۔ بنوکندہ عربوں کا ایک نہایت طاقتور اور قدیم قبیلہ تھا جو ایران کی عظیم الشان مجوسی حکومت کا حلیف تھا۔ بنوکندہ کا شمار اُن لوگوں میں کیا جاتا ہے جنھوں نے عربوں میں عہد جاہلیت میں ہی اپنے علاقے میں ایک طاقتور حکومت قائم کر لی تھی اگرچہ عام طور پہ خطہ عرب کے لوگ قبائلی زندگی گزار رہے تھے اور سلطنت و ریاست کے تصور سے نا آشنا تھے مگر بنوکندہ چونکہ ایران کی عظیم الشان ریاست کے ہمسائے تھے اس لیے انھوں نے ایران کی حمایت سے عرب علاقوں میں ایک طاقتور ریاست قائم کر رکھی تھی۔

طبقات میں ابن سعد نے لکھا ہے کہ؛

بنوکندہ سے انیس لوگ مدینہ میں اترے وہ اپنے اونٹوں پہ سوار تھے اور اُن کا سردار اشعث بن قیس تھا۔ یہ لوگ یمن سے آئے تھے اور اُن کا سفر بہت زیادہ تھا۔ پچھلے زمانوں میں اُن میں ایک نامور شخص ہو گزرا تھا جس کا نام کندہ تھا جو اُن کا دادا یا پردادا تھا جس کے نام پہ اُن کو بنوکندہ کہا جاتا تھا۔ رسول اللہﷺ نے اُن کو بتایا کہ وہ تو اُن کے رشتہ دار ہیں اس لیے کہ کلاب بن مرہ کی دادی بنوکندہ ہی کی ایک عورت تھی جو رسول اللہﷺ کے آباء میں سے تھے بنوکندہ یہ جان کر بہت خوش ہوئے کہ انھیں رسول اللہﷺ کے ساتھ قرابت کی نسبت بھی ہے۔

اشعث بن قیس اہل کندہ میں سے اگر چہ کم سن تھا تاہم قبیلے میں اُس کے حسن اور دانش کی وجہ سے خوب تکریم کی جاتی تھی اس لیے بنو کندہ نے اسے ہی اپنا سربراہ بنایا ہوا تھا۔ابن سعد نے اگر چہ اس وفد کی تعداد انیس لکھی ہے مگر دیگر مورخین نے اس وفد کی تعداد ساٹھ سے اسی تک لکھی ہے اور یہی بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ بنو کندہ عربوں کا ایک نہایت طاقتور اور قدیم قبیلہ تھا[35*] چنانچہ وہ اشعث بن قیس کی سربراہی میں مدینہ پہنچے۔

انھوں نے اپنے علاقے کے روایتی لباس پہن رکھے تھے اس لیے کہ تہذیبی معاملات میں وہ اہل سے عرب کی بجائے اہل ایران کے زیادہ قریب تھے اس لیے انھوں نے جو لباس زیب تن کر رکھے تھے اُس میں ریشم کا استعمال کثرت سے کیا گیا تھا اور اُن کے جبوں کے کناروں کو سونے کی تاروں سے آویزاں کیا گیا تھا۔

جب وہ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے لباس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا تاہم خاموش رہے۔

اشعث بن قیس نے بنو کندہ کی طرف سے جاہلانہ سلام پیش کیا جیسا کہ اُن کے علاقے میں رواج تھا اُس نے کہا؛ **اَبَیْتَ اللَّعْنَ**

نبی اکرم ﷺ نے اشعث کے جواب میں کہا؛

میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں تو محمد ابن عبداللہ ہوں۔

انھوں نے کہا؛

ہم احترام کے باعث آپ کو نام سے نہیں پکار سکتے اس لیے کہ ہم اپنے بڑوں کو اُن کے ناموں سے نہیں پکارتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ اچھا تم مجھے ابوالقاسم کہہ لو۔

اشعث بن قیس بنو کندہ کی طرف سے بولا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ؛

ہم نے آپ سے ایک چیز چھپا رکھی ہے کیا آپ بتائیں گے کہ ہم نے آپ سے کیا چھپا رکھا ہے ؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

سبحان اللہ؛ تم کسی کاہن کے پاس نہیں اللہ کے رسول کے پاس اترے ہو ایسی باتیں تو کاہنوں سے پوچھی جاتی ہیں۔

اشعث بن قیس بولا؛

پھر ہم آپ کی رسالت پہ یقین کیسے کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یہ بات اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ تمھیں ہدایت سے نوازے یا یونہی چھوڑ دے اور جہاں تک میری رسالت کا تعلق ہے تو اُس کی گواہی تو یہ کنکریاں بھی دیں گی اور نبی اکرم ﷺ نے زمین سے کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھائی اور وہ بول اٹھیں کہ ہم گواہ ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

بنوکندہ کے دل بدل چکے تھے اُن کی قبولیت اُن کے چہروں پہ لکھی تھی جو کنکریوں کا معجزہ دیکھنے سے سرخ ہو رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

اللہ تعالیٰ نے مجھے دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اور مجھ پہ وہ کتاب اتاری ہے جس میں کسی جانب سے بھی باطل نہیں گھس سکتا۔

اشعث بن قیس نے کہا؛

ہمیں اپنی کتاب سے کچھ سنائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سامنے سورۃ الصافات کی ابتدائی چند آیات ہی تلاوت کی تھیں کہ وہ ایمان لے آئے۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے اُن کو لباس کی سادگی کی طرف متوجہ کیا اور انھیں بتایا کہ ریشم اور سونے کا استعمال اسلام میں مرد کے لیے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔انھوں اُس وقت تک مہلت مانگی جب تک کہ وہ اپنے وطن نہ پہنچ لیں رسول اللہﷺ نے انھیں یہ مہلت عطا فرما دی۔بنوکندہ کا اسلام قبول کرنا اس بات کی علامت تھا کہ اسلام اب حدودِ عرب سے نکل چکا تھا اور دنیا بھر میں اسلام کے پھیلاؤ کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔اسلام ایک عالمگیر پیغام ہے اور عالمگیر پیغام زمان ومکان کی حدود سے ماوراء ہوتے ہیں اس لیے عربوں کے اسلام قبول کرنے کے بعد دنیا بھر میں اسلام اس قدر تیزی سے پھیلا کہ یقین نہیں ہوتا کہ رسول اللہﷺ کے وصال کے بعد پندرہ سال کے اندر اندر اسلام دنیا کے کئی براعظموں کا دین بن چکا تھا۔

⌘⌘⌘

ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ آٹھ ہجری کے شروع کا کوئی مہینہ تھا جب بنی سلیم کا ایک شخص قیس بن نسیبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآن سنا اُس نے دین اسلام کے بارے میں چند باتیں دریافت کیں اور انھیں حفظ کر لیا اُس نے اسلام قبول کیا اور اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گیا۔ وہ اپنے قبیلے میں پہنچا اور جہاں اُس کی خاصی تکریم تھی کیونکہ اُس کی قوم جانتی تھی کہ وہ ایک صاحب دانش آدمی ہے اُس نے اپنا اسلام لوگوں سے پوشیدہ رکھا اور لوگوں سے کہا ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ۔

جب لوگ آ گئے تو اُس نے کہا؛

بخدا؛ تم لوگ جانتے ہو کہ قریش میں سے ایک شخص نے اپنی قوم پہ نیا دین پیش کیا ہے جس کو اہل مدینہ نے قبول کیا ہے۔ چند روز پہلے جب میں مدینہ گیا تو میں نے اُن سے ملاقات کی اللہ تعالیٰ نے اُن پہ اپنی کتاب اتاری ہے میں نے اُن سے قرآن سنا ہے۔"

خدا کی قسم؛ میں نے اہل رومہ کی سیرت اور اہل فارس کا مبہم کلام سنا ہے عربوں کے اشعار کاہنوں کی پیش گوئیاں اور بنو حمیر کے مقرروں کو سنا ہے مگر محمد ﷺ نے مجھ پہ جو کلام پیش کیا ہے وہ اِن سے الگ ہے۔ اُن کا کلام سمندروں سے گہرا اور آسمانوں سے بسیط ہے تم لوگ آج تک میری پیروی کرتے چلے آئے ہو اس لیے اب بھی میری پیروی اختیار کرو اور اللہ کے

رسول محمد ﷺ پہ ایمان لے آؤ۔

لوگوں نے فوری طور پہ قیس بن نسیبہ کی بات نہیں مانی انھوں نے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگا۔

پھر قیس بن نسیبہ کے ساتھ قبیلے کا ایک اور طاقتور آدمی شامل ہوگیا اور وہ دونوں مل کے دین اسلام کی تبلیغ کرنے لگے اُس شخص کا نام راشد بن عبدربہ تھا۔راشد بنی سلیم کے بت کے مجاور تھے جب سے قیس بن نسیبہ نے بنو سلیم کو اسلام کی دعوت دی تھی راشد بن عبدربہ کا دل بدل چکا تھا اور وہ سوچتے رہتے تھے کہ کیا اُن کے بت سچے ہیں یا وہ دین حق ہے جس کا تذکرہ قیس نے اُن سے کیا ہے پھر اللہ نے اُن کا دل کھول دیا کہ ایک دن جب وہ اپنے بتوں کے پاس پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ دو لومڑیاں اُن کے بتوں پہ پیشاب کر رہی ہیں بے ساختہ راشد کے منہ سے نکلا؛

ارب یبول الثعلبان برائه

لقد ذل من بالت علیه الثعالب

یہ کیسا رب ہے جس پہ لومڑیاں موتتی ہیں بے شک وہ ذلیل ہے جس پہ لومڑیاں اپنی حاجت پوری کریں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

راشد بن عبدربہ حضرت قیس بن نسیبہ کی تلاش میں نکلے اور اُن کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔[36*]

اس کے بعد راشد بن عبدربہ اور قیس بن نسیبہ دونوں مل کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے تو راشد بن عبدربہ اور قیس بن نسیبہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور اُن کے ہاتھ پہ سارے قبیلے نے اسلام قبول

کرلیا۔

بنوسلیم کا لشکر قدید کے مقام پہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جاملا۔

بنوسلیم کے ساتھ عباس بن مرداس، انس بن رغل، راشد بن عبدربہ جیسے اہم لوگ شامل تھے

انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا؛

اے اللہ کے رسول ﷺ:

اللہ نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے ہم نے اسلام قبول کیا ہے ہمارا جھنڈا سرخ رکھیں، ہمیں مقدمہ الجیش میں رکھیں اور ہمارا شعار ''مقدم '' فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

بنوسلیم نے جو مانگا ہم نے عطا کیا۔

بنوسلیم کے لوگ فتح مکہ اور حنین وطائف میں نبی اکرم ﷺ کے ہمرقاب رہے۔

نبی اکرم ﷺ نے راشد بن عبدربہ کو بنوسلیم کا علم عطا فرمایا۔

بنوسلیم نو سو کی تعداد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اترے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے معذرت کی کہ ہمارے اور بنو کنانہ کے مابین جنگ کی حالت ہے اس لیے ہم نے سوسوار پیچھے چھوڑے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اُن کو بلا بھیجو بنو کنانہ تم پہ حملہ نہیں کرسکیں گے بلکہ پورا سال تمھیں کوئی ناگوار حادثہ پیش نہ آئے گا۔

چنانچہ سلیم بن منصور کے سوسوار بھی رسول اللہ ﷺ کے مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور ہدہ کے مقام پہ لشکر اسلامی میں مل گئے اُن کے امیر مقنع بن مالک تھے۔

چنانچہ اِن سوسواروں کے ساتھ بنوسلیم کی تعداد پورے ایک ہزار ہوگئی تھی اور اس تعداد کو بہت سے مورخین نے درست قرار دیا ہے۔

بنو سلیم کا سالار عباس بن مرداس تھے انھوں نے مقنع ہی کے بارے میں یہ شعر کہا تھا۔

القائد ألمائة التی وفی بها

تسع المئین فتم الف اقرع

اِن سو آدمیوں کے امیر لشکر جن کی آمد سے نو سو کی تعداد نے ہزار پورے کر دیئے اور بے انتہا بہادر تھے اور پورے ہزار تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بنو صدا کا وفد

بنو صدا کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ آٹھ ہجری میں پیش آیا اس بات پہ مورخین میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ بنو صدا نہ صرف فتح مکہ کے بعد بھی اپنے آبائی دین پہ اڑے ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں بھی مصروف تھے چونکہ وہ یمن کی نواحی بستیوں میں آباد تھے اس لیے اُن کا خیال تھا مسلمان اتنی دور تک اُن کے تعاقب میں نہ آئیں گے تاہم یہ اُن کی غلط فہمی تھی جس کی انھیں سزا ملنے والی تھی اس لیے کہ جعرانہ کے مقام پر رسول اکرمﷺ جونہی مال غنیمت کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو آپﷺ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ وہ ایک لشکر کو اپنے ساتھ لیں اور بنو صدا کی طرف نکلیں اور قبیلہ بنو صدا کو روند ڈالیں۔

چنانچہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ چار سو سواروں کو لے کر تیزی سے بنو صدا کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب قبیلہ بنو صدا کے ایک شخص زیاد بن حارث الصدائی کو معلوم ہوا کہ نبی اکرمﷺ نے اُن کے قبیلے پہ چڑھائی کے لیے لشکر کو روانہ کر دیا ہے تو وہ فوراً رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہﷺ آپ نے جو لشکر روانہ کیا ہے اُس کو واپس بلا لیں میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ بنو صدا کا ایک ایک آدمی اسلام قبول کرلے گا وہ خود آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

نبی اکرمﷺ نے زیاد بن حارث الصدائی سے کہا؛

سوچ لو تم بہت بڑی بات کر رہے ہو۔

زیاد بن حارث الصدائی نے کہا؛

یا رسول اللہﷺ میں جو کہتا ہوں سوچ کے کہتا ہوں آپ اس بارے میں بے فکر ہو جائیں بنوصدا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔

آنحضرت محمدﷺ نے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ کے پیچھے اپنا قاصد روانہ کر دیا اور انھیں حکم دیا کہ واپس آ جائیں۔

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ واپس تشریف لے آئے۔

حضرت زیاد بن الحارث صدائی چند روز بعد ہی اپنی قوم کے ساتھ رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُنہوں نے اسلام قبول کیا اور باقی ماندہ قوم کی طرف سے بیعت کی۔

نبی اکرمﷺ نے جب دیکھا کہ زیاد بن حارث الصدائی اپنی قوم کو ساتھ لے آئے ہیں تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا۔

اے برادر صدائی تمھاری بات تو خوب مانی جاتی ہے۔

بنوصدا میں اسلام مکمل طور پہ پھیل گیا تھا نبی اکرمﷺ جب دس ہجری میں حج کے لیے روانہ ہوئے تو بنوصدا کا سو رکنی وفد بھی آپﷺ کے ساتھ مکہ کو نکلا۔

⌘⌘⌘

بنو جرہم

یہ بھی محبت کی اُن داستانوں میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ رہتی دنیا تک کیا جاتا رہے گا یہ عمرو بن سلمہ کی داستان محبت ہے۔عمرو بن سلمہ کی روایت اکثر محدثین اور مورخین نے درج کی ہے جس میں اُن کے بچپن جوانی اور بڑھاپے کے واقعات درج ہیں انھوں نے کہا کہ میں ابھی آٹھ سال کا بچہ تھا جب میں نے لوگوں سے سنا کہ قریش میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اُن پہ کتاب اتاری گئی ہے مجھے اُس کتاب سے دلچسپی تھی جو آنحضرت محمدﷺ پہ اتاری جارہی تھی۔

حضرت عمرو بن سلمٰی کہتے ہیں کہ خوش قسمتی سے میرا قبیلہ ایک کنویں پہ مقیم تھا جو قافلوں کی راہ میں پڑتا تھا۔دراصل یہ ایک چھوٹا سا نخلستان تھا جس کے کنارے پہ کنواں تھا اور عرب کے جلتے صحراؤں میں رینگتے قافلوں کے لیے یہ مقام ایک خواب جیسا تھا چنانچہ قبیلے ہمارے کنویں پہ رکتے میں اور میں اُن سے قرآن سیکھتا رہتا۔اللہ تعالیٰ نے مجھے کمال کا حافظہ دیا تھا میں راہ جاتے قافلوں سے جو قرآن پڑھتا اُسے دھراتا رہتا حتیٰ کہ فتح مکہ تک جتنا قرآن اترا تھا وہ سارے کا سارا مجھے یاد ہو چکا تھا اگر چہ میرے قبیلے کا کوئی ایک شخص بھی اب تک مسلمان نہ ہوا تھا۔میرا والد قبیلے کا سردار تھا ہم اسلام دشمنی میں قطعاً ملوث نہ تھے بلکہ ہمارا شمار اُن لوگوں میں

ہوتا تھا جنھوں نے اپنے دل میں یہ بات طے کی ہوئی تھی کہ اگر آنحضرت محمدﷺ اہل قریش پہ غلبہ اختیار کرلیں گے تو ہم سمجھیں گے وہ جو دین لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے تب ہم اسلام قبول کرلیں گے۔

چنانچہ قافلے گزرتے رہے اور مجھے قرآن یاد ہوتا رہا میرے والد نے مجھے اس امر سے کبھی نہ روکا تھا بلکہ میں نے جب بھی انھیں قرآن سنایا تو انھوں نے کہا بے ساختہ یہی کہا یہ کلام کس قدر عمدہ ہے۔ جب ہمارے کنویں پہ قافلے اترتے تو لوگ اُن کی طرف زیادہ توجہ نہ کرتے اس لیے کہ اُن میں سے اکثر تو شکار کے لیے یا دیگر مصروفیات کے لیے دور صحراؤں میں گئے ہوتے مگر میں اپنے جانوروں کی حفاظت کے لیے اپنے کنویں کے قریب ہی رہتا پھر ایک قافلے نے مجھے اس بات سے آگاہ کیا کہ آنحضرت محمدﷺ نے مکہ فتح کرلیا ہے اور اہل قریش نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اب رسول اللہﷺ بنو حنین کی طرف نکلے ہیں۔

میں نے اپنے والد کو آگاہ کیا کہ آنحضرت محمدﷺ نے مکہ فتح کرلیا ہے اور قریش سرنگوں ہو چکے ہیں۔ وہ میری بات کی تصدیق کے لیے ایک اور آدمی کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے نبی اکرمﷺ سے اُن کی ملاقات ہوئی تو آپﷺ نے اُن کو اسلام کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کرلیا اور چند دنوں میں جس قدر دین وہ سیکھ سکتے تھے انھوں نے سیکھا اور اپنے وطن کی طرف روانہ ہوگئے۔

پھر اللہ نے ہم کرم کیا اور ہمارے سارے قبیلے نے اسلام قبول کرلیا۔

اب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے سوچا کہ امام کس کو بنائیں تب انھیں یاد آیا کہ رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ تمھاری امامت وہ شخص کرائے جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو۔

چنانچہ امامت کا فرض مجھے سونپا گیا اگرچہ میں اُن سب سے کمسن تھا۔

میں لوگوں کی امامت کراتا اور میرے پاس صرف ایک چادر تھی جب میں رکوع وسجود کرتا تو میرا ستر نظر آنے لگتا۔

تب میرے قبیلے کی عورتیں بھی میرے پیچھے ہی نماز ادا کیا کرتی تھیں۔

اُن میں سے کسی نے میرے باپ سے مذاق کرتے ہوئے کہا؛

تم اپنے لڑکے کے لیے کرتا کیوں نہیں سلواتے جب وہ رکوع کرتا ہے تو اُس کا سب کچھ نظر آتا ہے۔ چنانچہ میرے والد نے سفید رنگ کے عمدہ کپڑے کا ایک قدرے لمبا کرتا سلوایا اور مجھے دیا کیونکہ میں اُن کی امامت کرتا تھا۔ حضرت عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں اُس کرتے کو پا کر اس قدر خوش تھا جیسے کہ مجھے کوئی بہت بڑی نعمت عطا کر دی گئی ہو۔ پھر میں اپنے بڑھاپے تک بنو جرم کو نماز پڑھاتا رہا میں ہی اُن کے نکاح کرتا اور میں ہی اُن کی نماز جنازہ پڑھاتا اس لیے اُن سب میں مجھے ہی سب سے زیادہ قرآن یاد تھا اور پورے قبیلے میں سے صرف میں تھا جس نے ابتدائے اسلام میں ہی دین اسلام میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بہت خوش تھے اور مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔

⌘⌘⌘

بنو ثعلبہ کا وفد

خطہ عرب ظلمت کی پہنائیوں سے نجات پا رہا تھا۔ اسلام کی درخشاں تعلیمات سے اُن کے آنگن روشن ہونے لگے تھے۔ اُن کی محبتوں اور نفرتوں کے جواز بدل رہے تھے اُن کی رسمیں اور عادات بھی بدل رہی تھیں وہ صدیوں کے جمود سے سر اٹھا رہے تھے اس لیے انھیں حقیقت کو تسلیم کرنے میں کچھ وقت لگ رہا تھا جس طرح کہ اندھیرے سے اچانک روشنی میں چلے آنے سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اسی طرح اسلام کی روشنی سے اُن کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں ۔اُن کے دل بدل رہے تھے اور اُن کا سماج اب اسلام کا سماج بنتا جا رہا تھا۔

عرب رفتہ رفتہ اسلام قبول کر رہے تھے اور حق کی طرف اُن کی پیش قدمی جاری تھی۔

اور انھی میں بنی ثعلبہ تھے جنھوں نے حق کا ثبات کیا۔

ابن سعد نے بنو ثعلبہ کے کسی شخص کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہﷺ جعرانہ کے مقام سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہم نے اُن سے ملاقات کی سعادت حاصل کی اور اسلام قبول کرنے کا اعتراف کیا۔

ہم چار لوگ تھے ہم نے آنحضرت محمدﷺ سے عرض کی یا رسول اللہﷺ؛

ہم اپنے قبیلے کے اُن لوگوں کے ضامن ہیں جو ہماری طرح پس ماندہ اور غریب ہیں ہم

سرداروں کی طرف سے اقرار نہیں کرتے۔ نبی اکرم ﷺ ہماری بات سے بہت خوش ہوئے اور صحابہ کو ہماری مہمان نوازی کا حکم دیا۔کئی دن کے بعد جب ہم رخصت ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اِن لوگوں کو عزت سے رخصت کرو۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ گئے اور واپسی پہ اُن کے پاس چاندی تھی انھوں نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ اوقیہ چاندی دی جس سے ہماری غربت جاتی رہی اور ہم آسودہ ہو گئے۔

⌘⌘⌘

بنو حدان کا وفد

عرب کے بدوی قبائل رفتہ رفتہ اسلام کی طرف مائل ہو رہے تھے اس لیے کہ اب انھیں اس حقیقت کا دراک حاصل ہو چکا تھا کہ وہ اسلام کو بزورِ شمشیر نہیں روک سکتے۔ چنانچہ اُن کے نزدیک دوسری قابل قبول صورت یہ تھی کہ وہ خود آگے بڑھیں اور نبی اکرم ﷺ کے دستِ بازو بن جائیں اور یہ صورت اُن کے لیے عزت کا ایک مقام تھی جس کو حاصل کرنے کے لیے فتح مکہ کے بعد سے عرب کے بدوی قبائل ایک دوسرے پہ سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی اور مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے اُن میں بنو حدان کے لوگ بھی تھے۔ چنانچہ حضرت مسلیمہ بن ہزان الحدانی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ اُن لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد غیر مشروط اطاعت کا یقین دلایا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

تمھارے اموال پہ زکواۃ ہے۔ انھوں نے کہا ہمیں لکھ دیں۔

چنانچہ حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں تحریر لکھ دی جس میں اُن کے اموال پہ زکواۃ کی تفصیل اور دین اسلام کے بارے میں دیگر احکامات تحریر کیے گئے

۔حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اس تحریر پہ گواہ کے طور پہ دستخط کیے۔

⌘⌘⌘

بنو ثمامہ

ابن سعد نے "**طبقات**" میں اُن بہت سے وفود کا تذکرہ بھی کیا جن کو دوسرے مورخین نے نظرانداز کیا ہے۔ چنانچہ بنو ثمامہ کا تذکرہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد عرب تیزی سے اسلام کی طرف راغب ہوئے جس کی دو بڑی وجوہات تھیں پہلی تو یہ کہ بہت سے بدوی عرب قبائل اس بات کے انتظار میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ قریش پہ غلبہ حاصل کر لیں تو وہ بھی اسلام قبول کر لیں گے اور دوسری یہ کہ اب اسلام کے سامنے عرب بھر میں کوئی ایسی فوجی قوت نہ تھی جو اسلام کے مقابل اتر سکتی اس لیے بدوی عرب جو چھوٹے چھوٹے اور منتشر قبائل تھے اُن کے لیے اب دامن اسلام کے سوا کہیں اور کوئی پناہ نہ تھی۔

چنانچہ بنو ثمامہ کا ایک وفد عبداللہ بن علس کی قیادت میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو نصاب زکواۃ لکھ کے دیا۔

اس خدمت کے لیے حضرت ثابت بن قیس بن شماس ہر وقت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے وہ آپ ﷺ کے احکامات کی تفصیلات تحریر کرتے اور اسلام قبول کرنے والے قبیلے کو پیش کرتے۔

اسی تحریر میں احکامات کی تفہیم اور اُن کے نفاذ کے بارے میں طریق کار درج کیا جاتا۔ عام طور

پہ دور دراز سے اترنے والے قبیلوں کے لیے ہی تحریر لکھی جاتی۔

⌘⌘⌘

بنو ربیعہ کا وفد

بعض اوقات یوں ہوتا کہ کوئی قوم فیصلہ کر کے مدینہ پہنچتی اور اسلام قبول کرتی اور بعض اوقات یوں ہوتا کہ کسی قوم کے چند لوگوں نے اسلام کی روشنی پائی اور اُس کو اپنے قبیلے تک منتقل کیا۔ مورخین نے ایسے لوگوں کو بھی وفود میں شامل کیا ہے جو اکیلے ہی مدینہ کی طرف نکلے یا اُن کی تعداد نہایت کم رہی ہو۔ہم نے اُن لوگوں کا الگ سے ذکر کیا ہے جن کو اُن کی دانش اور اُن کے ضمیر کی آواز نے اسلام کی ابدی سچائیوں کے سامنے سرنگوں کیا۔

انھی لوگوں میں ایک شخص خالد بن ہوذہ بھی تھا جو اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مدینہ پہنچا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اعتراف حق کیا۔

خالد کا تعلق قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ بنو ربیعہ سے تھا۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت خالد کو ایک جاگیر بھی عطا کی تھی جس کی تحریر مورخین نے درج کی ہے ۔اسی موقع پہ حضرت خالد کے بیٹے حضرت عداء بن خالد نے نبی اکرمﷺ کے ساتھ کچھ خرید و فروخت بھی کی۔اس لیے کہ مورخین نے حضرت عداء بن خالد اور آنحضرت محمدﷺ کے مابین ہونے والی اس بیع کا احوال درج کیا ہے کسی کسی نے بیع نامہ بھی درج کیا ہے۔صحابہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عداء بن خالد نے اس بیع نامہ کو ہمیشہ اپنے پاس رکھا۔

⌘⌘⌘

بنو ہلال کا وفد

فتح مکہ کے بعد بنو ہلال کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا اِس وفد کی قیادت قبیلہ بنو ہلال کا ایک سن رسیدہ شخص کر رہا تھا جس کا نام قبیصہ بن مخارق بیان کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ فتح مکہ کے بعد اہل عرب کے وفود کا ایک ہجوم تھا جس کے غبار سے شہر مدینہ کی گلیاں اٹی رہتی تھیں۔ لوگ شوق اور محبت سے بغیر کسی لالچ اور ہوس کے اسلام کی طرف راغب ہو رہے تھے اس لیے کہ اللہ نے اُن کے دل بدل دے دیئے تھے اور اب وہ ہدایت کے رستوں کے مسافر تھے۔

جب بنو ربیعہ کا وفد اترا تو نبی اکرم ﷺ نے اُن کے قائد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم اس وقت آئے ہو جب تمھاری ہڈیاں پتلی ہو گئیں ہیں اور تجھے موت کی آہٹ سنائی دینے لگی ہے۔

قبیص بن مخارق نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ؛

آپ نے درست فرمایا ہے اب مجھ میں چلنے کی سکت نہیں رہی میری عمر اس قدر زیادہ ہو گئی ہے کہ لوگ مجھے ذلیل و محتاج تصور کرنے لگے ہیں اس لیے یا رسول اللہ مجھے درست مگر مختصر نصیحت فرمائیں جس سے میں نجات پا سکوں کیونکہ اس عمر میں اب زیادہ باتیں مجھے یاد نہیں رہتیں۔

قبیص بن مخارق نے نبی اکرم ﷺ سے مزید فرمایا؛

میں اپنی قوم کے بہت سے معاملات کا ذمہ دار ہوں جس کے باعث مجھ پہ کچھ قرض ہے اسے

ادا کرنے میں میری مدد فرمائیں۔

نبی اکرمﷺ نے اُن سے فرمایا؛

کچھ دیر رُک جاؤ تمھارا قرض ادا کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد رسول اکرمﷺ نے قبیصہ بن مخارق کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا؛

سوال کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے زیبا ہے۔

ایک وہ جو مقروض ہو۔

دوسرا وہ جس کا سب کچھ ضائع ہو چکا ہو۔

اور تیسرا وہ جو فاقہ کش ہو۔

اِن تین لوگوں کے سوا کسی اور کے لیے سوال کرنا جائز نہیں۔

اسی وفد میں آنحضرت محمدﷺ کی زوجہ حضرت میمونہ بنت حارث کے بھانجے بھی شامل تھے جن کا نام زید بیان کیا گیا ہے۔

⌘⌘⌘

بنو قشیر کا وفد

دربارِ رسالت میں اب ہر وقت ملک عرب سے آنے والے قافلے اترتے رہتے تھے اُن کی آنکھوں میں صدیوں کی پیاس تھی کہ طویل مدت سے وہ راہ حق سے بچھڑے ہوئے تھے۔اُن کے چہروں پہ اگرچہ سفر کی دھول تھی مگر اُن کے دلوں کی دھڑکن اِک نئے عزم کا پتا دیتی تھی۔وہ اپنے ماضی سے ہر رشتہ توڑ دینا چاہتے تھے اُن کو اپنا مستقبل ہر چیز سے عزیز تر تھا۔وہ پیام حق تک پہنچ چکے تھے اور اُن کی مثال اُس پیاسے کی مانند تھی جو ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں کی طرف رواں ہو۔

ابن سعد نے لکھا کہ بنو ہوازن کی شکست کے بعد قبیلہ قشیر کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن کے سربراہ کا نام قرۃ بن ہبیرہ بیان کیا گیا ہے۔

قرۃ نے عرض کی اے اللہ کے رسول؛

ہم جاہل تھے ہم نے مٹی اور پتھر کے بت بنا رکھے تھے اُن میں کچھ مونث تھے کچھ مذکر ہم اُن کو پکارتے مگر کچھ حاصل نہ ہوتا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پہ رحم فرمایا اور آپ ﷺ کو ہمارے درمیان مبعوث فرمایا اے اللہ کے رسول ہم آپ پہ ایمان لاتے ہیں۔رسول اکرم ﷺ قرۃ کے اس بیان سے بہت خوش ہوئے اور انھیں اپنی چادر عطا فرمائی۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی وفد میں شامل ایک شخص ثور بن عزرہ کو وادئ عتیق میں جمام اور اسد کے

علاقے بطور جاگیر عطا فرمائے۔

⌘⌘⌘

8 ہجری، بمطابق ...8 مئی 629ء تا 28 اپریل 629ء

۸ ہجری، متفرقات

نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا آخری مرحلہ جاری تھا عرب بھر میں اسلام کا جھنڈا سر بلند ہو چکا تھا اور خطے کی تمام قابل ذکر طاقتیں اسلام کی طاقت کے سامنے سرنگوں ہو چکی تھیں۔ خیبر کے یہودیوں کی تذلیل کے بعد قریش کا سرنگوں ہونا اور بنو ہوازن کا میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنا اس بات کا ثبوت تھا کہ خطہ عرب کا دین اب اسلام ہو گا اور کوئی دوسرا نظریہ زیست اب تسلیم نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ خطے میں تبدیلیوں کی رفتار بے پناہ تیز تھی جس کے بہاؤ میں عرب کا پورا سماجی معاشی سیاسی اور عقائدی ڈھانچہ ہل کے رہ گیا تھا اور لوگ اس نئی صورت حال میں اپنے میلانات کا رخ متعین کرنے میں مصروف تھے۔ ہم نے شرح و بسط کے ساتھ آٹھ ہجری کے حالات بیان کر دیئے ہیں تاہم چند وہ باتیں جن کا تذکرہ رہ گیا تھا یہاں اُن کا اعادہ کیا جا رہا ہے اللہ ہماری راہنمائی اور مدد فرمائے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت ابراہیم کی پیدائش

مورخین اس بات پہ متفق ہیں کہ اسی سال یعنی آٹھ ہجری میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمدﷺکو بیٹے کی خوشی سے نوازا۔ اُم المومنین حضرت ماریہ قبطیہ نے آپﷺ کے بیٹے کو جنم دیا نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس بیٹے کا نام اپنے آباء کے نام پہ ابراہیم رکھا۔

ابراہیم نے اٹھارہ ماہ کی عمر میں دس ہجری کو انتقال فرمایا۔

بہت سی متواتر روایات اس بات کا پتا دیتی ہیں کہ نبی پاک ﷺکو اپنے بیٹے ابراہیم سے بہت محبت تھی اور آپﷺ نے اپنے بیٹے کو جی بھر کے پیار کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت محمدﷺتو دوسروں کے بچوں سے بھی بہت محبت کرتے تھے جبکہ حضرت ابراہیم تو آپ ﷺکا اپنا خون تھا۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺمسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺکے غلام ابورافع حاضر ہوئے اور آپﷺکو ابراہیم کی ولادت کی اطلاع کی۔ آپﷺ بہت خوش ہوئے اور فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنے اس غلام کو بہت پہلے آزاد کر چکے تھے۔ جب ابوواقع نے نبی اکرمﷺکو یہ خوشخبری سنائی تو آپﷺ نے ابورافع کو انعام کے طور پہ ایک غلام عطا فرمایا۔ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم کی ولادت کے موقع پر دایہ کے فرائض حضرت ابورافع کی بیوی حضرت سلمیٰ نے ادا کیے۔ نبی اکرم ﷺ نے سات روز بعد حضرت ابراہیم کی پیدائش کی خوشی میں دو مینڈھے ذبح کیے اور لوگوں کو اُن کا گوشت کھلایا۔ اسی روز

حضرت ابراہیم کے بال اتارے گئے ۔ بنی بیاضہ کے ایک غلام ابو ہند بیاضی نے حضرت ابراہیم کے بال اتارے۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی نیز فرمایا اِن بالوں کو کہیں دفن کردو۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم کی رضاعت کے لیے بنو مازن کی ایک عورت بردہ خولہ بنت منذر کو منتخب کیا اور انھیں کھجوروں کا ایک باغ عطا فرمایا۔

⌘⌘⌘

حضرت زینب کا انتقال

آٹھ ہجری کو نبی اکرم ﷺ کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینبؓ بنت محمد ﷺ نے انتقال فرمایا۔ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیٹے سے نوازا جس کا نام قاسمؓ رکھا گیا۔ قاسمؓ پاؤں پاؤں چلتے تھے جب انھوں نے انتقال فرمایا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کے ہاں عبداللہ کی خوشی آئی۔ مگر یہ خوشی بھی مختصر ثابت ہوئی اور حضرت عبداللہؓ نے نہایت چھوٹی عمر میں وفات پائی۔ اس کے بعد جب آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح کیے پانچ سال ہونے کو آئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیٹی کی خوشی سے نوازا اور حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کو نبوت عطا کی گئی تو حضرت زینبؓ کی عمر دس سال تھی۔ آنحضرت محمد ﷺ کی دعوت پہ جب حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا تو آپ کی بیٹی حضرت زینبؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قدیم السلام تھیں حضرت زینبؓ کی شادی حضرت خدیجہؓ نے اپنی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے حضرت ابولعاص بن ربیع سے کی جو شہر مکہ کے ایک متمول اور باعزت خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بعثت کے بعد جب اہل قریش نے آپ ﷺ کے ساتھ عداوت کی انتہا کر دی تب حضرت زینبؓ آپ ﷺ کو دلاسا دیا کرتیں تھیں قریش کی شدید عداوت کے باوجود حضرت زینبؓ کے شوہر آنحضرت محمد ﷺ کی محبت کا دم بھرتے رہے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک بڑے دکھ سے بچایا اس لیے کہ انھوں نے

قریش کے بے پناہ دباؤ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی بیوی کو خود سے الگ کرنے پہ آمادہ نہ ہوئے۔

حالانکہ قریش نے اُن سے کہا تھا کہ وہ محمد ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دیں بدلے میں وہ قریش کی کسی بھی لڑکی کی طرف اشارہ کریں وہ اُن کے نکاح میں دے دی جائے گی۔ مگر حضرت ابو العاص بن الربیع ایک نہایت سلجھے ہوئے اور شریف آدمی تھے اس لیے انھوں نے قریش کی اس بات کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ حضرت زینبؓ نے آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی چونکہ اُن کے شوہر ابولعاص بن الربیع نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا اس لیے وہ مدینہ میں آنحضرت محمد ﷺ کے پاس رہتی رہیں۔ تاہم چھ ہجری میں جب حضرت ابولعاص بن ربیع نے اسلام قبول کر لیا تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت زینبؓ کو اُن کے حوالے کر دیا اور اُن کے نکاح کی تجدید نہ کی۔ آٹھ ہجری میں حضرت زینبؓ نے انتقال فرمایا انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

⌘⌘⌘

فاطمہ بنت ضحاک

بنو کنانہ کی ایک عورت تھی یا بعض مورخین کے مطابق بنو کندہ کی ایک عورت تھی جس کے باپ کا نام ضحاک تھا۔ "**مدارج النبوۃ**" میں لکھا ہے کہ ذیقعدہ آٹھ ہجری میں رسول اللہﷺ نے اس عورت فاطمہ بنت ضحاک سے نکاح کیا۔ جب آپﷺ خلوت کے لیے اُس عورت کے خیمے میں تشریف لے گئے تو اُس نے عورت نے آپﷺ کو منع کر دیا اور کہا میں آپ سے علیحدگی اختیار کرنا چاہتی ہوں ۔ نبی اکرمﷺ اُس کے خیمے سے تشریف لے آئے اور فرمایا اپنے خاندان میں چلی جاؤ۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ اُس عورت کو اُس کی سہیلیوں نے ورغلایا کہ رسول اللہﷺ نے تمھارے باپ کو قتل کرا دیا تھا تم اُن سے علیحدہ ہو جاؤ تو اُس عورت نے نبی اکرمﷺ کا ساتھ قبول نہ کیا۔ بعض صحابہ نے بیان کیا کہ انھوں نے اس بدنصیب عورت کو حضرت امیر معاویہ کے عہد میں بہت ہی بری حالت میں دیکھا تھا کہ وہ لوگوں کے جانوروں کی مینگنیاں چن رہی تھی۔ لوگوں نے اُس پوچھا کہ تم کون ہو تو اُس نے جواب دیا میں ہی وہ بد بخت عورت ہوں جس نے اللہ کے رسول کے بدلے دنیا کو ترجیح دی۔

⌘⌘⌘

مختصر، مختصر

بیان کیا گیا ہے کہ آٹھ ہجری میں شاہ غسان حارث بن ابی شمر غسانی کا انتقال ہوا۔اسی بد بخت نے رسول اللہﷺ کے قاصد کو شہید کیا تھا جس کی وجہ سے جنگ موتہ وقوع پذیر ہوئی۔حالت کفر میں جہنم کی طرف روانہ ہوا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سال ایران کے بادشاہ کسریٰ ایران کا انتقال ہوا تو اہل ایران نے ایک عورت بوران بنت کسریٰ کو اپنا حکمران چن لیا جس پہ نبی اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا جس قوم نے عورت کو اپنا سربراہ بنایا اُس کے لیے کوئی فلاح نہیں۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت سہیل بن بیضاء کا انتقال بھی آٹھ ہجری میں ہوا۔وہ ابتدائی طور پہ اسلام لانے والوں میں شامل تھے اگرچہ بے پناہ خاندانی دباؤ کی وجہ سے انھوں نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ غزوہ بدر کے موقع پر قریش انھیں زبردستی اپنے ساتھ لے آئے تھے جنگ کے بعد وہ مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے۔حضرت سہیل بن بیضاء نے رسول اللہﷺ سے ملاقات کی خواہش کی

اورآپﷺکو بتایا کہ وہ مسلمان ہے۔نبی اکرمﷺنے فرمایا گواہ پیش کروتو حضرت عبداللہ بن مسعود نے گواہی دی کہ انھوں نے اس کو مکہ میں نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔چنانچہ نبی اکرمﷺنے اُن کو رہا کردیا۔آٹھ ہجری میں انھوں نے مدینہ میں انتقال فرمایا تو نبی اکرمﷺنے مسجد نبوی میں اُن کو نماز جنازہ خود پڑھائی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

آٹھ ہجری میں ہی یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی نے وفات پائی نبی اکرمﷺکی دعوت پر اُس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سال اٹھ ہجری میں حضرت عمر کے ہاں بیٹا ہوا،جس کا نام عاصم بن فاروق کھا گیا۔یہ بہت ہی نیک اور بابرکت لڑکا تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز انھی کی نسل سے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سال حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب پیدا ہوئے۔اُن کا لقب ببّہ تھا انھوں نے رسول اللہﷺکا کچھ زمانہ پایا اُن کے والد حارث بھی صحابی تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

غزوہ حنین کے دنوں میں حضرت عائذ اللہ بن عبداللہ بن عمر خیلانی کی ولادت ہوئی اُن کی کنیت ابوادریس تھی۔تابعی تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے ملک شام میں اُن کے علم شہرہ تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

غزوہ طائف کے دوران نبی اکرمﷺ ایک قبر کے قریب سے گزرے تو صحابہ کو بتایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہے جو قبیلہ بنو ثقیف کا جدِ اعلیٰ تھا۔ابو رغال نے ابرہہ کو شہر مکہ کی راہ دکھائی تھی اس لیے عرب ہمیشہ اُس پر لعنت کرتے رہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سال نبی اکرمﷺ کے قاصد کے پیغام کے جواب میں بحرین کے حکمران منذر بن ساوی رسول اللہﷺ پر ایمان لے آئے اور نبی اکرمﷺ کے خط کا جواب محبت سے دیا۔نبی اکرمﷺ نے اُن کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

⌘⌘⌘

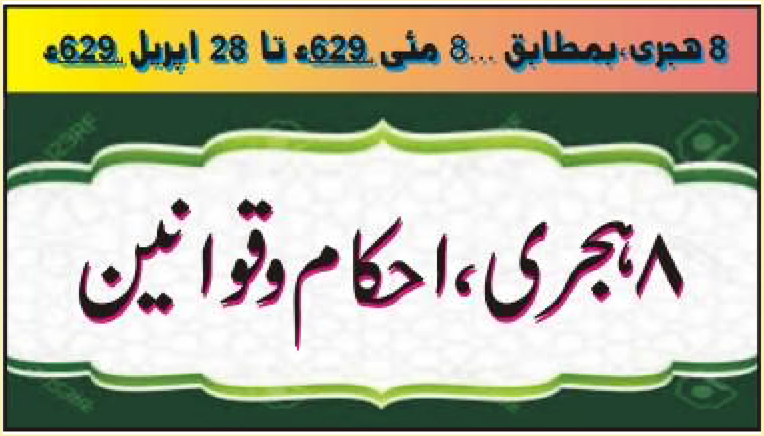

جب آٹھ ہجری کا سورج طلوع ہوا تو خطہ عرب کا رنگ ڈھنگ اور تھا مگر جب یہ سال ڈھلا تو خطہ عرب اسلام کے مہیب اور طاقتور سائے تلے لرزاں وترساں تھا مکہ فتح ہو چکا تھا۔بنو ہوازن کو بد ترین شکست سے دوچار کردیا گیا تھا۔قریش نے اسلام قبول کرلیا تھا جس کے نتیجے میں عرب بھر کے قبائل دیوانہ وار اسلام کی طرف لپک رہے تھے اس دوران نزول قرآن کا سلسلہ بھی جاری رہا انسانوں کی راہنمائی کے لیے احکامات وقوانین اتارے جارہے تھے ہم یہاں انھی احکامات وقوانین کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو آٹھ ہجری میں اتارے گئے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

قطعہ ید کی سزا

چوری غصب اور دوسروں کا حق مار لینا عربوں کا عام وطیرہ تھا۔طاقتور کمزور سے اُس کا حق چھین لیتا اور معاشرہ اس کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھاتا۔مزے کی بات تو یہ ہے کہ وہ اسے سرے سے جرم ہی تصور نہ کرتے تھے بلکہ اپنی غارت گری کو فخریہ بیان کرتے۔عربوں کے مشہور شاعروں جیسے کہ تابط شرا اور اعشی کا بیشتر کلام اُن کی غارت گری کے فخریہ کارناموں پہ ہی مشتمل ہے۔خطہ عرب میں چونکہ معروف معنوں میں ریاست کا کوئی تصور موجود نہ تھا اس لیے کسی کمزور قبیلے کے کسی شخص کے جان و مال اور آبرو کی ضمانت دینا مشکل تھا۔وہاں صرف طاقت کا قانون تھا۔اگر کسی کی حق تلفی ہوگئی ہے تو اگر اُس کا قبیلہ طاقتور ہے تب تو اُس کا حق لوٹا لیا جائے گا دوسری صورت میں اُس شخص کے لیے خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ مگر چوری اور استحصال کا یہ رویہ اسلامی تعلیمات کی ضد تھا اس لیے جب مکہ فتح ہوا اور مکہ سے مدینہ تک اکثر و بیشتر قبائل نے اسلام قبول کر لیا تب اسلامی ریاست میں امن و امان کی بحالی اور مساوات کے حقیقی تصور کو قائم کرنے کے لیے احکامات اتارے گئے۔چنانچہ قرآن حکیم میں سورۃ مائدہ میں چوری کی سزا سے متعلق آیات اتاریں گئیں ارشاد پاک ہے کہ؛

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ المآئدہ ۵ ؛ آیات ۳۷)

ترجمہ؛

"اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا ہے اللہ کی قدرت سب پہ غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

بیان کیا گیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ایک عورت نے چوری کا جرم کیا جس کا نام فاطمہ تھا تب سورۃ مائدہ کی یہ آیات نازل ہو چکی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا اس عورت کا ہاتھ کاٹ دو کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔ چونکہ اُس عورت کا تعلق ایک اہم خاندان سے تھا اس لیے لوگوں نے اس حکم کی تعمیل سے گریز کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جن سے رسول اللہ ﷺ بہت محبت کرتے تھے کو اُس عورت کی سفارش کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو آپ ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا اسامہ رضی اللہ عنہ تم مجھے اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کو توڑنے کی ترغیب دے رہے ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا لوگوں کو اکٹھا کرو۔

جب لوگ جمع ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا۔

"تم سے پہلے جو قومیں ہلاک ہوئیں تو اس کی وجہ یہی تھی کہ اگر اُن میں کوئی غریب جرم کرتا تو اُس کو سزا دی جاتی اور اگر اُن کا کوئی صاحب حیثیت شخص اُسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اُس کو معاف کر دیا جاتا خدا کی قسم اگر محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا"۔

چنانچہ اُس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

⌘⌘⌘

جوئے اور شراب کی حرمت

مورخین اس بات میں متفرق ہیں کہ شراب کی حرمت کا قطعی حکم کب نازل ہوا۔ اگرچہ تنبیہی احکامات اس سے قبل نازل ہو چکے تھے۔ چنانچہ آٹھ ہجری کے احکامات کے متعلق بھی کچھ روایات ہم تک پہنچی ہیں کہ شراب اور جوئے کی حرمت کے لیے سورۃ مائدہ کی یہ آیات آٹھ ہجری کو اتریں جس میں ایمان والوں کو شراب جوئے اور دیگر لغویات سے رُک جانے کا قطعی حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ؛

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

القرآن الحکیم (سورۃ المآئدہ ۵ ؛ آیات۹۰)

ترجمہ؛

”اے ایمان والو؛ یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانیاں ہیں اِن سے بچو تا کہ تم فلاح پاسکو۔

⌘⌘⌘

پانسا یا ازلام

اسلام سے قبل عربوں کا دین بہت سی خرافات اور جاہلیت کی عادات پہ مشتمل تھا جن میں ایک عادت پانسہ پھینکنے کی بھی تھی۔اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور وہ ہر معاملے میں انسان کو اپنی عقل استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے اس لیے اسلام پانسہ یا ازلام جیسی بری عادات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتا ہے۔عربوں نے بیت اللہ میں کچھ تیر رکھ چھوڑے تھے اس لیے عرب جب کسی کام کا ارادہ کرتے تو سب سے پہلے اِن تیروں کی طرف رجوع کرتے اور اُن سے راہنمائی حاصل کرتے۔اسلام نے اِن تمام امور کو لغو اور جاہلیت محض قرار دے دیا تھا۔چنانچہ شراب اور جوئے کی حرمت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا گیا کہ پانسہ یا جوئے کے اِن تیروں سے بھی بچو تا کہ فلاح پا سکو اور اُن آیات کو درج کر دیا گیا ہے جن میں شراب جوئے اور پانسہ کے تیروں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

⌘⌘⌘

یکم محرم 9 ہجری بمطابق 28 اپریل 630ء

واقعہ ایلاء

غزوہ تبوک

وفود کی آمد

قافلہ حج کی روانگی

اُم کلثوم کی وفات

شاہ نجاشی کی وفات

فرضیت حج

اسباق تہذیب و اخلاق

سیرت المزمل ﷺ مدنی عہدِ رسالت

یکم محرم 9 ہجری، بمطابق 28 اپریل 630ء

واقعہ ایلاء

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمہ جہت مصروفیات سے مزین تھی فریضہ رسالت اس قدر اہم اور ثقیل تھا کہ زندگی میں کسی اور مصروفیت کی گنجائش ہی نہ تھی۔ چنانچہ عام طور پہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی فقر و فاقہ سے مزین تھی۔ اگرچہ آپ ﷺ نے آسودگی بھی دیکھی تھی مگر عموماً آپ ﷺ کے حالات عسرت و تنگدستی میں گزرتے تھے۔ مگر یہ غربت دراصل اُن معنوں میں غربت نہ تھی جس کو بے بسی اور لاچاری سے تعبیر کیا جاتا ہے بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا اختیاری فعل تھا اور رسول اللہ ﷺ کی عسرت کے کیا کہنے کہ شاہ عالم اُس کی خواہش کریں۔ روایات میں آتا ہے کہ جب اہل مکہ نے نبی اکرم ﷺ کو اُن کی غربت اور تنگ دستی کا طعنہ دیا تو حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ کو پیش کش کی اگر آپ حکم کریں تو میں وادیٔ مکہ کے پہاڑ سونے کے بنا دوں اور آپ انھیں جس طرح چاہیں خرچ کریں مگر نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرائیل کی اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی عمومی زندگی کے بارے میں عام طور پہ جو روایات ملتی ہیں اُن میں دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کا عنصر غالب نظر

آتا ہے۔ بیان کیا گیا کہ دو دو ماہ تک رسول اللہ ﷺ کے گھر میں چولہا تک نہ جلتا تھا بلکہ رسول اکرم ﷺ کی اہل و ازواج صرف دودھ اور کھجور پہ گزر بسر کرتی تھیں بعض محدثین نے یہ تک کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مدت العمر تک پیٹ بھر کے دو وقت کا کھانا میسر نہ ہوا تھا۔

فتح خیبر، فتح مکہ اور بنو ہوازن کی شکست کے بعد اب عام مسلمانوں کے دن بدل چکے تھے اور اُن کی غربت کسی قدر دور ہو چکی تھی اُن کے گھروں میں چولہا جلتا تھا اور کھانے پکتے تھے مگر خود رسول اللہ ﷺ کے گھر کی حالت وہی پہلے جیسی تھی اور حالات میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔ تب ازواج مطہرات کے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلے میں بات کی اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی کہ گھر کے معاملات اور مشکلات کا ذکر بیوی اپنے شوہر سے کرے۔ تاہم اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی ازواج کو ایمان و یقین کی اُس ارفع حالت پہ دیکھنا چاہتا تھا جو مطلوب معیار کے عین مطابق ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کا مطالبہ رد کر دیا اور اُن کو تنبیہ بھی کی۔

اتنی سی بات تھی مگر لوگوں نے افسانہ بنا دیا۔ اس واقعے سے متصل کچھ ضعیف الاسناد روایات کی بنا پہ مستشرقین نے ایک بلند و بالا عمارت تعمیر کر دی جس کی ہر دیوار ظن و گمان پہ کھڑی تھی اور اُس کی بنیاد میں وہ حسد تھا جو ہر زمانے کے اہل علم نے اسلام کے بارے میں اپنے دل میں محسوس کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کا صاحب دانش طبقہ ہمیشہ سے اس بات کی فکر میں رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی سے کچھ ایسی باتیں اخذ کر سکیں جس کی بنا پہ وہ آئینے جیسی اجلی رسول اللہ ﷺ کی زندگی پہ کچھ موہوم دھبے ڈال سکیں مگر گزرے چودہ سو چونتیس سال میں اُن کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی اور وہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبے نوچ کے رہ گئے ہیں۔

آج کا مستشرق یہ سمجھتا ہے کہ وہ جدید ٹیکنالوجی سے کام لے کر مسلمانوں کے بنیادی افکار میں تبدیلی کر سکتا ہے اور آئے دن وہ ایسی کوششیں کرتے بھی رہے ہیں مگر اُن کی راہ میں قرآن ہے رسول اللہ ﷺ کی اجلی زندگی کا ہر ہر پل ہے جو مسلمانوں کے لیے چراغ راہ ہے اور مستشرق کے لیے سوہانِ

روح۔ چنانچہ واقعہ ایلا کو بنیاد بنا کر مستشرقین نے جو افسانے گھڑے ہیں اُن کا اخلاقی معیار ہی اس قدر پست ہے کہ اُن کی نسبت کسی عام شخص کی طرف کرنی ہو تب بھی سو بار سوچا جائے گا جبکہ اُن بد بختوں نے اُن کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے اس لیے ہم انھیں اس قابل نہیں سمجھتے کہ اس سے زیادہ اُن کا تذکرہ کیا جائے۔ نو ہجری کے اوائل میں جب یہ بات پیش آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں سے فاصلہ کیا تو اُس وقت ایک ہی طرز کی کئی ایسی باتیں ہوئیں جن کو مستشرقین نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے کہ قاری یہ سمجھے کہ رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی ہمیشہ ایسی ہی ابتری اور بے چینی کا شکار رہی تھی اگر چہ صورت حال اس سے برعکس تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اعلیٰ خاندانوں سے تھیں اور تہذیب و معاشرت کی تمام باتوں سے خوب اچھی طرح آگاہ تھیں اُن کے کردار اور اخلاق کی گواہی تو زمین و آسمان تک دینے کے لیے تیار ہیں۔

شرفِ صحبت نے اگر چہ رسول اکرم ﷺ کی بیویوں کو ممتاز صفات سے متصف کر دیا تھا اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ ہی کی طرح دنیا کو کچھ زیادہ اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھیں تاہم جب اُن سے کم تر درجے کی عورتوں کے حالات بدلے تو اُن کی عادت بشری نے ازواج مطہرات کو اس بات کی طرف متوجہ کیا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ رسالت تو رسول اللہ ﷺ کو عطا کی گئی تھی اور اس کی ذمہ داری میں دوسرا کوئی شریک بھی نہ تھا اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کی بیویوں نے ہمیشہ آپ ﷺ کی دلجوئی کی تھی آپ کی حوصلہ افزائی کی تھی اور اپنی تمام خوشیوں اور خواہشوں کو رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے تابع کر دیا تھا اگر چہ وہ اس بات کی مکلّف نہ تھیں۔ وہ اعلیٰ اور امیر گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں مگر رسول اللہ ﷺ کی غربت اور تنگدستی پہ انھیں کبھی کوئی اعتراض نہ تھا اور وہ اس بات پہ خوش اور مطمئن تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا انتخاب رسول اکرم ﷺ کے لیے کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں امیر گھرانوں سے متعلق تھیں جیسا کہ حضرت اُم حبیبہؓ حضرت ابوسفیان سردار قریش کی بیٹی تھیں تو حضرت جویریہؓ قبیلہ بنی مصطلق کے رئیس اعلیٰ کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ یہودیوں کے سردار حیَّ کی بیٹی تھیں جو خیبر کا رئیس اعظم تھا اور حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحب زادی تھیں جو شہر مکہ کے ایک متمول تاجر تھے

اور حضرت حفصہؓ تھیں جو فاروق اعظم کی صاحبزادی تھیں۔ چنانچہ جب ازواج مطہرات نے دیکھا کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھ گیا ہے اور اس قدر مال غنیمت شہر میں پہنچ رہا ہے کہ نادار لوگوں کے چہرے بھی خوشی سے کھل اٹھے ہیں۔ تب ازواج مطہرات نے سوچا کہ جو مال مسلمانوں کی ملک میں آ چکا اُس کا ادنیٰ سا حصہ بھی اُن کی آرام وراحت کے لیے کافی ہوگا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی۔ مورخین نے دراصل اس ضمن میں تین واقعات کو بیان کیا ہے جن کی ترتیب ہی واقعے کی اصل صورت کو واضح کرتی ہے ہمارے خیال میں ازواج مطہرات نے جب رسول اللہ ﷺ سے نان و نفقہ میں اضافے کا مطالبہ کیا تو اس سے قبل شہد کو خود پہ حرام کرنے اور حضرت حفصہؓ سے ایک راز کہنے والے واقعات پیش آ چکے تھے کیونکہ تاریخی آثار وشواہد اسی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ امام بخاری اور مسلم نے اپنی صحاح میں جو روایات درج کی ہیں اُن کو سمجھنے کے نتیجے میں جو بات ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ؛

کئی دن ایسے گزرے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھنے لگے جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت زینبؓ کے پاس کہیں سے شہد کا ایک برتن آ گیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو چونکہ شہد بہت پسند تھا اس لیے جب آپ ﷺ تشریف لاتے تو حضرت زینبؓ وہ برتن نکال کے رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیتیں اور رسول اللہ ﷺ باتیں کرتے رہتے اور شہد کھاتے رہتے جس کی وجہ سے کئی دنوں سے وہ حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھنے لگے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی دوسری بیویوں نے اس تبدیلی کو محسوس کر لیا مگر وہ نہیں جانتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حضرت زینبؓ کے پاس زیادہ وقت گزارنے کی وجہ کیا تھی تاہم جب انھوں نے کھوج کریدی تو شہد کے برتن والی بات سے آگاہ ہو گئیں اور وہ اس بات سے تو پہلے ہی آگاہ تھیں کہ رسول اللہ ﷺ کو شہد نہایت مرغوب ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت حفصہؓ سے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ اُن کے گھر آئیں تو اُن سے کہنا آپ کے منہ سے مغافیر کی مہک آ رہی ہے جو ایک ناگوار مہک ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت حفصہؓ نے ایسا کہہ دیا۔

اس کے بعد رسول اکرمﷺ حضرت عائشہؓ کی طرف تشریف لے گئے تو حضرت عائشہؓ نے بھی ایسی ہی شکایت کی۔

تب رسول اکرمﷺ نے قسم کھالی کہ آئندہ وہ شہد استعمال نہ کریں گے۔

تاہم رسول اللہﷺ کا یہ فیصلہ چونکہ اقتضائے الٰہی کے خلاف تھا کہ اس طرح رسول اللہﷺ کی ساری امت شہد سے محروم رہ جاتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ تحریم میں قرآن حکیم کی یہ آیات اتاریں جس میں رسول اللہﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اس قسم کا کفارہ ادا کریں اور اپنے بیان سے رجوع کریں۔

يَآ يُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ O قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَولٰكُم وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ O

القرآن الحکیم (سورۃ التحریم ٦٦ ؛ آيات ١)

ترجمہ؛

”اے نبی؛ تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہے (کیا اس لیے کہ) تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو؟ اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اللہ تمھارا مولیٰ ہے اور وہ علیم و حکیم ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اس کے بعد انھی دنوں میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ رسول اللہﷺ نے اپنی ایک بیوی یعنی حضرت حفصہؓ کو راز کی ایک بات بتائی اور تاکید کی کہ وہ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہ کریں مگر حضرت حفصہؓ اس

راز کی حفاظت نہ کرسکیں اور انھوں نے اس بات کو حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے آگاہ کر دیا کہ حفصہؓ اُس راز کی حفاظت نہیں کرسکیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے اس بات کا شکوہ کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے راز کو افشا کر دیا ہے۔ حضرت حفصہؓ بہت حیران تھیں انھوں نے سوچا شاید حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا ہو مگر حقیقت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس حقیقت سے آگاہ فرمایا تھا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے بھی حضرت حفصہؓ کی غلط فہمی دور فرمادی اور اُن کو بتادیا کہ اُن کی اس حرکت کی خبر اُن کو اللہ تعالیٰ نے پہنچائی ہے۔

چنانچہ تب قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَھَا بِہٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ ھٰذَا قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ O

القرآن الحکیم (سورۃ التحریم ٦٦ : آیات ٢)

ترجمہ؛

”اور جب کہ پیغمبر نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور انھوں نے فاش کر دی اور خدا نے پیغمبر کو اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے اس کا کچھ حصہ اُن سے کہا اور کچھ کو چھوڑ دیا پھر جب اُن سے کہا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ تو آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کو بتایا کہ میرے اللہ نے مجھے اس بات سے آگاہ کیا ہے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

تب شکر رنجیاں بڑھ گئی تھیں اور غالباً انھی دنوں حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں نے مشترکہ طور

پہ ساری بیویوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پہ زور ڈالا کہ وہ اُن کے نان نفقہ میں اضافہ کریں جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے بالا خانے میں تنہا نشینی اختیار کر لی۔ نبی اکرم ﷺ کو اپنی بیویوں کی یہ بات پسند نہ آئی تھی کہ وہ آخرت کے بدلے دنیا کو ترجیح دیں۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے خیالات ہی کی ترجمانی میں قرآن حکیم کی یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ التحریم ٦٦ ؛ آیات ٢)

ترجمہ؛

”اگر تم دونوں (یعنی عائشہ اور حفصہ) خدا کی طرف رجوع کرو تو تمھارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر اُن کے (رسول اللہ ﷺ) مقابلے میں اتحاد کرو تو خدا اور جبرائیل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد اللہ کے تمام فرشتے رسول اللہ کے مددگار ہیں“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

انھی دنوں نبی اکرم ﷺ الظرب نامی گھوڑے کی پشت سے گر پڑے تھے جس سے رسول اللہ ﷺ کی ٹانگ اور پشت میں زخم آئے تھے۔ دوسری طرف چونکہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی بیویوں کی یہ بات بری لگی تھی کہ اُن کے نان و نفقہ میں اضافہ کیا جائے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے پہ بنے بالا خانے پہ گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی جس سے صحابہ کو یہ اشتباہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ اگر چہ یہ بات درست نہ تھی اس واقعے کی زیادہ تر تفصیلات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اُس روایات سے دستیاب ہوئی ہیں جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت عمر سے روایت کیا ہے ہم اس طویل روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح سے درج کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ انصار مدینہ کی عورتیں اُن پہ غالب ہیں اور اُن کی باتوں کا جواب دیتی ہیں جبکہ ہم یعنی مہاجرین مکہ اپنی عورتوں پہ غالب تھے اور ہماری عورتوں کی جرأت نہ تھی کہ وہ ہماری باتوں کا جواب دیں۔ پھر ہماری عورتوں کا اہل مدینہ کی عورتوں سے میل جول بڑھا تو انھوں نے بھی اُن تقلید کی میں ہم کو جواب دینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی کو کسی بات پہ ڈانٹا تو اُس نے مجھے پلٹ کے جواب دیا میں نے اُس سے کہا تم اپنے شوہر کو یوں جواب دیتی ہو۔ میری بیوی نے کہا تم کیا ہو رسول اللہ ﷺ کی بیویاں بھی اُن کو اسی طرح جواب دیتی ہیں بلکہ دن دن بھر رسول اللہ ﷺ سے روٹھی رہتی ہیں۔ میں نے جب یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں اُن سے سارا دن روٹھی رہتی ہیں تو میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کی طرف گیا اور اپنی بیٹی حفصہ سے پوچھا؟ کیا یہ بات درست ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو جواب دیتی ہو اور دن بھر اُن سے روٹھی رہتی ہو۔ حفصہ نے اس بات کا اقرار کیا تو میں نے کہا تجھے خیال نہیں آتا کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔ بخدا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرا خیال کرتے ہیں ورنہ کب سے تمھیں طلاق دے چکے ہوتے۔ اس کے بعد میں حفصہ کے حجرے سے نکلا تو میں نے حضرت اُم سلمہ کو پایا جو رسول اللہ ﷺ کی بیوی تھیں میں نے اُن سے بھی وہی کہا جو اپنی بیٹی سے کہا تھا مگر حضرت اُم سلمہ برا مان گئیں اور کہا؛ اے عمر؛ تم ہر معاملے میں دخل دیتے ہو حتیٰ کہ اب تم رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے ہو۔ اور میں چپ ہو رہا۔ اُن دنوں میں مدینہ سے باہر ایک ملحق آبادی میں رہائش پذیر تھا میرا ہمسایہ ایک انصاری شخص تھا جس کا نام اوس بن خولہ (یا عتبان بن مالک) تھا ہمارا معمول یہ تھا کہ ایک دن وہ مدینے جاتا اور دوسرے دن میں مدینے جاتا اور ہم ایک دوسرے کو مدینے کے حالات سے باخبر رکھتے۔ یعنی ایک دن میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا اور دوسرے دن اوس بن خولہ مدینے جاتا اور میں اپنی رہاش گاہ پہ ہی مقیم رہتا۔ ایک رات جب اوس بن خولہ مدینہ گیا ہوا تھا تب رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی جب کسی نے میرا

دروازہ زور زور سے کھٹکھٹایا۔میں گھبرا کے اٹھا اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ میرا ہمسایہ سامنے کھڑا ہے اُس نے کہا؛عمر غضب ہوگیا ہے۔میں نے اُس سے کہا؛ کیا غسانی مدینہ پہ چڑھ آئے ہیں۔اُس نے کہا؛اس سے بھی بڑا واقعہ ہوگیا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے اور میں اس خبر سے کانپ کے رہ گیا۔میں مدینہ کی طرف روانہ ہوگیا مسجد نبوی میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے نماز ادا کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کسی سے بات تک نہیں کی اور بالا خانے میں تشریف لے گئے اور تنہا ہی بیٹھ رہے۔میں حفصہ کے پاس آیا تو وہ رو رہی تھی میں نے اُس سے کہا میں نے تمھیں پہلے ہی کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو جواب مت دیا کر و اب بیٹھی روتی رہو ۔میرے دل کو قرار نہ تھا میں حفصہ کے پاس سے اٹھ آیا اور مسجد میں آ بیٹھا اور مسجد میں بیٹھے تمام صحابہ رو رہے تھے میں اُن کے پاس بیٹھ گیا مگر میرے دل کو کہیں قرار نہ تھا اس لیے میں رسول اللہ ﷺ کے حجرے کی طرف گیا اور رسول اللہ ﷺ کے خاص خادم رباح سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے میرے لیے ملاقات کی اجازت لو۔وہ چپ رہا اور اُس نے کوئی جواب نہ دیا میں سمجھ گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مجھے ملنے کی اجازت نہیں ہے میں پھر مسجد کی طرف چل دیا۔اس کے بعد کچھ وقت گزرا تو میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کے خادم خاص سے کہا؛اطلاع کرو عمر ملنا چاہتا ہے مگر آنخضرت محمد ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا میں پھر واپس چلا آیا مگر مجھے کسی پل قرار نہ تھا ایک سوچ میرے ذہن میں آئی اور میں پھر رسول اللہ ﷺ کے بالا خانے کے نیچے جا پہنچا اور رباح سے کہا؛ رسول اللہ ﷺ شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اُن سے حفصہ کی سفارش کرنے آیا ہوں حالانکہ خدا کی قسم ایسی کوئی بات نہیں ہے رسول اللہ ﷺ سے کہو اگر وہ اجازت دیں تو میں حفصہ کا سر کاٹ کے لے آؤں۔اب کی بار رسول اللہ ﷺ نے مجھے ملاقات کی اجازت دے دی میں بالا خانے میں داخل ہوا اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک کھردری چارپائی پہ لیٹے ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ کی پشت پہ بان کے نشانات پڑ چکے ہیں حجرے کے ایک کونے میں کھونٹی پہ کسی جانور کی بوسیدہ کھال ٹنگی تھی ایک طرف مٹھی بھر جو تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو میں رونے لگا

۔آنحضرت محمدﷺ نے مجھ سے پوچھا عمر کیوں رو رہے ہو۔میں نے کہا؛ یارسول اللہﷺاس سے بڑھ کے رونے کا اور کون سا موقع ہوگا کہ قیصر وکسریٰ تو اپنے محلات میں موجیں اڑائیں اور اللہ کا رسول اس کسمپرسی کی حالت میں رہے۔نبی اکرمﷺمیری بات سمجھ گئے اور ہلکے سے مسکراتے ہوئے فرمایا؛عمر کیا تم اس پہ راضی نہیں ہو کہ قیصر وکسریٰ دنیا لے لیں اور ہم آخرت۔

اس کے بعد میں نے رسول اللہﷺ سے پوچھا؟ یارسول اللہﷺ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟رسول اللہﷺ نے فرمایا؛نہیں

میں نے زور سے تکبیر کہی؛اللہ و اکبر

میں نے دریافت کیا یارسول اللہﷺکیا میں یہ بات صحابہ کو بتا دوں؟

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛ہاں [37*]

نبی اکرمﷺ اپنی بیویوں سے ایک ماہ تک جدا رہے اور اسی بالا خانے پہ مقیم رہے۔جب مہینے کے انتیس دن پورے ہوگئے تو نبی اکرمﷺ بالا خانے سے اتر آئے۔سب سے پہلے آپﷺحضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے کہ انھی کے حجرے پہ یہ بالا خانہ تھا جس میں نبی اکرمﷺایک ماہ تک قیام پذیر رہے تھے۔

حضرت عائشہ آپﷺکو دیکھ کے حیران رہ گئیں اور دریافت کیا یارسول اللہﷺآپ نے ایک مہینے تک گوشہ نشین رہنے کا ارادہ فرمایا تھا اور ابھی مہینہ پورا ہونے میں ایک دن باقی ہے؟

نبی اکرمﷺمسکرائے اور جواب دیا؛

مہینہ انتیس کا بھی تو ہوتا ہے۔

اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ازواج کے سامنے دو راستے پیش کیے کہ یا تو وہ دنیا کو چن لیں یا آخرت کو۔

اس سلسلے میں قرآن حکیم میں جو آیت نازل کی گئی اس کو آیت تخیر بھی کہا جاتا ہے سورۃ الاحزاب سے

ہم یہ آیت یہاں درج کررہے ہیں۔

ارشاد ہوا کہ؛

”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا○

القرآن الحکیم (سورۃ الاحزاب ۳۳ ؛ آیات ۲۸،۲۷)

ترجمہ؛

”اے نبی؛ اپنی بیویوں سے کہو اگر تم دنیا اور اُس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کردوں۔اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول اور دارِ آخرت کی طلبگار ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے اُن کے لیے عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرم ﷺ کے اس استفسار پہ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک پل کے لیے بھی سوچنا گوارا نہ کیا اور عرض کی۔یارسول اللہ ﷺ میں سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اُس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی سب بیویاں حاضر تھیں اور سب کا جواب وہی تھا جو حضرت عائشہ کا جواب تھا۔

اسی واقعے کو ایلا یا تخییر کہا جاتا ہے۔

اس کی جس قدر تفصیلات ہمیں مہیا ہو سکیں ہم نے عرض کردیں کچھ لوگوں نے اس واقعے پہ لمبے لمبے مباحث تحریر کیے ہیں جن سے اصل واقعہ تو نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور مولف کی تشریحات

باقی رہ جاتی ہیں ہم نے اس بات سے اعراض کیا ہے۔چنانچہ مورخین اور محدثین سے جو معتبر بات ہم تک پہنچی ہم نے اسے منتقل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی فرمائے اور ہماری غلطیوں کوتاہیوں کو نظر انداز فرمائے۔ آمین

⌘⌘⌘

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے قرآن اتارا مگر انسان نے اس کی طرف رجوع کرنے سے گریز کیا جس کی بنا پر دنیا کا چہرہ لہولہو ہے۔ دنیا کے کثیر لوگوں نے تو اس کتاب کا انکار کر دیا مگر جنھوں نے اقرار کیا اُنھوں نے اس سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے اسے اپنے فرقے اور مسلک کی ترویج کے لیے استعمال کیا۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔

محرم 9 ہجری، بمطابق ... اپریل 630ء تا 631ء

۹ ہجری، عسکری مہمات

خورشیدِ اسلام کی کرنوں سے خطہ عرب دمکنے لگا تھا مگر عربوں کے کئی گروہ تھے جن کے دلوں میں اب بھی اسلام کے خلاف عداوت موجود تھی اگرچہ اب اُن کی طاقت ٹوٹ چکی تھی وہ منتشر اور پراگندہ تھے۔ ریاست مدینہ کو اُن سے کوئی حقیقی خطرہ نہ تھا اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کی محبت یہ چاہتی تھی کہ اِن بدبختوں پہ بھی حقیقت کھل جائے اور وہ بھی اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں تلے آ جائیں۔ اس لیے نو ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے کئی گروہ دور صحرائے عرب کی وسعتوں میں اِن لوگوں کی طرف روانہ کیے جو اپنی قدیم جاہلیت پہ مصر تھے اور شیطان کے بہکاوے میں آئے ہوئے تھے۔ مورخین نے اِن مہمات کو فوجی مہمات قرار دیا ہے اس لیے کہ کئی مقامات پہ صحابہ کے اِن دعوتی گروہوں پہ حملہ بھی کیا گیا اور مختصر پیمانے پہ جنگ بھی ہوئی صحابہ شہید و زخمی بھی ہوئے اور انکار کرنے والے بھی قتل ہوئے۔ ۹ ہجری میں مسلمانوں کو جو سب سے بڑا فوجی معرکہ پیش آیا وہ تبوک کا معرکہ تھا جس میں مسلمانوں کا سامنا رومی افواج سے ہونا تھا مسلمان ایک طویل اور تکلیف دہ سفر کر کے دشمن

کے سر پہ جا پہنچے مگر دشمن کو مسلمانوں کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔غزوہ تبوک کی تفصیلات تو خیر ترتیب کے حوالے سے اپنے مقام پہ بیان کی جائیں گی ہم یہاں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ تبوک کے بعد عرب بھر میں اسلام کا نور پھیل گیا تھا اور وہ قبائل جو رومی مملکت کے زیر اثر تھے اور انھوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی اُن میں سے بھی اکثر قبائل نے یا تو اسلام قبول کر لیا یا مسلمانوں کی اطاعت کا قلاوہ اپنے گلے میں ڈال لیا اور جزیہ دینا قبول کیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ نو ہجری کے بعد نبی اکرم ﷺ کسی کے خلاف جنگ کے لیے نہ نکلے اس لیے کہ عرب میں تو اب کوئی قابل ذکر دشمن بچا ہی نہ تھا جس کے خلاف فوج کشی کی جائے اور جہاں تک روم و ایران کی وسیع و عریض ریاستوں کا تعلق تھا تو اُن ریاستوں کے عام شہریوں تک اسلام کا ابدی پیام فلاح پہنچانے کے انتظامات کیے جا رہے تھے حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو اس سے قبل ہی آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مملکت روم پہ حملہ کے لیے ایک لشکر تیار کر لیا تھا جس نے مملکت روم پہ براہ راست حملہ آور ہونا تھا۔بدقسمتی سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ابھی شہر مدینہ سے باہر روانگی کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی شدید علالت کی خبر ملی جس کی وجہ سے یہ رُک گئے اور اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے دور میں روم پہ حملہ آور ہوئے۔ہم یہاں کچھ اُن فوجی مہمات کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو نو ہجری میں روانہ کی گئیں اور جن کا مقصد ریاست میں امن و امان کی بحالی اور دعوت اسلام کی تکمیل تھا۔اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے ہمراہ تھی اس لیے جلد ہی مسلمان پورے خطہ عرب کا کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ چھوٹے چھوٹے منتشر گروہ جو ملک میں امن و امان کی صورت حال خراب کرنے کی کوشش کر رہے تھے آخر سرنگوں ہوئے اور خطہ عرب میں خورشید اسلام ہمیشہ کے لیے طلوع ہو گیا۔الحمدللہ

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

محرم 9 ہجری، بمطابق ... اپریل 630ء

سریہ حسن بن فزاری

اسلام کی روشن واضح اور عدل پہ مبنی تعلیمات نے اہل عرب کا دل جیت لیا تھا اُن کو اللہ تعالیٰ نے احساس کی اُس ارفع نعمت سے نوازا تھا جس کی بدولت وہ اصل حقیقت کو جان گئے تھے اور اب بغیر کسی جھجک اور تعصب کے منزل فلاح کے راہی تھے۔ وہ جو کل تک اسلام کے بدترین دشمن تھے اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف آخری حد تک گئے تھے اب وہ اپنی اس جہالت کی تلافی میں مگن تھے اور انھوں نے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اسلام کی ترویج و اشاعت کا بیڑہ اٹھا لیا تھا۔ نو ہجری کے آغاز میں ہی نبی اکرم ﷺ نے حضرت بشر بن سفیان الکعبی کو قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ بنو کعب کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اِن سے صدقات اور زکواۃ وصول کریں۔ بنو کعب اس وقت ذات الاشطاط نامی چشمے کے قریب مقیم تھے۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے قاصد کی خوب تکریم کی اور مقررہ نصاب کے مطابق زکواۃ و صدقات اپنی دل کی خوشی کے ساتھ اُن کے حوالے کیے۔ بنو کعب کے ہمسایے میں بنو تمیم بھی رہائش پذیر تھے اگرچہ وہ بھی اسلام قبول کر چکے تھے تاہم اُن کے دلوں میں

ابھی کجی باقی تھی اس لیے جب انھوں نے دیکھا کہ بنو کعب نے نہایت عمدہ اموال رسول اللہ ﷺ کے قاصد کے حوالے کر دیئے ہیں تو اُن کی نیت بدل گئی اور انھوں نے چاہا کہ وہ یہ مال آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد سے چھین لیں۔

انھوں نے بنو کعب کو بھی برانگیختہ کیا کہ تم اپنا اس قدر قیمتی مال کیوں کھونا چاہتے ہو تم رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو انکار کر دو ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

بنو کعب نے بنو تمیم سے کہا؛

ہم نے دل سے اسلام قبول کیا ہے اور اسلام نے ہم پہ جو زکواۃ مقرر کی ہے ہم نے وہ اپنے دل کی خوشی سے ادا کی ہے اور تمھیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرو۔تاہم بنو تمیم بنو کعب سے طاقتور تھے اور تعداد میں بھی زیادہ تھے اس لیے انھوں نے تلواریں نکال لیں اور بنو کعب سے کہا؛

بخدا؛ ہم اس مال میں سے ایک اونٹ یا ایک بکری بھی مدینے نہ جانے دیں گے۔رسول اللہ ﷺ کے قاصد نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ چپکے سے وہاں سے نکل گئے اور مدینہ پہنچ کر رسول اکرم ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت عینیہ بن حصن فزاری کو پچاس سواروں پہ قائد مقرر کیا اور اُن کو بنو تمیم کی اس ناروا حرکت کی سزا دینے کے لیے روانہ کیا۔نبی اکرم ﷺ نے جب اس لشکر کو روانہ کیا تو انھیں حکم دیا کہ رات کو سفر کرنا دن کو کہیں چھپ رہنا اور دشمن کو بے خبری میں جالینا۔

عینیہ بن حصن فزاری نے رسول اکرم ﷺ کے احکامات کی پیروی کی اور خاموشی سے صحرائے عرب کی وسعتوں میں محوِ سفر رہے کہ حتیٰ کہ وہ دشمن کے سر پہ جا پہنچے اور دشمن اُن کی آمد سے قطعی بے خبر تھا۔بنو تمیم کے چرواہے اپنے جانور چرا رہے تھے اور اُن کی عورتیں اور بچے بھی اُن کے قریب ہی تھے جب مسلمانوں نے اُن کے گرد اپنا گھیرا اچانک ہی تنگ کر دیا وہ اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے قطعی تیار نہ تھے اس لیے مقابلے کی نوبت ہی نہ آئی اُن میں سے

بہت سے بھاگ گئے اور بہت سے مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

جانوروں کے علاوہ مسلمانوں کے ہاتھوں بنوتمیم کی اکیس عورتیں تیس بچے اور گیارہ مرد گرفتار ہوئے مسلمان انھیں ہانک کر مدینے لے آئے۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ اِن قیدیوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں قید کر دیا گیا۔رملہ بنت حارث کا گھر ایک بڑا اور حویلی نما گھر تھا جہاں باہر سے اسلام قبول کرنے کے لیے آنے والے قبائل یا اُن قیدیوں کو رکھا جاتا جو اسلامی لشکروں کے ہاتھ آتے۔یہ اور اس طرح کی دیگر فوجی مہمات ریاست مدینہ کے استحکام کے لیے ضروری تھیں اس لیے کہ بدوی عرب غیر تہذیب یافتہ تھے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود اُن میں جاہلیت کی خو بو باقی تھی۔

⌘⌘⌘

محرم 9 ہجری، بمطابق ... اپریل 630ء

سریہ ولید بن عقبہ

ریگ عرب سے ناروا ساعتوں کا موسم بیت چکا تھا، انسانی فکر پہ مسلط جہالت کے مہیب سائے دور ہو چکے تھے۔ ظلمتِ شب بیتے کل کا روپ دھار چکی تھی اور آج کا خطہ عرب خورشید اسلام کی روشنی سے منور تھا، اُن کے دروازوں پہ نئے دِنوں کی بشارتیں تھیں تو اُن کے دلوں کی دھڑکن اور خواہشوں کا مدار بھی بدل چکا تھا۔ فتح مکہ کے بعد صحرائے عرب کے پیش منظر میں زبردست تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ مزاحمت دم توڑ چکی تھی اور اب خطہ عرب میں وہی بات دستور و قانون تھی جو رسول اللہ کی زبان سے نکلی ہو۔ غالباً یہ بھی محرم نو ہجری ہی کی بات ہے کہ آنحضرت محمدﷺ نے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ بنو مصطلق کی طرف نکلیں اور زکواۃ و صدقات وصول کر کے مدینہ پہنچائیں۔ بنو مصطلق اسلام قبول کر چکے تھے اور نہایت دل جمعی کے ساتھ دین اسلام کی پیروی میں منہمک تھے۔ اُن کو اطلاع ملی کہ رسول اللہﷺ کا قاصد اُن سے محصولات وصول کرنے آ رہا ہے تو انھوں نے رسول اللہﷺ کے قاصد کے استقبال کے لیے اپنے ایک دستے کو اس طرف روانہ کیا

جہاں سے اُن کے پہنچنے کی توقع تھی۔

حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بنو مصطلق کا ایک مسلح دستہ تیزی سے اُن کی طرف بڑھ رہا ہے تو وہ ڈر کے چھپ گئے۔ شیطان نے اُن کے دل میں یہ وسوسہ ڈال دیا تھا کہ بنو مصطلق اُن کو قتل کر دیں گے کیونکہ دورِ جاہلیت میں بنو مصطلق سے اُن کی عداوت تھی۔

وہ واپس مدینہ چلے آئے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا؛

انھوں نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی تو میں جان بچا کے بھاگ آیا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور اُن سے کہا؛

اپنے ساتھ سواروں کا ایک دستہ لو اور بنو مصطلق کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا؛

خالد جلدی نہ کرنا' پہلے تصدیق کر لینا کہ وہ دین اسلام سے پھر گئے ہیں پھر اگر تم جان لو کہ وہ دین سے پھر گئے ہیں تو تم جانتے ہو مشرکین کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب بنو مصطلق کی آبادیوں میں پہنچے تو انھیں مغرب کی اذان سنائی دی انھوں نے بنو مصطلق کی مسجد میں ہی نماز مغرب ادا کی۔

بنو مصطلق نے اُن کی تکریم کی۔

کچھ دیر بعد عشا کی اذان ہوئی تو پوری قوم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے امڈ آئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُن کو بتایا کہ وہ محصولات کی وصولی کے لیے آئے ہیں بنو مصطلق نے اپنے دل کی خوشی سے زکواۃ ادا کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ زکواۃ وصول کر کے مدینہ پہنچ گئے اور نبی اکرم ﷺ سے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ؛

میں نے اُن میں کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی جس میں گمراہی پائی جاتی ہو بلکہ میں نے انھیں دین اسلام پہ مستحکم پایا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس بات پہ خوشی کا اظہار کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔
مورخین نے کہا کہ اس موقع پہ قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الحجرات۴۹؛ آیات ۶)

ترجمہ؛

"اے ایمان والو؛ اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ضرر پہنچائے جاؤ کسی کو لاعلمی میں پھر تم اپنے کیے پہ پچھتاؤ۔

⌘⌘⌘

صفر 9 ہجری، بمطابق مئی 630ء

سریہ سفیان بن ضحاک

انھی دعوتی وفود میں سے ایک وفد حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت عرب کے دور دراز علاقوں میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا پھر رہا تھا کہ اُن کا سامنا بنو کلاب کے کچھ لوگوں سے ہوا ۔ابن سعد کی ایک روایت میں اس سریے کی تفصیلات قدرے مختلف ہیں ہم انھیں بھی تحریر کیے دیتے ہیں۔ابن سعد کے مطابق حضرت ضحاک بن سفیان نبی اکرم ﷺ کا خط لے کر بنو کلاب کی طرف گئے تھے مگر اُن لوگوں نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ کی دعوتِ فلاح کے جواب میں اُن کا مضحکہ اڑایا اور نبی اکرم ﷺ کے خط کی توہین کی۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے خط کو پانی کے ایک برتن میں ڈال دیا جس سے خط کی تحریر مٹ گئی اس کے بعد خط کو ایک برتن میں ڈال کر برتن کو الٹا کر کے ایک درخت پہ پھینک دیا۔مسلمانوں کے وفد میں ایک ایسا شخص بھی شامل تھا جس کا باپ اُن لوگوں میں شامل تھا جن کو اسلام کی دعوت دی جا رہی تھی۔اُس نے نہایت دردمندی سے اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی مگر اُس کے باپ نے مسلمان صحابی پہ حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں باقی صحابہ آگے بڑھے اور انھوں

نے حملہ آور شخص کو ہلاک کردیا۔حضرت ضحاک بن سفیان الکلابی رضی اللہ عنہٗ اُن لوگوں سے مایوس ہو کے مدینہ چلے آئے اور نبی اکرم ﷺ کو بنو کلاب کی اس بدتمیزی سے آگاہ فرمایا۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی کی اس مہم کی تفصیلات فراہم کرنے میں مورخین میں اختلاف در آیا ہے چنانچہ امام برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں اور بنو کلاب میں جنگ ہوئی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی جبکہ دیگر مورخین کے مطابق اس مہم میں کوئی جنگ نہ ہوئی تھی بلکہ حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہٗ صرف دعوت کے لیے بنو کلاب کی طرف گئے تھے۔

اور یہی موقف حالات و واقعات سے مطابقت رکھتا ہے اس لیے ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ آگے جو روایت پیش کی جارہی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس مہم میں کوئی جنگ نہ ہوئی تھی۔چنانچہ امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہٗ نے نبی اکرم ﷺ سے بنو کلاب کے حالات بیان کیے تو آنحضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔

لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے اِن کی عقلیں ختم کردی ہیں۔

بعد کے لوگوں نے بیان کیا کہ بنو کلاب کے بچے کچھے لوگوں کی عقلیں ختم ہوگئی تھیں اور وہ ایسے بات کرتے کہ کوئی اُنکی بات نہ سمجھتا۔

⌘⌘⌘

ربیع الاول 9 ھجری، بمطابق جون 630ء

سریہ قطبہ بن عامر

عرب میں ابھی کہیں کہیں لوگوں کے ایسے گروہ موجود تھے جو اپنی زندگیوں کو بدلنے کے لیے تیار نہ تھے۔وہ وحشت کے اُن ایام کے اسیر تھے جب ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا اور پورا معاشرہ بغیر کسی نظام عدل کے سسکتی زندگی گزار رہا تھا۔وہ اپنی گزر بسر کے لیے کوئی کام کرنے کو تیار نہ تھے بلکہ اُن کا پیشہ صرف لوٹ مار تھا اور اب جبکہ مدینہ میں اسلامی ریاست کا قیام وقوع پذیر ہو چکا تھا تو حکومت کسی قبیلے یا گمراہ انسانوں کے کسی گروہ کو لوٹ مار اور غصب کی اجازت نہ دے سکتی تھی۔چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ کو لوگوں کے ایک ایسے ہی گروہ کی اطلاع دی گئی جو ریاست مدینہ کے قانون کی پاسداری پہ تیار نہ تھا۔ یہ قبیلہ خثعم کے کچھ لوگ تھے جنھوں نے شہر مکہ کے نواح میں غارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اِن لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں بصورت دیگر اُن کو منتشر کر دیں۔یاد رہے کہ حقیقت میں یہ مہمات جن کو بعض مورخین فوجی مہمات لکھتے ہیں دراصل تو دعوتی وفود تھے جن کا مقصد لوگوں کو دین اسلام کی طرف متوجہ

کرنا تھا۔اب اسی مہم کو لیں جس کا تذکرہ یہاں مقصود ہے تو اگر یہ فوجی مہم ہوتی تو حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ صرف بیس آدمی نہ لے جاتے بلکہ ایک فوجی دستہ ساتھ رکھتے۔حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ بیس لوگ تھے۔سواری کے لیے اُن کے پاس صرف دس اونٹ تھے اس لیے وہ باری باری سوار ہوتے اور رات کو سفر کرتے۔حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مکہ کے نواح میں تبالہ نامی اُس جگہ پہ پہنچے جہاں بنو خثعم کے لوگ آباد تھے۔

حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور دین اسلام کی دعوت دی اور ساتھ اُن کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ غارت گری سے رُک جائیں۔بنو خثعم کثرت میں تھے اس لیے انھوں نے حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی دعوت کے جواب میں نہ صرف رعونت کا رویہ اختیار کیا بلکہ اُن پہ حملہ بھی کر دیا۔مسلمان اس حملے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے پہلے ہی حملے میں اُن کے سردار قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

تاہم اُن کے ساتھیوں نے تھوڑی ہی دیر بعد خود کو سنبھال لیا اور جنگ میں کود پڑے کہ خون کا بہنا اور خون کا بہانا اُن کے لیے کوئی اجنبی کھیل نہ تھا جس سے وہ واقف نہ ہوں۔مسلمانوں نے خوب دادِ شجاعت دی دونوں اطراف سے خون بہا اور کئی لوگ مارے گئے آ خر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔

پھر دشمن بھاگ اٹھا تو مسلمانوں نے دشمن کے اموال پہ قبضہ کر لیا۔بہت سے اونٹ بکریاں عورتیں بچے اور جنگی قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے مدینہ پہنچنے کے بعد خمس نکال کے اموال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔امام حلبی نے لکھا ہے کہ اس معرکہ میں ہر مجاہد کے حصے میں چار اونٹ آئے۔

⌘⌘⌘

ربیع الاثانی 9 ہجری بمطابق جولائی 630ء

سریہ علقمہ بن مجذر

تب ساحل سمندر پہ آباد اُس بستی کو جدہ کہا جاتا تھا جواب سعودی عرب کا بہت بڑا شہر ہے۔عرب جدہ سمندر کے کنارے کو کہتے ہیں۔بعض عرب قافلوں نے جدہ کی ان ساحلی بستیوں میں کچھ حبشی راہزانوں کو دیکھا جس کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو کی گئی تو آپ ﷺ نے حضرت علقمہ ابن مجذر مدلجی رضی اللہ عنہ کو تین سو سواروں کے ساتھ اِن حبشی راہزنوں کے تعاقب میں روانہ کیا تا کہ لوگوں کو اِن کے شر سے محفوظ رکھا جا سکے۔حبشی راہزنوں کی اس جماعت نے جب مسلمانوں کو دیکھا تو وہ سمندر میں کود گئے اور ایک جزیرے میں پناہ گزیں ہو گئے۔مسلمانوں نے سمندر میں بھی اُن کا تعاقب جاری رکھا اور اُس جزیرے تک جا پہنچے جہاں اُن حبشی راہزنوں نے پناہ لے رکھی تھی۔حبشی وہاں سے بھی بھاگ گئے اور مسلمان بغیر کسی جنگ کے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے کہ اُن کا مقصد پورا ہو چکا تھا اور وہ راہزن وہاں سے بھاگ چکے تھے جہاں اُن کی غارت گری کا خطرہ تھا۔راستے میں چند مجاہدین نے اپنے سالار حضرت عقلمہ بن مجذر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی کہ وہ جلدی واپس جانا چاہتے

ہیں اس لیے اُن کو تیزی سے سفر کی اجازت دی جائے۔ حضرت عقلمہ بن مجزز رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے اس گروہ کو تیزی سے سفر کی اجازت عطا فرمادی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو اُن پہ امیر مقرر کر دیا۔

لوگوں کے اس گروہ نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور کھانے پکانے کے لیے آگ جلائی۔ تب اُن کے امیر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے دل میں نہ جانے کیا بات آئی کہ انھوں نے لوگوں سے کہا ایک جگہ جمع ہو جاؤ۔

لوگ جمع ہو گئے تو انھوں نے سوال کیا؟ کیا میں تمھارا امیر نہیں ہوں۔

لوگوں نے کہا؛ بے شک

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا؛

کیا میرے حکم کی اطاعت تم پہ واجب نہیں؟

لوگوں نے جواب دیا؛ بے شک

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا؛ آگ جلاؤ۔

لوگوں نے بہت سی آگ جلائی اور اپنے امیر کی طرف دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا؛

میں تم لوگوں کو حکم دیتا ہوں کہ اس آگ میں کود جاؤ۔

لوگ اُن کا حکم سن کے ششدر رہ گئے اور سوچ میں پڑ گئے اور امیر کی اطاعت سے گریزاں رہے۔

پھر اُن میں سے کسی دانشمند نے لوگوں سے کہا' فکر نہ کرو اطاعت صرف معروف میں ہے ایسے حکم کی کوئی حیثیت نہیں جس میں خیر نہ ہو اس طرح وہ لوگ رُک گئے۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو لوگوں نے آنحضرت محمدﷺ کو اپنے امیر کے اس ناروا حکم سے آگاہ کیا اور نبی اکرم ﷺ سے رائے طلب کی۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے امیر کا یہ حکم نہیں مانا کیونکہ اطاعت صرف معروف میں ہے خدا کی قسم جو آدمی اس آگ میں داخل ہوتا پھر وہ اس سے کبھی باہر نہ نکل سکتا۔

⌘⌘⌘

ربیع الاثانی 9 ہجری بمطابق جولائی 630ء

سریہ علی بن ابی طالب

بنوعدی یمن کے نواح میں آباد تھے اُن کی اکثریت نے عیسایت قبول کر رکھی تھی۔تاہم بنوعدی کی ایک معقول تعداد بت پرستی یعنی عربوں کے دین پہ بھی قائم تھی اُن کا بت فلس تھا جس کی پوجا بنوعدی کے لوگ ذوق شوق سے کرتے تھے۔بنوعدی کا سردار عربوں کے مشہور سخی حاتم طائی کا بیٹا عدی تھا۔ بنوعدی چونکہ خوشحالی اور امن کی زندگی گزار رہے تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے باوجود انھوں نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔نو ہجری کے پانچویں مہینے میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ایک فوجی دستے کو اپنے ساتھ لیں اور بنوعدی کے بت فلس کو مسمار کر دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق روانہ ہو گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سو پچاس انصاری صحابہ تھے جن میں سے سو اونٹوں پہ سوار تھے اور پچاس گھوڑوں پہ سوار تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس سیاہ اور سفید رنگ کے جنگی پرچم تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فجر کے وقت اپنے مطلوبہ مقام پہ پہنچے جب فلس کی پوجا کی جارہی تھی لوگوں نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھا تو بدحواس ہو کے بھاگ

اٹھے۔صحابہ نے حضرت علیؓ کے حکم پہ فلس نامی اُس بت کو آگ لگا دی کیونکہ وہ لکڑی سے بنا ہوا تھا۔بنو عدی کے لوگ بے بسی سے اپنے جلتے خدا کو دیکھ رہے تھے مگر کچھ نہ کر سکے۔حضرت علیؓ کے حکم سے فلس کا خزانہ لوٹ لیا گیا اور بنو عدی کے وہ جانور بھی ہانک لیے جنھیں وہ اپنی آبادیوں میں چھوڑ کے بھاگ اٹھے تھے اس کے علاوہ قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی شامل تھی۔فلس کے خزانے سے دیگر اموال کے علاوہ تین قیمتی تلواریں بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن کے نام مورخین نے رسوب مخذوم اور یمانی لکھے ہیں۔

یہ بہت اعلیٰ معیار کی تلواریں تھیں جن پہ ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے نبی اکرمﷺ نے رسوب نامی تلوار حضرت علیؓ کو عطا فرمائی۔باقی دونوں تلواریں نبی اکرمﷺ نے اپنے پاس رکھیں اس کے بعد اللہ کے حکم کے مطابق مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔جلد ہی قبیلہ بنو طے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا اور وہ رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے نو ہجری کے وفود کی آمد میں قبیلہ بنو طے کی آمد کا ذکر کیا گیا ہے وہاں سے قبیلہ بنو طے کے اسلام قبول کرنے کی تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔

⌘⌘⌘

رجب 9 ہجری، بمطابق اگست 630ء

معرکہ صلیب و ہلال

غزوہ تبوک کا ابتدائیہ لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ یہ غزوہ اپنے اندر کئی پہلوؤں سے انفرادیت لیے ہوئے ہے جیسا کہ مورخین نے بیان کیا کہ یہ نبی اکرمﷺ کا آخری غزوہ تھا۔اس کے بعد آپﷺ کسی اور جنگی مہم کے لیے نہ نکلے حتیٰ کہ آپﷺ نے انتقال فرمایا، یہ غزوہ اس لحاظ سے بھی منفرد تھا کہ اس سے قبل نبی اکرمﷺ نہ تو اتنی بڑی تعداد میں فوج لیکر کسی اور دشمن کی طرف نکلے اور نہ ہی اتنی دور کی کسی منزل کو نکلے۔اور غزوہ تبوک کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ آپﷺ پہلی بار غیر عربوں یعنی رومیوں کی عظیم الشان مملکت کی طرف نکلے۔تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور دمشق کے تقریباً وسط میں واقع ہے جہاں سے عظیم رومی مملکت کی سرحدیں شروع ہوتی تھیں مورخین نے مدینہ سے اس مقام کا فاصلہ سات سو کلو میٹر بیان کیا ہے۔[38*] جہاں عربوں کے اُن قبائل نے آزاد ریاستیں قائم کر رکھی تھیں جو رومی مملکت کے حلیف تھے ان میں لخم جزام اور عاملہ قبائل شامل تھے جن کی سربراہی بنو غسان کر رہے تھے جو اِن علاقوں میں مملکت روم کے سب سے

طاقتور اور اہم حلیف تھے۔غزوہ تبوک کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ عام طور پہ جب کسی مہم کے لیے نکلتے تھے تو منزل کو صیغہ راز میں رکھتے تا کہ منافقین یا دشمن کے جاسوس دشمن کو نبی اکرم ﷺ کی فوج کشی سے آگاہ نہ کر دیں اور یہ پہلی بار تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ میں نے رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تبوک کی طرف نکلنا چاہتا ہوں تیاری کر لو۔

مورخین نے غزوہ تبوک کے اسباب بیان کرتے ہوا کہا ہے کہ؛

رومی ریاست مدینہ کی بڑھتی ہوئی طاقت پہ نگاہ رکھے ہوئے تھے اور ہر آنے والا دن اُن کی پریشانیوں کے لیے اضافے کا باعث بنتا جا رہا تھا۔وہ جانتے تھے کہ اُن کا صدیوں پرانا تجارتی راستہ اب مسلمانوں کے قبضے میں جانے والا ہے اور اگر اُن کی تجارت کے یہ راستے غیر محفوظ ہو گئے تو اُن کی معاشی حیثیت تباہ ہو کے رہ جائے گی۔مسلمانوں سے اُن کی جنگ مذہب کی بنیاد پہ تھی اس لیے کہ وہ جانتے تھے اب اس خطے کے مستقبل کے فیصلے کا وقت آ پہنچا ہے اگر مسلمانوں کی فوجی طاقت اسی طرح بڑھتی رہی تو عنقریب اُن کا مذہب ہی نہیں اُن کی ریاست بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔بریں ازاں یہ امر بھی اُن کے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے اُن کی جنوبی سرحدیں بھی غیر محفوظ ہوتی چلی جا رہی تھیں جہاں سے ایران اُن پہ حملہ آور ہوتا رہتا تھا۔

غزوہ تبوک کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رومی مملکت کے حلیف عرب حکمرانوں میں سے ایک حکمران نے اسلام قبول کر لیا تھا وہ قبیلہ بنو جزام سے تعلق رکھتے تھے اُن کا نام حضرت فروہ بن عمرو تھا وہ اپنے خاندان بنو نفاثہ کے حکمران تھے کہ اسلام کے نور سے اُن کا دل روشن ہو گیا تھا اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔وہ خلیج عقبہ اور ینبع کے درمیانی شہر کے ایک علاقے میں روم کے حلیف حکمران تھے اُن کا قبیلہ کچھ زیادہ طاقتور نہ تھا اس کے باوجود اُن کی ذاتی صلاحیتوں کی بنیاد پہ قیصر روم نے اُن کو اس علاقے کی حکمرانی پہ فائز کر رکھا تھا۔نبی اکرم ﷺ ابھی تبوک کی طرف نہ نکلے تھے کہ حضرت فروہ بن عمرو جزامی کا قاصد آنحضرت محمد ﷺ کی

خدمت میں پہنچا جس نے رسول اللہ ﷺکو حضرت فروہ بن عمرو جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع کی۔وہ فروہ بن عمرو جزامی کا خط اور تحائف لے کر نبی اکرم ﷺکی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔دوسری طرف جب قیصر روم کو حضرت فروہ بن عمرو جزامی کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اُس نے اپنے سب سے بڑے اور طاقتور حلیف بنوغسان کے سردار ابو شمر غسانی کو لکھا کہ فروہ بن عمرو جزامی کو گرفتار کر کے اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔چنانچہ بنوغسان نے بنونفاثہ پہ لشکر کشی کی اور حضرت فروہ بن عمرو جزامی کو گرفتار کر کے قیصر روم کے سامنے پیش کر دیا۔قیصر روم نے حضرت فروہ بن عمرو جزامی سے مطالبہ کیا کہ وہ اسلام کو چھوڑ دے اور اپنے پہلے مذہب پہ آجائے تب تمھاری حکومت بھی قائم رہے گی اور تمھاری جان بھی بچی رہے گی ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔میں تمھیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دیتا ہوں مگر حضرت فروہ بن عمرو جزامی نے جو عشق پیالہ پی لیا تھا اُس کے بعد انحراف کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔چنانچہ انھوں نے کہا 'اس بات میں سوچنے کی کوئی گنجائش نہیں میں اسلام کی روشنی میں آجانے کے بعد اُن اندھیری راہوں کا کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا جن کا میں ماضی میں راہی تھا چاہے اس کی مجھے کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

چنانچہ قیصر روم نے اسلام کے اس دیوانے کو سولی پہ چڑھا دیا۔

نبی اکرم ﷺکو اس امر کی خبر کی گئی تو آپ ﷺنہایت افسردہ ہوئے اور اس اندوہناک واقعے کو گزرے کچھ زیادہ روز نہ گزرے تھے کہ مدینہ میں اس طرح کی اطلاعیں آنے لگیں کہ رومی مدینہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔دوسری طرف وہ عرب قبیلے جو صدیوں سے رومی مملکت کے زیر سایہ اِن علاقوں میں اپنی نیم خودمختار حکومتیں چلاتے آئے تھے اُن کو اپنا وجود خطرے میں دکھائی دینے لگا تھا چنانچہ انھوں نے رومی مملکت کی مہیب قوت کے سایہ میں پناہ لینے کا فیصلہ کیا اور قیصر روم کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرائی کہ وہ مسلمانوں پہ حملہ کر دے اس سے قبل کہ مسلمان اُس کی ریاست پہ حملہ آور ہوں۔قیصر روم تو خود اس خطرے کو بھانپ چکا تھا اس لیے

اُس نے اِن عرب حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملائی اور مدینہ کی قدرے کمزور ریاست پہ حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ادھر مدینہ میں بھی رومیوں کی جنگی تیاریوں کی اطلاعات مسلسل آ رہی تھیں اور مسلمان جو اس وقت قدرے مشکل حالات کا شکار تھے سوچ بچار میں مصروف تھے کہ اِن حالات میں وہ روم جیسی مہیب طاقت سے کس طرح مقابلہ کریں گے۔مگر وہ رسول اللہﷺ کے حوصلوں اور ایقان تک نہیں پہنچ سکتے تھے جنھوں نے اچانک ہی ایک روز صحابہ کو حکم دیا کہ مملکت روم سے مقابلہ کی تیاری کریں۔تب صحابہ نے کسی تذبذب کا مظاہرہ نہیں کیا اور پورے ذوق وشوق کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔مدینہ میں رومیوں کی پیش قدمی کی اطلاعات مسلسل پہنچ رہی تھیں مگر مسلمانوں کو اب اس معاملے کی کوئی خاص پرواہ نہ تھی کہ وہ اب خود روم پہ حملہ آور ہونے جا رہے تھے۔

⌘⌘⌘

رجب 9 ہجری، بمطابق اگست 630ء

غزوہ تبوک

مدینے کی گلیوں میں اِک جوش تھا اُس کے دیوار و در میں اِک بے چینی تھی اِک تڑپ تھی اسلامی پرچم کو دنیا کے ہر متمدن خطے پہ لہرانے کا عزم تھا، ملک عرب سرنگوں ہو چکا تھا مگر ملک عجم یہ سعادت قبول کرنے کو تیار نہ تھا تاہم اسلام کا ابدی پیغام اُن تک پہچانا نبی اکرمﷺ کا فرض منصبی تھا اس لیے جلد یا بدیر رومیوں کو یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی تھا چاہے وہ اس سے کتنا ہی گریز کیوں نہ کریں۔ اُن کی بڑھتی بے چینی اور دنیا کی رغبت نے اُن کو اس بات پہ مجبور کر دیا تھا کہ وہ اسلام کی ابدی سچائیوں سے منہ موڑلیں بلکہ اُن کے دلوں میں یہ خواہش جنم لینے لگی کہ کیوں نہ آگے بڑھ کے ابدی سعادتوں اور فلاح کی اس شمع کو بجھا دیا جائے۔ چنانچہ تیل اور دیگر مصنوعات لے کر شام سے جو قافلے مدینہ پہنچے انھوں نے مسلمانوں کو بتایا کہ قیصر روم نے بے پناہ فوجوں کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے جمع کر لیا ہے اور ہرقل نے اپنے فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہ ایڈوانس کے طور پہ دے دی ہے اور عرب قبائل میں سے بنو غسان لخم جزام اور عاملہ بھی اُن کے ہمراہ ہیں اور اُن کے کئی دستے پیش قدمی کرتے

ہوئے بلقاء تک پہنچ چکے ہیں۔تاہم اِن خبروں کی اب کوئی اہمیت نہ رہی تھی اس لیے مسلمانوں نے دشمن سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا اور وہ دن رات جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھے البتہ منافقین کا ایک گروہ اپنے خبث باطن اور بیمار ذہن کی وجہ سے مسلمانوں کو اس جنگ سے روکنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

انھوں نے لوگوں سے کہا؛

اے نادانوں؛ اس طویل خشک سالی اور غربت کی حالت میں جبکہ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور باغوں کے سائے ٹھنڈے ہو چلے ہیں اور پھل پک رہے ہیں تم اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالنا چاہتے ہو جب کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب تمھارا مقابلہ عرب کے کسی چھوٹے موٹے قبیلے سے نہیں ہے بلکہ دنیا کی سب سے بڑی اور مہیب قوت روم سے ہے جس نے حال ہی میں ایران کی بہت بڑی طاقت کو عبرتناک شکست دی ہے اس لیے تم سب یقیناً مارے جاؤ گے۔مگر وہ دل جن میں ایمان کی شمع روشن ہو چکی تھی اُن کو منافقین کی بیماری اور اُن کی عیاری کا پورا ادراک حاصل تھا اس لیے وہ اُن کی باتوں پہ کان نہیں دھرتے تھے بلکہ اُن پہ لعنت بھیجتے تھے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

تیاریاں

مسلمان اب خطہ عرب کی ایک مقبول طاقت تھے اُن کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا خطہ عرب کی تمام طاقتیں سرنگوں ہو چکیں تھیں مگر خطہ عرب کی مہیب طاقتیں ریاستِ مدینہ کو اب خطرے کا نشان سمجھنے لگی تھیں۔ چنانچہ سب سے پہلے اہل روم نے مسلمانوں کی اس نوزائیدہ ریاست کے خلاف ہتھیار اٹھائے۔ اس کشمکش کا آغاز آٹھ ہجری میں ہی اُس وقت ہو گیا تھا جب قبیلہ بنو غسان کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اکرم ﷺ کے قاصد حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا اور بنو غسان نے یہ حرکت اس لیے کی تھی کہ وہ مملکت رومہ کے حلیف تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے قاصد کا قصاص لینے کے لیے مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر بنو غسان کی طرف روانہ کیا موتہ کے مقام پہ مسلمانوں کا رومی اور عرب اتحادیوں سے مقابلہ ہوا جس میں باوجود انتہائی کثرت کے وہ مسلمانوں کی شجاعت کا مقابلہ نہ کر سکے تھے اور بھاگ اٹھے تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ قریش مکہ اور بنو ہوازن کو سرنگوں کرنے میں مصروف رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت سے قریش نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ مکرمہ سے شرک کے نجس نشانات کو مٹا دیا گیا اس کے بعد بنو ہوازن کو بھی سرنگوں ہونا پڑا اور وہ غزوہ حنین میں بدترین شکست کے بعد سرنگوں ہوئے اور اُن کی اکثریت اسلام لے آئی۔ نو ہجری کے آغاز سے ہی مملکت روم کی طرف سے بری خبریں آنا شروع ہو گئی تھیں انھوں نے اپنے ہی ایک

حلیف حکمران حضرت فروہ بن عمرو جزامی کو اس جرم پہ قتل کرا دیا تھا کہ انھوں نے اسلام کیوں قبول کیا ہے۔اس کے بعد روم کی طرف سے آنے والے تجارتی قافلے مسلمانوں کو اس بات سے خبردار کرتے رہے کہ اہل روم مدینہ پہ حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور اُس کے حلیف عرب قبائل اس سلسلے میں نہایت سرگرم ہیں اور دراصل وہی ہرقل کو اس امر پہ بھڑکانے والے ہیں۔پھر جب مدینہ میں اس طرح کی خبریں گونجنے لگیں کہ رومی اور عرب قبائل کی اتحادی افواج نے مدینہ کی طرف کوچ کیا ہے اور اُن کے ہراول دستے بلقاء نامی مقام پہ پہنچ چکے ہیں تب مسلمانوں کے سامنے صرف دو ہی صورتیں تھیں ایک تو یہ کہ مسلمان روم کے لشکروں کا انتظار کریں اور اُن کو مدینہ پہ حملہ کے موقع دیں مگر یہ صورت اس لیے تشویش ناک تھی کہ اگر خدانخواستہ رومی افواج کو مسلمانوں کے مقابل کچھ کامیابیاں حاصل ہو جاتیں تو نبی اکرمﷺ کی وہ تمام تر جہد وسعی ضائع ہو جاتی جو آپﷺ نے گزشتہ بائیس سال میں کی تھی جس کی بنا پہ ملک عرب میں امن وامان قائم ہوا تھا اور عرب ایک منتشر قوم سے ایک امت میں تبدیل ہوئے تھے وہ جہالت سے علم کی طرف آئے تھے شرک سے اسلام کی طرف آئے تھے اور اسلام کے سائے تلے ایک نئی زندگی کے آغاز کی جہد وسعی میں مصروف تھے۔

چنانچہ نبی اکرمﷺ کو یہ صورت حال کسی صورت قبول نہ تھی اس لیے نامساعد حالات اور وسائل کی انتہائی کمی کے باوجود نبی اکرمﷺ نے انتہائی دلیرانہ فیصلہ کیا اور صحابہ کو اکٹھا کر کے مملکت روم کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔نبی اکرمﷺ کی محبت میں شرابور صحابہ نے ایک پل کی دیر بھی نہ لگائی اور جہاد کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ عرب بھر سے قبیلے اور برادریاں اس جنگ میں نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دینے کے لیے شہر مدینہ میں اترنے لگیں۔چنانچہ شہر مدینہ کی رونقیں بڑھ گئی تھیں،تلواریں تیز کی جا رہی تھیں،نیزے گھڑے جا رہے تھے زرہوں اور ڈھالوں کی مرمت کی جا رہی تھی،سواریوں کا اہتمام کیا جا رہا تھا۔الغرض ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق اس عظیم الشان مہم پہ نکلنے کے لیے

تیاری کر رہا تھا۔مگر جیسا کہ بیان گزر چکا ہے کہ شہر مدینہ میں ہی لوگوں کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جن کے دلوں میں نفاق کی بدترین بیماری تھی وہ ظاہر میں مسلمان تھے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا ناٹک کرتے تھے مگر درحقیقت یہ لوگوں کا وہ ارذل گروہ تھا جن کا دل شیطان کی مٹھی میں بند تھا یہ وہ بدہیت اور بداخلاق لوگ تھے جن کی پستی کی مثال نہیں ملتی۔ چنانچہ بدبختوں کے اس گروہ نے جب دیکھا کہ گرمی کے اس جھلستے موسم میں جب اُن کے باغوں کے پھل پک چکے ہیں تو اُن کو ایک ایسی جنگ کی طرف بلایا جارہا تھا جو نہایت خطرناک تھی ایک طویل اور دور دراز کی مسافت طے کرنے کے بعد مسلمانوں کا سامنا مملکت روم کی انتہائی جدید اور منظّم افواج سے ہونے والا تھا اور وہ اس جنگ پہ نکلنے کے لیے کسی صورت تیار نہ تھے۔

اس کا حل انھوں نے یہ کھوجا کہ وہ مسلمانوں میں بددلی پیدا کرنے لگے دراصل لوگوں کا یہ گروہ مخفی تھا اللہ کے رسول کا ایک سچا عاشق یہ نہ جانتا تھا کہ اُس سے مخاطب ہونے والا شخص منافق ہے یا سچ بول رہا ہے۔ وہ جہاد سے گریزاں تھے اور لوگوں سے کہتے کہ اس سے قبل تم عربوں سے لڑتے رہے ہو جب تم لوگ رومیوں سے لڑو گے تو تباہ ہو جاؤ گے۔اس سے قبل منافقین نے ابو عامر راہب کے ایماء پہ شہر مدینہ میں ایک مسجد تعمیر کی تھی جس میں منافقین اکٹھے ہوتے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے۔ابو عامر راہب خود قیصر روم ہرقل کے پاس جا پہنچا تھا اور اُس نے ہرقل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا تھا اُس نے منافقین کو کہہ رکھا تھا کہ میں رومی فوجوں کو مدینہ پہ چڑھا لاؤں گا تب تم شہر کے اندر سے مسلمانوں کی پشت میں چھرا گھونپ دینا ۔اگرچہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اُن بدبختوں کی کوئی آرزو کبھی پوری نہ ہو سکی اور صفحاتِ تاریخ میں وہ ایک مغضوب گروہ کے طور پہ یاد کیے گئے ۔ مسجد ضرار کی تیاری کے بعد منافقین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ہم نے اپنے بیماروں اور بوڑھوں کی آسانی کے لیے ایک مسجد تیار کی ہے آپ ﷺ ہمارے ساتھ چلیں اور اُس میں نماز ادا کریں

تاکہ اُس مسجد کو بھی وہی عزت وتکریم حاصل ہو جائے جو مدینہ کی دوسری مساجد کو حاصل ہے ۔تاہم نبی اکرمﷺ چونکہ اُن کی ذہنیت سے پوری طرح آگاہ تھے اس لیے رسول اللہﷺ نے اُن کو ٹال دیا اور فرمایا' اس وقت تو میں جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہوں جب فارغ ہو جاؤں گا تب اس معاملے کی طرف متوجہ ہوں گا۔

جنگ کے دنوں میں منافقین نبی اکرمﷺ کے پاس آتے اور طرح طرح کے بہانے کرتے اور جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت طلب کرتے۔خود نبی اکرمﷺ کو بھی اِن لوگوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس لیے آپﷺ اُن کی بات سنتے اور اُن کو جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت عطا فرما دیتے۔

اور انھی میں جد ابن قیس بھی تھا جس نے رسول اللہﷺ سے فرمایا؛

یا رسول اللہﷺ؛ آپ جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا رسیا ہوں میں جب بنو اصفر[39*] کی عورتوں کو دیکھوں گا تو یقیناً خود پہ قابو نہ رکھ سکوں گا اس لیے آپﷺ مجھے اس جنگ سے معاف فرما دیں اور مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔جد ابن قیس کا بیٹا عبداللہ بن قیس راسخ العقیدہ مسلمان تھا اور اُن کے دل میں نفاق کی بیماری نہ تھی اس لیے جب انھیں معلوم ہوا کہ اُن کے باپ نے رسول اللہﷺ سے جنگ پہ نہ جانے کا یہ بہانہ کیا ہے تو انھوں نے اپنے باپ سے کہا' یہ تو کوئی بات نہیں جو آپ نے رسول اللہﷺ سے کی ہے بلکہ کھلا نفاق ہے اور تعالیٰ جلد ہی منافقوں کے نفاق کا حال ہم پہ کھول دے گا یقیناً تمھاری اس حرکت پہ قرآن نازل ہوگا۔

اور قرآن نازل ہوا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○

(القرآن سورۃ التوبہ ۹ ؛ آیات ۴۹)

ترجمہ:

''اِن میں سے وہ بھی ہے جو کہتا ہے مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے اور مجھے اجازت دیجئے اگرچہ وہ آزمائش میں گِھر گئے کہ بے شک جہنم کافروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے''۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

غزوہ تبوک کے دنوں میں مدینہ کے منافقین ایک یہودی کے گھر جمع ہوا کرتے اُس یہودی کا نام سویلم تھا اور اُس کا گھر جاسوم کے پاس تھا۔ نبی اکرمﷺ کو صحابہ سویلم کے گھر میں منافقین کی ہونے والی مجالس سے آگاہ رکھتے مگر نبی اکرمﷺ درگزر سے کام لیتے۔ آخر صحابہ نے رسول اکرمﷺ کو بتایا کہ یا رسولﷺ اُس گھر میں ہر وقت منافقین جمع رہتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا تانا بانا تیار کرتے رہتے ہیں تب ایک دن نبی اکرمﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ جاؤ اور اُن لوگوں کو اُس گھر سمیت جلا دو۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ رات کی خاموشی میں منافقین کے اس خفیہ ٹھکانے پہ پہنچے اور سویلم کے گھر کو آگ لگا دی۔ مسلمانوں نے آگ لگانے سے قبل اس گھر کا بیرونی دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا اس لیے جب منافقین کو اس بات کی خبر ہوئی کہ اُن کے مکان کو آگ لگا دی گئی ہے تو باہر کی طرف بھاگے مگر بیرونی دروازے کو بند پا کے چھت کی طرف گئے اور چھت سے گلی میں چھلانگیں لگا دیں۔ بہت سے منافقین رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فرار ہو گئے مگر ایک شخص خلیفہ بن ضحاک نے جب چھت سے گلی میں چھلانگ لگائی تو اُس کی ٹانگ ٹوٹ گئی چنانچہ اُس کا نفاق کھل گیا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ منافقین کی جماعت خفیہ تھی اکثر مسلمانوں کو معلوم نہ تھا کہ کون سچا مسلمان ہے اور کون منافق۔ غزوہ تبوک کے موقع پہ منافقین کی تعداد بہت بڑھ چکی تھی مورخین نے بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں وہ تقریباً چار سو لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری تھی۔ ایک طرف بیمار ذہنیت کے لوگوں کا یہ گروہ تھا اور دوسری طرف اہل ایمان کا وہ لازوال جذبہ تھا جس

کی کوئی حد نہ تھی چنانچہ وہ پوری دلجوئی کے ساتھ جنگ کی تیاریوں میں مشغول تھے وہ منافقین کی باتوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے یہ بیمار لوگ ہیں۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو اس جنگ کی تیاری کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کی تو صحابہ نے اس حکم کی فوری تعمیل کی اور بڑھ چڑھ کے اس سعادت میں حصہ لیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ؛

غزوہ تبوک کی تیاری کے سلسلے میں سب سے زیادہ اعانت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کی۔ صحابہ کی محفل میں جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ کے اخراجات پورا کرنے کے لیے اغنیاء کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ؛

میری طرف سے ایک ہزار دینار پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو پھر پکارا؛

تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میری طرف سے سو اونٹ کجاووں کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو تیسری بار پکارا۔

تب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ میری طرف سے مزید سو اونٹ کجاوؤں سمیت پیش خدمت ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے جب چوتھی مرتبہ پکارا ؛

تب بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہی اٹھے اور فرمایا۔

یارسول اللہ ﷺ؛ میری طرف سے مزید سو اونٹ کجاوؤں سمیت حاضر خدمت ہیں۔ الغرض مورخین نے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سات بار اٹھے اور سات سو اونٹ کجاوؤں سمیت پیش کیے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نو سو اونٹ اور سو گھوڑے رسول اکرم ﷺ کو پیش کیے۔ اور یہی روایت زیادہ مستحکم ہے اس لیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو اس

سے بھی زیادہ دیا تھا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ جنگی اخراجات پورے نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک پریشان ہیں تو وہ پھر گھر گئے اور دس ہزار دینار ایک بوری میں ڈالے اور ایک غلام کے کندھے پہ بوجھ گئے۔

آپ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے غلام نے یہ بوری رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں الٹ دی۔

نبی اکرم ﷺ اِن دیناروں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اُن کو الٹنے پلٹنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس سخاوت سے ازحد خوش تھے۔

آپ ﷺ اِن دیناروں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے رب سے کہتے۔

اے اللہ؛ میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گیا ہوں تو بھی عثمان سے راضی ہو جا۔

اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کے فرمایا؛

اے عثمان رضی اللہ عنہ اس عمل کے بعد اب تم کچھ بھی کرو تمھاری مغفرت ہو چکی ہے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ؛

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لشکر کا تیسرا حصہ تیار کرنے کی ذمہ داری لی اور انھوں نے تیس ہزار کے لشکر میں سے دس ہزار کے لشکر کی تیاری میں اعانت کی اور انھیں پوری طرح لیس کیا سواری دی زادِراہ دیا ہتھیار دیئے اور پوری طرح سے اُن کی دلجوئی کی۔

باقی صحابہ کا جذبہ بھی دیدنی تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اُن کا مال کئی لوگوں نے اٹھا رکھا تھا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا؟

عمر؛ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ میرے پاس جو کچھ بھی تھا میں نے اُس کو دو برابر حصوں میں بانٹ دیا ہے ایک حصہ گھروالوں کے لیے چھوڑا ہے اور دوسرا حصہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اُن کی اس تقسیم پہ خوش ہوئے۔

اُن کے بعد آپ ﷺ کے یارِ غار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اُن کا مال بھی بہت سے غلاموں نے اٹھا رکھا تھا انھوں نے تمام مال رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے بھی وہی سوال کیا جو اس سے قبل آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر چکے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔

اے ابوبکر؛ تم نے اپنے گھروالوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ؛ گھروالوں کے لیے تو محض اللہ اور اُس کے رسول ہی چھوڑے ہیں۔ میں اپنے گھر کا تمام مال لے آیا ہوں۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ؛

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی ایک ایک چیز جمع کی اور انھیں ایک طرف رکھتے گئے جب اُن کا گھر دنیا کے تمام مال و متاع سے خالی ہوگیا تو چلنے لگے مگر پھر رُک گئے اور دیواروں پہ ہاتھ مارنے لگے کیونکہ عرب عورتیں کپڑا سینے کی سوئیاں مٹی کی دیواروں میں گاڑ دیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ کہیں کوئی چیز رہ نہ جائے تو انھوں نے دیواروں میں پوشیدہ تین سوئیاں بھی دریافت کیں اور انھیں بھی اُس مال میں ڈال دیا جو وہ آپ ﷺ کو پیش کرنے والے تھے۔

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

خدا کی قسم؛ میرا خیال تھا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پہ بازی لے جاؤں گا مگر میں جان گیا ہوں کہ یہ کبھی نہ ہوگا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تقویٰ تک کبھی نہ پہنچوں گا اور نہ ہی میں اب اُن سے مسابقت

کروں گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ پہنچے اور انھوں نے دوسو اقیہ چاندی نبی اکرم ﷺ کو پیش کی اور یہ بہت بڑی اعانت تھی کیونکہ اس چاندی کی مالیت پچاس ہزار درہم کے برابر تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی اس دریادلی پہ غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا اور آپ ﷺ نے فوراً ہی دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا لیے اور فرمایا اے اللہ عبدالرحمٰن نے جو مال تیرے رسول کو پیش کیا ہے اُس میں بھی برکت عطا فرما اور جو مال اس نے پیچھے چھوڑا ہے اس میں بھی برکت عطا فرما۔

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس دُعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ کے مال و دولت میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ وہ مدینہ کے امیر ترین آدمیوں میں شامل ہوتے تھے۔

ابن الاثیرؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد تیس سال تک زندہ رہے۔ انھوں نے اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے مال و دولت میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ لوگ حیران ہوتے تھے اس کے بعد بھی وہ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتے تھے۔

ایک بار انھوں نے اللہ کی راہ میں چار ہزار درہم خرچ کیے۔

ایک بار پھر انھوں نے چالیس ہزار دینار خرچ کیے۔

ایک بار انھوں نے پانچ سو گھوڑے اللہ کی راہ میں دیئے۔

اور کسی اور موقع پر انھوں نے پانچ سو اونٹ جہاد پہ جانے والوں کی نظر کیے۔

چنانچہ جب انھوں نے وفات پائی تو اُن کی عمر پچھتر سال تھی انھوں نے مرنے سے قبل اپنے وارثوں سے کہا میرے مال سے پچاس ہزار دینار لو اور اُنہیں اللہ کی راہ میں خرچ دو اُن کے

بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد انھوں نے کہا میرے مال میں سے ہر اُس صحابی کو چار چار سو دینار دو جو غزوہ بدر میں شریک تھا اور ابھی زندہ ہے۔ اُن کے وارثوں نے بدری صحابہ کو تلاش کیا تو اس وقت اُن کی تعداد ایک سو تھی چنانچہ انھوں نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق ہر بدری صحابی کو چار سو دینار دیئے۔

پھر حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں سے کہا؛

میرے مال میں سے ایک ہزار گھوڑے خریدو اور اسے اُن مجاہدین میں تقسیم کردو جو اللہ کا پیغام دنیا بھر میں عام کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے خریدے اور مجاہدین اسلام میں تقسیم کردیئے۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تب بھی اُن کے ورثا کے لیے اتنا مال تھا کہ سونے کو جب اُن کے وارثوں نے آپس میں تقسیم کیا تو اُسے کلہاڑوں سے کاٹنا پڑا۔ انھوں نے چار بیوائیں چھوڑیں ہر بیوی کے حصے میں اسی ہزار دینار آئے اور اُن کے بیٹوں بیٹیوں کو کس قدر مال ملا اُس کا حساب کرنا ہی دشوار تھا [*40]۔

⌘⌘⌘

صحابہ کی وارفتگی

غزوہ تبوک میں اعانت کرنے کے لیے اب کے حضرت عاصم ابن عدی رضی اللہ عنہ اترے جن کے پیچھے کھجوروں سے لدی ہوئے اونٹوں کی ایک بڑی قطار تھی انھوں نے رسول اللہﷺ کی خدمت میں کھجوروں کے ستر وسق پیش کیے۔

آج کے پیمانوں کے مطابق یہ کوئی پونے چار سو من کھجوریں تھیں۔

اور صحابہ کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اپنے آنسوؤں کو دوسرے لوگوں سے چھپاتی تھی کیونکہ انھیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا نہیں کیا تھا حالانکہ اُن کے اندر جذبہ انفاق لہریں لیتا تھا اور اُن کا بھی دل چاہتا تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں بے دریغ خرچ کریں مگر اُن کے دامن خالی تھی اس لیے اُن کے پاس صرف وہ آنسو تھے جن کی قدر جاننے والا خوب جانتا تھا۔ اور انھی میں سے ایک حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ تھے جن جنھوں نے جب اپنا دامن جھاڑا تو اُس میں کچھ بھی نہ تھا سوائے وقت کی بے وقعت گرد کے۔ چنانچہ وہ ایک یہودی کے پاس پہنچے اور اُس سے طے کیا کہ وہ کنویں سے پانی لا کر ساری رات اُس کے کھجوروں کے باغ کو پانی دیں گے بدلے میں وہ یہودی انھیں دو صاع کھجوریں دے گا۔ انھوں نے ساری رات اُس یہودی کے باغ کو سیراب کیا اور صبح دم اُس سے دو صاع کھجوریں لے کر آنحضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے جہاں جنگ کی تیاری کے لیے حاصل کیا گیا سامان ڈھیر کیا گیا تھا۔

حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک بار سوچا ضرور کہ وہ جو کچھ لے کر حاضر ہوئے ہیں اُس کی مقدار بہت کم ہے تاہم انھوں نے اپنے اس خیال کو جھٹک دیا کہ اُن کے پاس تو جو کچھ تھا انھوں نے پیش کر دیا ہے کہ یہ اُن کی استطاعت کی آخری حد تھی۔ چنانچہ جب انھوں نے یہ دو صاع کھجوریں نبی اکرم ﷺ کو پیش کیں تو مجلس میں موجود منافقین نے اُن کا مذاق اڑایا اور حضرت ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی تو اسی بات کا ڈر تھا۔ چنانچہ وہ شرمندہ سے ہوگئے مگر نبی اکرم ﷺ کو حضرت جبرائیل نے خبر کردی کہ آپ کے اس صحابی نے ساری رات محنت کی ہے تب اس کے ہاتھ یہ کھجوریں آئی ہیں اس لیے اِن تھوڑی سی کھجوروں کا اجر اس سارے مال سے بھی زیادہ ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ منافقین کی ہجو کا جواب اس طرح دیا کہ اپنے صحابہ سے کہا یہ کھجوریں لو اور اس مال کے اوپر چھڑک دو جس سے اس مال میں وہ برکت پیدا ہوگی جس کی خبر مجھے میرے اللہ نے دی ہے۔

اور منافقین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

امام برہان الدین حلبیؒ لکھتے ہیں کہ:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال و دولت لے کے آئے اس لیے کہ وہ بہت ہی دولت مند شخص تھے۔ اسی طرح حضرت طلحہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال و دولت لے کے آئے تھے۔ مدینہ کی عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہ رہی تھیں انھوں نے بھی اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا تھا انھوں نے اپنے زیوارت تک جہاد کی نذر کر دیئے تھے۔ شہر مدینہ میں لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جنھوں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے اسلام قبول کیا تھا اور اُن کی پوری خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلیں مگر دور دراز کی اس تلخ مسافت کے لیے اُن کے پاس وسائل نہ تھے اس لیے وہ آزردہ تھے۔ مورخین نے اُن کو بکا ئین (بہت رونے والوں) کے نام سے پکارا ہے اور اُن کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اس جنگ میں

شامل نہیں ہو سکتے تھے۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ بکائین کی تعداد سات ہے اورانھوں نے نبی اکرمﷺ سے بھی درخواست کی کہ وہ اِن کے لیے سواری کا بندوبست کریں تا کہ وہ بھی جہاد میں شرکت کریں۔

بکائین میں حضرت سالم بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے اورعلیہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو حارثہ سے تھا۔ابو یعلی عبدالرحمان بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو بجازر کے خاندان سے تھا اُن کا قبیلہ بنو مازن تھا۔حضرت عمرو بن حمام ابن جموع رضی اللہ عنہ تھے جو بنو سلیم کے ایک فرد تھے۔حضرت عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ عنہ تھے اور ہرمی بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو واقف سے تھا۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنوفزارہ سے تھا۔

اُن کی اس آہ وزاری پہ قرآن حکیم میں یہ آیات اتاریں گئیں۔

" وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝

(القرآن سورۃ التوبہ ۹ ؛ آیات ۹۲)

ترجمہ؛

”اُن لوگوں پہ کوئی گناہ نہیں جنھوں نے خود آ کر تم سے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے سواریوں کا بندوبست کریں اور جب تم نے کہا کہ میں تمھارے لیے سواریوں کا انتظام نہیں کر سکتا تو وہ مجبوراًواپس گئے اوراُن کا حال یہ تھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اورانھیں اس بات کا بے پناہ رنج تھا کہ وہ اپنے خرچے پہ جہاد میں شرکت کی طاقت نہیں رکھتے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت یامین بن عمیر النضر ی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ مدینہ کی ایک گلی میں مَیں نے حضرت ابو یعلی عبدالرحمان بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو زار و قطار رو رہے تھے میں اُن کے قریب گیا اور اُن کو پکارا!

بھائی کیا ہوا ہے کیوں روتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا کہ ہم جنگ میں شامل ہونا چاہتے ہیں مگر سواری اور زادِراہ نہیں پاتے چنانچہ درخواست لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے تھے کہ ہمارے لیے سواری کا انتظام کیا جائے مگر نبی اکرم ﷺ نے معذرت کر لی ہے اس لیے ہم اپنی کوتاہ بختی پہ نوحہ کر رہے ہیں۔

حضرت یامین بن عمیر النضر ی رضی اللہ عنہ نے کہا؛

اچھا تم لوگ میرے ساتھ آؤ کچھ بندوبست کرتے ہیں۔

ہم لوگ اُن کے ساتھ چلے آئے انھوں بمشکل ایک اونٹ اور کچھ کھجوروں کا انتظام کیا اور ہم سے کہا اللہ کا نام لے کے اس اونٹ پہ سوار ہو جاؤ۔اس اہتمام سے ہمارے دلوں کو جس قدر خوشی حاصل ہوئی اُس کا بیان مشکل ہے اگرچہ بعد میں تمام ہی اُن لوگوں کے لیے سواری کا انتظام ہو گیا تھا جو سواری نہ ملنے کی وجہ سے روتے تھے۔

علامہ مغلطائی نے لکھا ہے کہ بکائین کی تعداد اٹھارہ تھی انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کل اٹھارہ لوگ تھے جن کے پاس کچھ نہ تھا اگرچہ ہمارے دل اس بات سے آزردہ تھے کہ ہم اس سعادت کو حاصل نہ کر سکیں گے اور پیچھے رہ جائیں گے۔چنانچہ میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سواری کی درخواست کروں مگر نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے کہا؛

میرے پاس تو اس وقت کچھ بھی نہیں جو میں تمھیں دے سکوں۔

میں بہت مایوس ہو گیا تھا جب میں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سواری کا انتظام کرنے سے انکار کر دیا ہے تو میں اور میرے ساتھی رونے لگے پتا نہیں ہم کتنا وقت روتے

رہے کہ ہم نے کچھ شور سنا اور وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے جو رسول اللہ ﷺ کے مال کی محافظت پہ متعین تھے۔

انھوں نے مجھے پکارا، عبداللہ بن قیس!

میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز سنی اور باہر کی طرف بھاگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مجھے عبداللہ بن قیس اس لیے پکارا تھا کہ میرا نام عبداللہ تھا اور میں قیس کا بیٹا تھا اگرچہ لوگ مجھے اس نام سے کم ہی جانتے تھے بلکہ وہ مجھے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے تھے

میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملا تو انھوں نے مجھ سے کہا؛

آپ کو رسول اللہ ﷺ نے یاد کیا ہے۔

میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

باہر چھ اونٹ کھڑے ہیں وہ لے جاؤ اور اپنے ساتھیوں میں بانٹ دو۔

اس طرح ہمارے لیے سواری کا بندوبست ہو گیا۔

اور بکائین میں حضرت علیہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے ابن کثیر نے اُن کی یہ روایت تحریر کی ہے کہ جہاد سے پیچھے رہ جانے کا دکھ جب حد سے بڑھا تو ایک رات میں اپنے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ شہر سے باہر نکل کے ایک چٹیل وادی میں جہاں کے پتھر مجھے اذیت دیتے تھے میں نے نماز شروع کر دی۔ میں ساری رات نماز پڑھتا رہا اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا رہا اور اس بات کی معذرت کرتا رہا کہ میں پیچھے رہ جانے والوں میں شامل ہوں۔ اے اللہ؛ تو نے مجھے جہاد کا حکم دیا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے مگر تو نے مجھے اس قدر مال نہیں دیا کہ میں جہاد پہ نکل سکوں اس لیے میں خود کو بے بس محسوس کرتا ہوں۔

اے اللہ؛ مجھے سواری عطا فرماتا کہ میں جہاد کے لیے نکل سکوں۔

اے میرے اللہ؛ آج تک جس کسی نے بھی مجھ پہ کوئی زیادتی کی ہے یا کسی نے میرا مال غصب کیا ہے یا کسی نے میرا ادھار دینا ہے میں وہ سب اُن کو معاف کرتا ہوں۔ حضرت علیہ بن

زیدؓ فرماتے ہیں کہ جس روز لشکر اسلام روانہ ہوا میں وہیں تھا اگرچہ میری آنکھ میں آنسو تھے۔

پھر میں نے سنا کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا؛

گزشتہ شب صدقہ کرنے والا کون ہے وہ کھڑا ہو جائے۔

ایک لمحے کو میرے دل میں خیال آیا کہ وہ تو میں ہوں مگر پھر میں جھجک گیا اور بیٹھا ہی رہا۔

رسول اکرمﷺ نے ایک بار پھر مجھے پکارا!

تب میں اُٹھ کھڑا ہوا تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

مبارک ہو تیرا نام اللہ کے مقبول بندوں میں شامل کیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے مجھے سواری عطا فرمائی اور ایک بار پھر میری آنکھوں میں آنسو تھے ایک بار پھر میرا دل بوجھل تھا مگر اب کی بار یہ آنسو اس خوشی کے تھے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے میری التجا سن لی اور میں پیچھے رہنے والوں میں نہ رہا۔

⌘⌘⌘

داستان سفرِ تبوک

مدینہ کی گلیوں میں اُس شب انتہا کی رونق تھی ،لگتا تھا اِس شب کسی کا ارادہ سونے کا نہیں ہے۔ ہر کوئی مگن تھا لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے وہ مختلف کاموں میں مشغول تھے۔ لوگ اپنی سواریوں پہ کجاوے کس رہے تھے ،اپنے ہتھیاروں کی جانچ پڑتال کر رہے تھے، اپنے کجاؤں میں زادِراہ رکھ رہے تھے، پانی کی مشکوں کا منہ باندھ رہے تھے، اپنے جانوروں کی دیکھ بھال کر رہے تھے، ہر طرف تلواروں کی چمک تھی، ہتھیاروں کی کھنک تھی اور جذبوں کی مہکار تھی، رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کی روانگی کا بذاتِ خود جائزہ لے رہے تھے کہ اگلی صبح مجاہدین اسلام کا یہ عظیم الشان لشکر تبوک کی طرف نکلنے والا تھا۔ مسلمانوں نے اس جنگ کے لیے مقدور بھر تیاری کی تھی اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی اُن کے پاس آٹھ ہزار اونٹ اور دو ہزار گھوڑے تھے اس طرح تین لوگوں کے لیے ایک سواری دستیاب ہو سکی تھی۔ مورخین نے اس معرکے کو کئی نام دیئے ہیں اس کو غزوہ عسیرہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اُن دِنوں مسلمان حالت غربت میں تھے، اسی طرح اس غزوہ کو بعض مورخین نے غزوہ فاضحہ بھی لکھا ہے کہ اس موقع پہ بہت سے منافقین کا نفاق کھل کے سامنے آ گیا تھا، اسی طرح بعض لوگوں نے اس کو غزوہ روم کے نام سے بھی تحریر کیا ہے کہ مسلمان رومیوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے۔ تاہم مورخین کی اکثریت نے اس معرکہ کو غزوہ تبوک ہی کا نام دیا ہے اس لیے کہ مسلمان تبوک کے مقام پہ پہنچ کر رُک گئے تھے ہم نے بھی مورخین کی اس اکثریت کی پیروی میں اس معرکہ کو غزوہ تبوک ہی

لکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینے سے نکلے تو آپ ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ [41*] کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی محافظت پہ متعین کیا۔

حضرت علی کے رضی اللہ عنہ متعلق بیان کیا گیا کہ جب مسلمانوں کا لشکر کوچ کر گیا تو منافقین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق طرح طرح کی بیہودہ باتیں کرنی شروع کر دیں انھوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بزدل ہیں اس لیے اُن کو جنگ پہ لے جانے کی بجائے عورتوں کی حفاظت پہ متعین کیا گیا ہے یا بعض نے کہا کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ پہ بوجھ ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ انھیں پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب منافقین کی یہ باتیں برداشت نہ ہوئیں تو آپ نے ہتھیار باندھے اور لشکر اسلامی کے پیچھے روانہ ہو گئے اور جرف کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا ملے۔ نبی اکرم ﷺ مقام جرف پہ فروکش تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے سوال کیا؟

علی رضی اللہ عنہ میں نے تمھیں مدینہ میں عورتوں اور بچوں کی محافظت کا فرض سونپا تھا مگر تم نے اسے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ یا رسول اللہ ﷺ

منافقین نے یہ اور یہ باتیں کیں جو مجھ سے برداشت نہ ہو سکیں اور میں آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ لوگ جھوٹے ہیں اور بکواس کرتے ہیں تم مدینہ روانہ ہو جاؤ اور اپنے فرض پہ قائم ہو جاؤ یعنی میرے گھر والوں کی دیکھ بھال کرتے رہو۔

علی؛ کیا تم اس بات پہ راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے اس درجہ میں رہو جس طرح موسیٰ کے لیے

ہارون تھے اگرچہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس مدینہ لوٹ آئے۔

⌘⌘⌘

لشکر کی روانگی

مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر جب شہر مدینہ سے جدا ہوا تو اُس کی شان نرالی تھی جسے دیکھ کے منافقین ہراساں ہو رہے تھے۔منافقین کو اس جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ اس شدید گرمی میں اس جنگ کو خوامخواہ کی بیگار سمجھ رہے تھے تاہم اُن کو یہ پریشانی بھی تھی کہ اُن کا نفاق کہیں کھل نہ جائے اس لیے عبداللہ بن ابی جو منافقین مدینہ کا سردار تھا اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ سے مسلمانوں کے ساتھ ہی نکلا۔تاہم اسلامی لشکر نے جب ثنیۃ الوداع پہ اپنا پہلا پڑاؤ کیا تو عبداللہ بن ابی نے اسلامی لشکر سے الگ قیام کیا وہ لوگوں سے کہتا دیکھو میرے ساتھ کتنے لوگ ہیں پھر اسی تکبر نے اُس کو اِس بات پہ آمادہ کیا کہ وہ اس معرکے میں شریک ہونے کے بجائے اپنے ساتھیوں سمیت وہیں سے پلٹ گیا۔اسی مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلامی میں پرچم تقسیم کیے۔نبی اکرم ﷺ نے سب سے بڑا پرچم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور انھیں مہاجرین مکہ پہ سردار مقرر کیا تاہم نبی اکرم ﷺ نے خاص بنو ہاشم کا پرچم اپنے پھوپھی زاد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا۔اسی طرح انصار مدینہ میں بنو اوس کا پرچم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا گیا جبکہ بنو خزرج کا پرچم حضرت حباب ابن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔مورخین نے اگرچہ یہاں یہ تو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پہ اِن پرچموں کے علاوہ بھی بہت سے پرچم تقسیم کیے اس لیے کہ اس جنگ میں عربوں کے وہ بہت سے قبائل بھی شامل تھے جنھوں نے ابھی ابھی فتح مکہ یا بنو ہوازن کی شکست کے بعد اسلام قبول کیا تھا تاہم مورخین

نے دیگرلوٗا اور پرچموں کی تفصیلات مہیا نہیں کیں۔

لشکر اسلامی اب اُس طویل سفر پہ گامزن تھا جس کا انھوں نے ارادہ کیا تھا شدید گرمی کا عالم تھا ،سواری اور سامان خورونوش کی کمی تھی ،مگر حوصلوں میں کمی نہ تھی ،جذبوں میں کمی نہ تھی ،اطاعت میں کمی نہ تھی ،وفا میں کمی نہ تھی ،ایثار میں کمی نہ تھی ،اقرار میں کمی نہ تھی ،شوق میں کمی نہ تھی ،ایمان میں کمی نہ تھی ،یقین میں کمی نہ تھی ،صبر میں کمی نہ تھی۔مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود تھی کہ یہ ایک مشکل سفر تھا جس میں گرد بھرے طوفان تھے ،شدید گرمی کی لہریں تھیں طویل مسافتوں کی تھکن تھی ،وسیع صحراؤں کی ویرانی تھی ،قدم قدم پہ سراب تھے اور منزل بہت دور تھی۔مورخین نے غزوہ تبوک میں شامل اصحاب رسول سے روایت کی ہے کہ اس کٹھن مسافت کے دوران جب اُن کا پانی ختم ہو گیا تو کئی صحابہ نے اپنے اونٹ ذبح کر دیئے اور اُن کی اوجھ میں محفوظ پانی سے اپنی زبانوں کو تر کیا جو منہ میں اس طرح اکڑ گئیں تھیں جیسے وہ کوئی لکڑی ہو۔پھر یہ عظیم الشان اسلامی لشکر حجر کی وادیٔ میں داخل ہوا جو کبھی قوم ثمود کا مسکن تھا۔نبی اکرم ﷺ جب قوم ثمود کے کھنڈروں کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے سر پہ کپڑا ڈال لیا اپنی سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو حکم دیا کہ جب تم اِن کھنڈروں میں داخل ہو جو ظالم اور سرکش لوگوں کا ٹھکانہ تھا تو یہاں سے روتے ہوئے تیزی سے گزر جاؤں کہ مبادا تم بھی اسی بلا میں گرفتار ہو جاؤ جس میں وہ قوم گرفتار ہوئی تھی۔آگے جانے والے لشکر میں سے کچھ آدمیوں نے وادیٔ القریٰ کے ایک کنویں سے پانی بھر لیا اور اُس پانی سے آٹا بھی گوندھ لیا مگر جب نبی اکرم ﷺ پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ کوئی اس کنویں کے پانی سے وضو نہ کرے نہ کوئی اس پانی کو پیے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ کیا کہ ہم نے اس پانی سے آٹا گوندھ لیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اسے اونٹوں کے آگے ڈال دو۔

اسی وادیٔ میں وہ کنواں بھی تھا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی نبی اکرم

ﷺ اس کنویں پہ رک کے رُخ انور صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا' معجزے مت طلب کیا کرو تم سے پہلے کئی قومیں اسی عادت کی وجہ سے تباہ کر دی گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کا اشارہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی طرف تھا، جسے حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے بطور معجزہ طلب کیا اور جب وہ انٹنی ایک پہاڑ کو پھاڑ کے نکل آئی تو اس بد بخت قوم نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جس کے نتیجے میں اس قوم پہ اللہ کا عذاب اترا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کنویں سے پانی نکالا خود بھی پیا اور صحابہ کو بھی پینے کی اجازت دی اور اسی پانی سے وضو بھی کیا۔ غالباً اسی پڑاؤ میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو آگاہ کیا کہ آج رات تیز آندھی آئے گی اس لیے کوئی شخص تنہا لشکرگاہ سے باہر نہ جائے۔ صحابہ نے مکمل طور پہ نبی اکرم ﷺ کے اس حکم کی اطاعت کی تاہم دو اشخاص نے اس ہدایت کو نظر انداز کیا جس کی انھیں سزا بھی ملی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ وہ بنو ساعدہ کے دو لوگ تھے اُن میں سے ایک شخص تو اپنے اونٹ کے پیچھے گیا اور دوسرا شخص کسی اور ضرورت کے تحت لشکرگاہ سے الگ ہوا جب آندھی آئی تو اُن میں سے ایک شخص کو تو غشی کا دورہ پڑ گیا صحابہ نے اسے بے سدھ پایا اور اٹھا لائے تاہم نبی اکرم ﷺ نے جب اس شخص کے لیے دُعا کی تو تھوڑی دیر بعد اُس شخص کو ہوش آ گیا تاہم دوسرے شخص کو اس آندھی نے اٹھایا اور دور بنو طے کے پہاڑوں میں جا پھینکا۔ نبی اکرم ﷺ جب تبوک کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ پہنچے تو اس سے کئی دن بعد وہ شخص مدینہ پہنچا اور اپنے ساتھ گزرنے والی بپتا صحابہ کے گوش گزار کی۔

⌘⌘⌘

سفر کے واقعات

ریگزار عرب کی بسیط وسعتوں میں لشکر اسلام کا سفر جاری تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ لوگوں کو منع کریں وہ بھوک اور پیاس کے ہاتھوں مجبور ہو کے اپنے اونٹ ذبح کر رہے ہیں اگر وہ اسی طرح اپنے اونٹ ذبح کرتے رہے تو عنقریب سواری کے لیے اونٹوں کی قلت پیدا ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہیں تشریف فرما تھے انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ دُعا کریں کہ وہ ہم بارش برسائے تا کہ صحابہ کی پیاس دور ہو سکے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

ابو بکر اگر میں اللہ سے دُعا کروں تو وہ ضرور بارش برسائے گا مگر تب بھی تمھارے کچھ ساتھی یہی کہیں گے کہ یہ بارش تو فلاں ستارے کی گردش کی وجہ سے ہوئی ہے اور نبی اکرم ﷺ کا اشارہ یقیناً منافقین کے گروہ کی طرف تھا۔

تاہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار جاری رکھا تب نبی اکرم ﷺ اپنے اس محبوب دوست کی طرف مڑے اور فرمایا؛

ابو بکر تجھے یہ بات پسند ہے کہ میں بارش کے لیے دُعا کروں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا؛ بے شک یا رسول اللہ ﷺ

اور نبی اکرمﷺ نے ہاتھ اٹھا لیے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اُن ہاتھوں کو کبھی خالی نہ لوٹایا گیا۔ چنانچہ ابھی نبی اکرمﷺ دُعا مانگ کے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ سرمئی اور سیاہ بادلوں نے اُس آسمان کو گھیر لیا جس کے نیچے یہ قافلہ پناہ گزیں تھا اور تھوڑی دیر بعد بارش شروع ہوگئی اور وہ بارش اس قدر بھرپور تھی کہ پورا لشکر نہال ہوگیا انھوں نے اپنی پیاس بجھائی غسل کیا اپنے برتن بھرے مشکیزے بھرے اور اپنے جانوروں کو سیراب کیا۔ بیان کرنے کی خاص بات یہ ہے کہ یہ بارش صرف اُس محدود علاقے میں برس رہی تھی جس میں اسلامی لشکر ٹھہرا ہوا تھا ۔صحابہ اپنے کچھ ساتھیوں کو جانتے تھے کہ اُن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے تو انھوں نے اپنے اِن ساتھیوں سے کہا؛

ارے او بدبختو؛ اس واقعے کو دیکھنے کے بعد بھی تمھارے دل پہ پڑا ہوا نفاق کا پردہ نہیں ہٹا کہ رسول اللہ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں محبوب رکھتا ہے تو اُن منافقین کی زبان سے وہی الفاظ نکلے جن کی اطلاع قبل ازیں رسول اللہﷺ اپنے صحابہ کو دے چکے تھے۔

انھوں نے کہا؛

یہ بارش تو شعری ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سفر میں ایک پڑاؤ کے دوران نبی اکرمﷺ کی اونٹنی کہیں گم ہوگئی۔

صحابہ رسول اللہﷺ کی اونٹنی کی جستجو کرنے لگے۔

تب نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو بتایا کہ تمھارے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ وہ شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ اُسے غیب سے خبریں آتی ہیں جبکہ حالت یہ ہے کہ انھیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ اُن کی اونٹنی کہاں ہے۔

پھر فرمایا؛ بخدا میں اسی قدر جانتا ہوں جس قدر میرا رب مجھے بتاتا ہے اور اب میرے رب نے

مجھے بتا دیا ہے کہ میری اونٹنی کہاں ہے۔ چنانچہ صحابہ اُس گھاٹی کی طرف روانہ ہو گئے جس کی طرف نبی اکرمﷺ نے اشارہ کیا تھا اور انھیں وہاں رسول اللہﷺ کی اونٹنی مل گئی۔ حضرت عمارہ اس وقت وہیں تھے جب رسول اللہﷺ نے اُس منافق کی بات سے صحابہ کو آگاہ فرمایا تھا ۔جب رسول اللہﷺ کی اونٹنی مل گئی تو وہ اپنے خیمے کی طرف لوٹ آئے جس میں اُن کے ساتھ کئی دیگر لوگ بھی قیام پذیر تھے۔ وہ اپنے خیمے میں داخل ہوئے اور لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا کہ کسی بدبخت نے رسول اللہﷺ کی شان میں یہ گستاخی کی ہے جس سے رسول اللہﷺ نے ہمیں اُسی وقت آگاہ فرما دیا پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ اُس شخص نے رسول اللہﷺ کے بارے میں یہ بات کی تھی۔ تب اُن کے خیمے میں موجود کئی لوگوں کی آنکھیں پھیل گئیں اور انھوں نے کہا؛

یہ بات تو ابھی تھوڑی دیر پہلے کی گئی ہے اور اسی خیمے میں کی گئی ہے۔

پھر لوگوں کی انگلیاں اُس شخص کی طرف اُٹھ گئیں جس کا نام زید بن لصیت تھا اور وہ بنو قینقاع سے تعلق رکھتا تھا اور اب اُس کا نفاق کھل چکا تھا۔

حضرت عمارہ اٹھے اور انھوں نے زید بن لصیت کو گردن سے پکڑا اور گھسیٹتے ہوئے اپنے خیمے سے باہر پھینک دیا اور فرمایا؛

ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہم ہی اپنی آستین میں سانپ پال رہے ہیں۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سفر کے متعلق امام بخاری نے اپنی صحیح میں یہ روایت درج کی ہے کہ نبی اکرمﷺ کے پاس لڑائی جھگڑے کا ایک مقدمہ پیش کیا گیا۔

ایک شخص جو حضرت یحییٰ بن امیہ کا غلام تھا اُس نے رسول اللہﷺ سے شکایت کی کہ لشکر اسلام کے ایک مجاہد نے اُس کے سامنے والے دو دانت توڑ دیئے ہیں چنانچہ مجھے قصاص دلایا جائے

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛ اُس شخص کو تلاش کرو جس نے اس کے دانت توڑے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد صحابہ اس شخص کو لے آئے جس کا نام اجیر تھا اور اُس کا حضرت یحیٰی بن امیہ کے غلام سے جھگڑا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے دریافت کیا تم نے اس شخص کے دانت کیوں توڑے ہیں تو اُس شخص نے نبی اکرم ﷺ کو تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ یارسول اللہ ﷺ اِس شخص نے میرا ہاتھ چبا ڈالا تھا میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ سے نکالنے کے لیے زور لگایا تو اس کے دانت ٹوٹ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس شخص کو رخصت کر دیا۔

تب مدعی نے پھر سے قصاص کا مطالبہ کیا تو نبی اکرم ﷺ اُس پہ ناراض ہوئے اور فرمایا' کیا تو چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تیرا منہ نہ کھینچتا اور تو اُسے چباتا رہتا تیرے لیے کوئی بدلہ نہیں ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اسی سفر کے دوران صحابہ کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی۔

امام بیہقی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت درج کی ہے جس میں بتایا گیا کہ اس روز مسلمانوں کا لشکر رات گئے پڑاؤ کے لیے اترا تو سب نہایت تھکے ہوئے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے استراحت فرما ہوئے اور حضرت بلالؓ سے فرمایا؛

خیال رکھنا ہماری صبح کی نماز قضاء نہ ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ آپ بے فکر ہو کے سو جائیں میں جاگ رہا ہوں۔

وہ کافی دیر تک جاگتے رہے اور ادھر اُدھر گھومتے رہے آخر فجر کے قریب انھوں نے سوچا کہ بس اب وقت ہوا ہی چاہتا ہے اور وہ بیٹھ گئے اور اپنے اونٹ سے ٹیک لگا لی۔ تھوڑی دیر بعد نیند اُن پہ غالب آ گئی اور پھر مسلمانوں کی آنکھ اس وقت کھلی جب سورج کی تیز روشنی نے اُن کی پلکوں پہ دستک دی۔ سب سے پہلے خود نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا' بلال میں نے تمھیں کہا نہ تھا خیال رکھنا ہماری صبح کی نماز قضاء نہ ہو۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ مجھ پہ بھی اسی چیز نے غلبہ پالیا تھا جس نے باقی سب لوگوں کو احاطہ کیا ہوا ہے۔

اب تمام صحابہ بیدار ہو چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

صحابہ سوار ہوئے کچھ مسافت طے کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے اونٹ سے اترے اور وضو کیا۔

تمام لشکر بھی اتر چکا تھا چنانچہ اُس روز دن کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے نماز فجر ادا کی۔

⌘⌘⌘

تبوک میں آمد

طویل اور کٹھن سفر کے بعد لشکر اسلامی کی منزل اب قریب تھی ۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سفر کے آخری روز نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا 'دیکھو کل ہم منزل پہ پہنچ جائیں گے مگر یاد رکھو تم میں سے جو پہلے وہاں پہنچے وہ تبوک کے چشموں سے پانی نہ لے کیونکہ تبوک کے مقام پہ پانی کی کمی ہے ۔اگلے روز تبوک کے چشموں پہ پہنچنے والے گروہ میں کئی منافقین بھی شامل تھے ۔اگرچہ نبی اکرم ﷺ کا حکم اُن تک بھی پہنچ چکا تھا تاہم اپنے نفاق کی وجہ سے انھوں نے اس حکم کی پرواہ نہ کی اور چشموں سے پانی نکال لیا حتیٰ کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ اِن چشموں پہ پہنچے تو اُن چشموں کا پانی خشک ہو چکا تھا صرف کہیں کہیں سے تھوڑا تھوڑا پانی رس رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ میرے پہنچنے سے پہلے اِن چشموں سے پانی نہ نکالنا ۔نبی اکرم ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور صحابہ اس بات سے گھبراتے تھے کہ مبادا نبی اکرم ﷺ کی زبان سے اُن کے لیے کوئی بددُعا نہ نکل جائے اس لیے انھوں نے کھوج کی کہ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کی حکم عدولی کی تب انھیں معلوم ہوا کہ وہ منافقین کا گروہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ وہی لوگ ہیں جن کے

دلوں میں بیماری ہے۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا: اچھا اِن چشموں سے بہنے والا کچھ پانی جمع کرو۔

صحابہ نے ایک مشک پانی جمع کیا اور نبی اکرمﷺ کی خدمت میں پیش کیا نبی اکرمﷺ نے اس پانی سے وضو کیا اور وضو سے بچے ہوئے پانی کے متعلق فرمایا کہ اس پانی کو خشک ہوتے چشموں میں انڈیل دو۔

صحابہ نے حکم کی اطاعت کی۔

اور انھوں نے دیکھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد وہ چشمے جو خشک ہو رہے تھے ابلنے لگے اور اُن سے بے تحاشا پانی بہنے لگا جو صحابہ کی ضروریات کے لیے کافی تھا۔ چنانچہ صحابہ نے نہ صرف اپنی پیاس بجھائی بلکہ اپنے جانوروں کو بھی سیراب کیا اور اپنی مشکوں کو بھی بھر لیا۔ جس روز نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچے اسی روز جو رسول اللہﷺ کا تبوک میں پہلا دن تھا آپﷺ نے نماز ظہر کے بعد صحابہ کو خطاب کیا آپﷺ کا یہ خطبہ ذیل میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

”حمد و ثنا کے بعد آپﷺ نے فرمایا؛

”اے لوگو؛ سب سے زیادہ سچی بات کتاب اللہ کی ہے اور سب سے مضبوط سہارا تقویٰ ہے، سب سے بہتر دین ابراہیم کا دین ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمدﷺ کا طریقہ ہے، تمام گفتار سے بہتر اللہ کا ذکر ہے اور سب قصوں کہانیوں سے بہتر اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہتر کام نیکی ہے اور سب سے برا کام بدعت ہے، سب سے بہتر راستہ انبیاء کا راستہ ہے اور سب سے بہتر موت شہدا کی موت ہے، سب سے بے عقلی کی بات اسلام کے بعد گمراہی ہے، سب سے بہتر عمل وہ ہے جو نفع دے، سب سے بہتر ہدایت وہ ہے جس پہ عمل کیا جائے، دل کا اندھا پن سب سے برا ہے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، وہ تھوڑا مال جو ضرورت پوری کر دے اُس کثیر مال سے بہتر ہے جو انسان کو اللہ سے غافل بنا دے، سب سے بری معذرت وقت نزع کی معذرت ہے اور سب سے بدترین ندامت روز محشر کی ندامت ہے، تم میں سے

کچھ لوگ ایسے ہیں جو نماز جمعہ میں دیر سے آتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اللہ کا ذکر لاتعلقی سے کرتے ہیں، سب سے خطا کار زبان وہ ہے جو جھوٹی ہو اور سب سے بہتر دل وہ ہے جو غنی ہو، سب سے بہتر زادِراہ تقوی ہے اور سب سے بڑی دانائی اللہ کا خوف ہے، دل کا خزانہ یقین ہے اور شک کفر تک لے جاتا ہے، میت پہ نوحہ جاہلیت ہے اور امانت میں خیانت دوزخ کی آگ تک لے جانے والا عمل ہے، نشہ کرنا دوزخیوں کا عمل ہے اور برے شعر شیطان کی طرف سے ہیں، شراب سب برائیوں سے بڑی برائی ہے اور سب سے برا مال یتیم کا مال ہے، سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے ہدایت طلب کرے اور بد بخت ماں کے پیٹ سے ہی بد بخت آتا ہے، سب انسانوں کی منزل چار ہاتھ کا گڑھا ہے اور سب اعمال کا بدل روز آخر دیا جائے گا، انجام کا دارومدار اعمال پہ ہے اور جھوٹ سب سے بری سواری ہے ہر آنے والی چیز قریب ہے اور مومن کو گالی دینا فسق کا کام ہے، مومن کو قتل کرنا کفر ہے اور غیبت فسق ہے مومن کا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح کہ اُس کا خون، جو اللہ کی جھوٹی قسم کھاتا ہے وہ اللہ کو جھٹلاتا ہے اللہ کی مرضی ہے کہ وہ اس کو معاف کرے یا سزا دے، جو لوگوں کو معاف کرتا ہے اللہ اِس کو معاف کرتا ہے، جو غصہ پی جائے اللہ اُس کو اجر دے گا اور جو بھاری مصیبت میں صبر کرے گا اللہ اسے بدل دے گا، جو بری باتیں پھیلاتا ہے اللہ اُس کو بدنام کر دے گا، جو کوئی نافرمانی سے رُک گیا اللہ اُس کو معاف کر دے گا، اور جو نافرمان ہوا اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکے گا میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں۔

میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں۔

میں تم سب کے لیے اللہ سے مغفرت کا طلبگار رہوں۔

⌘⌘⌘

پیچھے رہ جانے والے

نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچ چکے تھے اور وہاں قیام پذیر تھے اب ہم اُن لوگوں کا کچھ احوال بیان کرنا چاہتے ہیں جو مومن تھے مگر پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھے۔ مورخین نے بتایا کہ وہ پانچ یا چھ لوگ تھے جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے اُن میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ، حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ شامل تھے اِن میں سے اولالذکر تین افراد کا ذکر تو اُس وقت کیا جائے گا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لائیں گے مگر مؤخرالذکر تین افراد کا تذکرہ اسی مقام کا متقاضی ہے اس لیے کہ یہ تینوں افراد نبی اکرم ﷺ سے آملے تھے۔

حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ خود انھی کی زبان سے بیان کیا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرا اس جنگ پہ نکلنے کا پورا ارادہ تھا مگر میرے پاس کئی سواریاں تھیں اس لیے میں موسم کی شدت اور اپنے نفس کی اکساہٹ کی وجہ سے میں وقت پہ نہ نکلا اور لشکر اسلامی مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کا طرزِ عمل یہ تھا کہ جب صحابہ اُن کو بتاتے کہ فلاں صحابی جنگ پہ نکلنے سے گریزاں ہے تو نبی اکرم ﷺ فرماتے اُس کو اِس کے حال پہ چھوڑ دو اگر اُس میں کوئی اچھائی ہوگی تو وہ تم سے آملے گا اور اگر وہ نہ بھی آئے تو اللہ تعالیٰ تمھیں ایسے لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔ لشکر اسلامی کی روانگی کے کچھ روز بعد ایک دن حضرت ابوخثیمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر پہنچے تو انھوں نے دیکھا

کہ اُن کے باغ میں پانی چھڑک دیا گیا ہے جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے اُن کے خیمے سائے میں ہیں جہاں شدید گرمی بے اثر ہو جاتی تھی اُن کی دونوں بیویوں نے سنگار کیا ہوا تھا اور کھانا تیار کرنے کے بعد اپنے اپنے خیموں میں اُن کی منتظر تھیں جو باغ میں لگائے گئے تھے ۔انھوں نے اپنے شوہر ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی آواز سنی تو خیمے کے پردے اٹھا کر دروازوں پہ آ گئیں اور اپنے شوہر کو داخل ہونے کی دعوت دی حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا اہتمام دیکھا تو خود کلامی کرتے ہو کہا'

اے ابو خثیمہ؛ تو اپنی بیویوں کے حسن سے لطف اندوز ہو اور ٹھنڈے سائے میں بیٹھ کر ٹھنڈا پانی پیے اور گوشت کھائے جبکہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تپتے صحراؤں میں محوسفر ہیں تمھارا یہ عمل قرین انصاف تو نہیں۔

پھر انھوں نے اپنی بیویوں کو پکارا اور کہا؛

بخدا؛ میں تمھارے اِن خیموں میں قدم نہ رکھوں گا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جاؤں گا میری سواری اور زادِراہ تیار کرو۔اُن کی بیویوں نے اطاعت کی اور اُن کی سواری اور زادِراہ تیار کر دیا ۔وہ وہیں سے اپنے اونٹ پہ سوار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ راستے میں اُن کی ملاقات حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ ہوئی اور وہ بھی سستی کی وجہ سے لشکر اسلام سے پیچھے رہ گئے تھے مگر اب وہ اپنے ضمیر کی آواز پہ لبیک کہتے ہوئے تنہا ہی روانہ ہو گئے تھے۔اب وہ دو تھے اور اُن کی منزل بہت دور تھی تاہم وہ دلجمعی سے محوسفر رہے حتیٰ کہ منزل تک جا پہنچے۔جب اُن کی منزل قریب آ گئی تو حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمسفر حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا ہے اور میں اپنے اللہ سے شرمندہ ہوں اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میں تنہا رسول اللہ ﷺ کے سامنے جاؤں کیا تم کچھ توقف کرو گے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے معافی مانگ لوں۔حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ نے رضامندی کا اظہار کر دیا وہ خود رُک گئے اور حضرت ابو خثیمہ رضی اللہ عنہ کو آگے جانے دیا۔ایک روز جب نبی اکرم ﷺ

اپنے صحابہ کے جلو میں تبوک کے مقام پہ تشریف فرما تھے تب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو خبر کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک شتر سوار چلا آرہا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہوگا۔

صحابہ اُن کے استقبال کو آگے بڑھے اور جب وہ شتر سوار اُن کے قریب پہنچا تو وہ دیکھ کے حیران رہ گئے کہ وہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا؛

ابوخیثمہ تمھارے لیے بہتر یہی تھا کہ تم چلے آتے۔اُن کے بعد حضرت عمیر ابن وہب رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت ابوذر غفاریؓ لشکر اسلام کے ساتھ ہی نکلے تھے مگر جلد ہی اُن کا اونٹ جوابی ہو گیا اور وہ لشکر اسلامی سے پیچھے رہ گئے جس سے بعض صحابہ نے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ نہیں نکلے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا شمار نبی اکرم ﷺ کے اُن صحابہ میں کیا جاتا ہے جن کو سابقین الاولین کہا جاتا ہے۔بیان کیا جاتا ہے کہ یہ وہ پانچویں شخص تھے جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا،حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نہایت زبردست عالم دین اور انتہائی زاہد اور متقی صحابی تھے وہ حق بات کہنے سے نہ گھبراتے تھے۔چنانچہ تبوک میں نبی اکرم ﷺ کو اطلاع کی گئی کہ ایک شخص پیدل ہی چلا آرہا ہے اور نبی اکرم ﷺ جان گئے کہ وہ کون ہے۔صحابہ سے فرمایا ؛اللہ اُس پہ رحم فرمائے وہ اکیلا ہی چلا آرہا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اُس کو روز محشر اکیلا ہی اٹھایا جائے گا جاؤ وہ میرا محبوب صحابی ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہے اُس کا استقبال کرو۔

اورلوگ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اُن کے قریب پہنچے تو لوگوں نے اُن کو پہچان لیا وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہی تھے چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔بہت سال بعد جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تب رسول اکرم ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی کہ وہ اکیلا ہی مرے گا۔تب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ شام میں مقیم تھے جہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کی طرف سے نامزد حکمران تھے۔وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پہ بے پناہ تنقید کرتے اور انھیں ہر کام سے روکتے۔چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بلا لیا۔

مدینہ آنے کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہ تنقید کرنے لگے جس کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ شہر سے باہر زبدہ کے مقام پہ بھیج دیا جہاں وہ ایک غلام اور اپنی بوڑھی بیوی اُم ذر کے ساتھ رہنے لگے۔ایک بار وہ اپنی بیوی اور غلام کے ساتھ محو سفر تھے کہ انھیں مرض الموت نے آلیا۔اس طرح رسول اللہ ﷺ کی یہ بات پوری ہوئی کہ ابوذر تنہا کسی ویرانے میں موت کو گلے لگائے گا۔حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر کی وصیت کے مطابق اُن کے جسد خاکی کو راستے پہ رکھ دیا اور انتظار کرنے لگیں کہ کوئی قافلہ ادھر سے گزرے تو وہ اِن کو دفن کرے۔ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ عربوں کا ایک قافلہ وہاں آ پہنچا اور اُس قافلے کے سالار حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے جو صحابی رسول تھے اور اُس محفل میں بھی موجود تھے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلا ہی مرے گا۔

اُم ذر نے لوگوں کو پکارا اور کہا؛

لوگو رُک جاؤ اور اس شخص کو دفن کرو جو رسول اللہ ﷺ کا صحابی ابوذر رضی اللہ عنہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کے آگے بڑھے اور رونے لگے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

کودفن کرنے کے بعدانھوں نے اپنے عراقی ساتھیوں کو نبی اکرمﷺ کی پوری حدیث سنائی کہ کس مقام پہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلا ہی چلا آرہا ہے وہ اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔

⌘⌘⌘

تبوک میں قیام

تبوک کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ نے بیس راتیں قیام کیا۔ مورخین نے اِن بیس روز کے جن واقعات کو ہم تک منتقل کیا ہے اُن کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ دشمن کا دور دور تک کچھ پتا نہ تھا اور ہم فارغ ہی رہتے تھے اگرچہ ہمیں پانی اور خوارک کی کمی کا سامنا تھا۔

ایک روز آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور فرمایا؛

بلال رضی اللہ عنہ کچھ کھانے کے لیے تو لاؤ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جس بوری میں کھجوریں تھیں وہ تو خالی ہو گئی ہے میں دیکھتا ہوں شاید اُس کی تہہ سے کوئی ایک دو کھجوریں مل جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

جو ہے لے آؤ اور صحابہ سے بھی کہو جس کے پاس کچھ کھانے کے لیے ہو وہ لے آئے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے زمین پہ ایک کپڑا بچھا دیا اور صحابہ کے پاس کھانے کی جو بھی چیز تھی وہ اس پہ لا کے ڈھیر کرتے گئے اور اُن کے پاس کھانے کے لیے بہت کچھ نہ تھا اس لیے جب سب نے اپنا کھانا ڈال دیا تب بھی اُس کی مقدار کچھ زیادہ نہ تھی۔ اُن میں کھجوریں تھیں جو ایک صاع سے بھی کم تھیں کچھ ستو تھے اور خشک گوشت کے کچھ ٹکڑے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے کھانے کے اس سامان کو اپنے ہاتھوں سے الٹا پلٹا اور اسے باہم ملا دیا

اس کے بعد دُعا کی۔ دُعا کے بعد صحابہ کو حکم دیا اس دسترخوان سے کھاتے جاؤ۔ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ ہم دسترخوان سے کھاتے رہے حتیٰ کہ تمام لشکر نے کئی روز بعد پیٹ بھر کے کھایا ۔اس کے بعد بھی وہ کھانا اسی قدر تھا جیسا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے تھا۔ چنانچہ اس کے بعد ہم نے رسول اللہﷺ کی اجازت سے اس دسترخوان سے اپنے برتن بھرنے شروع کر دیئے اور اس فردگاہ میں کوئی ایسا برتن نہ بچا تھا جو خالی ہو۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

شاید کئی صدیوں بعد ایسا ہوا تھا کہ عربوں کے کسی گروہ نے اتنا لمبا اور دشوار گزار سفر کر کے اُن علاقوں پہ حملہ آور ہونے کی جرأت کی تھی جو رومی مملکت کے تحت آتے تھے دوسرے لفظوں میں اس حملے کو سلطنت روم پہ حملہ بھی کہا جا سکتا ہے اور یہ حملہ تاریخ کے دھارے کو موڑنے والا تھا۔ خطے کی جغرافیائی معاشی معاشرتی سماجی اور عقائدی جمود کو زیروزبر کرنے والا تھا۔ یہ حملہ تاریخ کے ایک نئے عہد کا سر آغاز تھا جس کا ثبوت آنے والے وقت نے فراہم کیا۔ تبوک میں مسلمانوں کا قیام اور ہرقل کا شام میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے گریز اور اُن عرب حکمرانوں کا اپنے بلوں میں گھس جانا جن کی راہبری بنوغسان کر رہے تھے آنے والے دنوں میں اُن نتائج کو ظاہر کر رہا تھا جن کا ظاہر ہونا ناگزیر ہو چکا تھا۔

چنانچہ جلد ہی مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جنگوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کے اختتام پہ رومی سلطنت کا وجود محض تاریخ کے صفحات تک محدود ہو کے رہ گیا اور عملاً اس کا وجود ہوا میں تحلیل ہو گیا اور وہ سب علاقے جو عیسائی رومی ریاست کا حصہ تھے وہ اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گئے اِن علاقوں کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اب وہ لوگ لشکر اسلام کے مجاہد تھے اور دین اسلام کی روشنی لیے دنیا کے کونے کونے کو منور کرنے کے لیے نکلتے تھے۔ چنانچہ جب رسول اللہﷺ کا لشکر تبوک میں اترا تو اس علاقے کے اکثر حکمرانوں کی دانش

نے اُن کی راہنمائی اس امر کی طرف کی کہ اب اِن علاقوں میں رومیوں کی بجائے مسلمانوں کا ہی غلبہ ہوگا۔ چنانچہ جن قبائل کے حکمرانوں کی دانش نے اس روشن حقیقت کو بخوبی بھانپ لیا انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی اُن میں سے کچھ کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اُن میں ایک ایلہ کا بادشاہ تھا جس کا نام یحنہ بن اردیہ تھا اُس کے ساتھ قبیلہ جربا کے کچھ لوگ بھی تھے جو ملک شام کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے اور اذرح کے کچھ لوگ بھی تھے جو سرات کے مقابل ایک شہر کا نام ہے نیز مینا بستی کے کچھ لوگ تھے جو ایلا کے بادشاہ کے ہمراہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی مگر انھوں نے اسے قبول نہ کیا بلکہ جزیہ دینا مناسب جانا چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے معاہدہ کرلیا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

ہمیں تحریر لکھ دیں۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے تحریر لکھوادی جسے ہم ذیل میں تحریر کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" یحنہ اور ایلاء والوں کو اس تحریر کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے امان دی جاتی ہے بر و بحر یعنی خشکی اور سمندروں میں اُن کے قافلوں کو امان ہے ۔وہ لوگ اور ان کے ساتھ ملک شام یمن اور بحر کے جو لوگ ہیں اُن کو بھی امان دی جاتی ہے اور اب وہ اللہ اور اُس کے رسول محمد ﷺ کی ذمہ داری میں ہیں۔اس کے بعد

ان میں کوئی شخص اگر اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے یا نئی بات نکالے تو مسلمان اُن کے جان و مال کی حفاظت سے بری ہو جائیں گے اور اگر یہ اپنے معاہدے پہ برقرار رہیں گے تو یہ کسی چشمہ آب پہ پڑاؤ کریں یا خشکی اور تری میں کوئی راستہ اختیار کریں اِن کو کسی حال میں روکنا درست نہ ہوگا۔امان برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ اسی مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے اہل ذرح اور اہل مینا کو بھی امان دی۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

اور انھی میں دومۃ الجندل کا حکمران اکیدر بھی تھا یہ بنو کندہ کا ایک فرد تھا اور دومہ کا حکمران تھا اور نصرانی تھا وہ رومیوں کا اتحادی تھا اُن کا حمایتی اور حلیف تھا نبی اکرم ﷺ نے اُس کی طرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا تو اسے بیل کا شکار کرتا ہوا پائے گا۔

امام سہیلی نے اکیدر کا واقعہ تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ؛

وہ ایک چاندنی رات تھی جس میں اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ محل کی چھت پہ تھا جب ایک بیل نے محل کے دروازے پہ ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔

اکیدر چھت سے اترا اور گھوڑے پہ سوار ہوا اُس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جن میں اُس کا بھائی حسان بھی شامل تھا بیل بھاگ اٹھا تھا اور وہ اُس کے تعاقب میں تھے۔

تب اُن کا سامنا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے ہوا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جس میں اکیدر کا بھائی حسان بھی شامل تھا اور اکیدر کو گرفتار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اکیدر کے بھائی حسان کا لباس اتار لیا جو بیش قیمت تھا صحابہ نے جب اس لباس کو دیکھا تو

حیران رہ گئے کیونکہ اس میں سونے اور ہیرے جواہرات کا کام تھا۔
نبی اکرمﷺ نے صحابہ کی حیرت دیکھی تو فرمایا؛
حیران مت ہو کیونکہ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال بھی اس لباس سے بیش قیمت ہوں گے۔
اکیدر نے صلح کی درخواست کی جسے رسول اللہﷺ نے قبول کرلیا۔
اکیدر نے جزیہ کے طور پہ دو ہزار اونٹ، تین سو گھوڑے، چار سو زرہ اور چار سو نیزوں کے عوض جان بخشی کی درخواست کی۔
نبی اکرمﷺ نے اس کی درخواست قبول کرلی۔
اُس نے اپنے بھائی کے لیے بھی امان طلب کی جو ایک اور شہر کا حکمران تھا۔
اکیدر کا یہ بھائی اُس کے علاوہ تھا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

امام ابن اسحٰقؒ اور ابن مندہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ذوالبجادین کا تعلق عربوں کے ایک مشہور قبیلے بنو مزینہ سے تھا۔امام برہان الدین حلبیؒ نے حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے ایمان لانے کا واقعہ تفصیل سے تحریر کیا ہے۔
اُن کی داستان محبت الٰہی سے معمور ہے۔
وہ بیان کرتے ہیں کہ ابھی میں نے ہوش نہ سنبھالا تھا کہ میرے والد نے انتقال کیا تب میرے چچا نے میری پرورش کی ابھی میں پورے طور پہ جوان نہ ہوا تھا کہ میں نے لوگوں سے اس بات کا ذکر سنا کہ قریش کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے اُن کے بارے میں اشتیاق تھا اور میں لوگوں سے اُن کے احوال جانتا رہتا تھا اُن کی باتیں اور دعوت کو کسی حد تک جان لینے

کے بعد اب میرا دل بتوں کی پوجا پہ مائل نہ ہوتا تھا۔ تاہم چونکہ میرا چچا میرے باپ کی طرح تھا اس لیے میں منتظر رہا کہ میرا چچا بھی دوسرے عربوں کی طرح نکلے اور اسلام قبول کرے مگر ایک مدت گزر گئی مگر میرے چچا نے اسلام قبول کرنے میں کوئی دلچسپی نہ لی۔ میرے اندر اسلام قبول کرنے کا شوق پیدا ہو چکا تھا مگر میں اپنے چچا کی وجہ سے مجبور تھا اسی کشمکش میں بہت سا وقت بیت گیا نبی اکرمﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اہل قریش نے اُن کے خلاف کئی جنگیں برپا کیں۔

میں یہ سب کچھ سنتا رہتا تھا مگر میرا چچا اپنی ضد پہ اڑا ہوا تھا۔ اس دوران میں اپنی محنت کے بل بوتے پہ کافی آسودہ ہو چکا تھا اور میرے پاس بہت مال جمع ہو چکا تھا۔ پھر جب نبی اکرمﷺ نے مکہ بھی فتح کر لیا اور بنوہوازن کو بھی سرنگوں کر لیا تو ہمارے ہمسایے سے بھی لوگ اٹھ کے نبی اکرمﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور دولت ایمان سے اپنے سینوں کو منور کر لیا مگر میرے چچا کی وہی پرانی ضد تھی جس سے اب میں اکتا چکا تھا چنانچہ میں نے اپنے چچا سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

میں اپنے چچا کے پاس گیا اور اُس سے کہا؛

چچا سارے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں میں نے تیرا بہت انتظار کیا حالانکہ ایک مدت سے میرا دل اسلام کی طرف مائل ہو چکا تھا تیرے لیے اب بہتر یہی ہے کہ تو میرے ساتھ ہی نکلے اور اسلام قبول کرے دوسری صورت میں مَیں نے تو فیصلہ کر لیا ہے کہ اسلام کی روشنی آ جانے کے بعد اب بتوں کی پوجا نہیں کروں گا۔ میرے چچا نے میری بات سنی اور حیرت سے میری طرف دیکھا؛

اور وہ بہت غصے میں تھا۔

اُس نے کہا؛ اگر تم اسلام قبول کرنا چاہتے ہو تو یہ تمام مال جس کے تم مالک بنے بیٹھے ہو یہ میرا ہے اسے واپس کر دو اس کے بعد جو تمھارا جی چاہے کرو۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو اکڑ جاتا اور مال دینے سے انکاری ہو جاتا اور یہ میرا حق بھی تھا کیونکہ میں نے یہ مال اپنی محنت سے کمایا تھا لیکن میں نے اپنے چچا کا لحاظ کیا اور اُس کا سارا مال اُسے لوٹا دیا مگر میرے چچا کے دل میں کھوٹ تھا وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا اُس کے دل میں کجی تھی چنانچہ میں نے اُس کو سارا مال دے دیا اور اُس سے رخصت ہونے لگا تب اُس نے مجھے پکارا اور کہا؛

یہ لباس جو تم نے پہن رکھا ہے یہ بھی میرا ہے اس کو بھی اتار دو۔

اور یہ میرے چچا کی اخلاقی پستی تھی لیکن میں جس راستے پہ قدم اٹھا چکا تھا اُس کی کوئی بھی قیمت ادا کرنے کو تیار تھا اس لیے میں نے اُس کا لباس بھی اتار دیا اور ستر ڈھانپے اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اُس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اُس نے اپنی ایک دھاری دار چادر کو درمیان سے پھاڑا اور میری طرف بڑھا دیا میں نے اُس چادر کا ایک حصہ اپنی ٹانگوں پہ باندھ لیا اور دوسرے کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔

اور اب میں ہر قسم کی ذہنی کوفت سے آزاد تھا اور محبت کی منزلوں کا راہی تھا میں وسیع صحراؤں میں سفر کرتا ہوا رات گئے مدینہ پہنچا اور لوگوں سے پوچھتا ہوا مسجد نبوی میں چلا آیا سفر کا تھکا ہوا تھا اس لیے سو گیا۔ پھر ایک نرالی صدا سے میری آنکھ کھلی جو لوگوں کو فلاح اور بھلائی کی طرف بلا رہی تھی اور اُس آواز میں عجیب سا سوز تھا اور وہ صدا نہایت صریح الاثر تھی۔

پھر لوگ اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے نماز شروع کی میں نماز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اس کے باوجود اُن لوگوں کے ساتھ شامل ہو گیا اور جس طرح وہ کرتے اُسی طرح میں بھی کرنے لگا نماز کے دوران پڑھے جانے والے قرآن نے میرے فیصلے پہ مہر تصدیق ثبت کی اور میں جان گیا کہ میں نے درست منزل کا انتخاب کیا ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد ایک ہاتھ میری طرف اٹھا اور مجھ سے سوال کیا جا رہا تھا میں کون ہوں۔

اور میں اب جان چکا تھا کہ یہ سوال کرنے والے اللہ کے رسول محمد ﷺ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟ تمھارا کیا نام ہے

میں نے جواب دیا؛

میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ نہیں تم عزی کے نہیں اللہ کے بندے ہو اس لیے آج سے تمھارا نام عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ہے اور تمھارا لقب ذوالبجادین ہے۔

اور تب سے صحابہ مجھے ذوالبجادین ہی کہنے لگے۔

وہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اصحاب صفہ کے ساتھ رہنے لگے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین کو قرآن سیکھنے کا بہت شوق تھا اس لیے جلد ہی انھوں نے بہت سا قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اُن کی آواز قدرتی طور پہ بہت بلند تھی اس لیے جب وہ تلاوت کرتے تو باقی لوگ چُپ ہو رہتے۔ حضرت عمر نے اس بات کی شکایت آنحضرت محمد ﷺ سے کی کہ یہ شخص بہت بلند قرآن پڑھتا ہے جس سے دوسرے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

عمر؛ جانے دو اس شخص کو کچھ نہ کہو اس نے خالی ہاتھ محض میرے لیے ہجرت کی ہے اگرچہ وہ ایک دولت مند شخص تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ تبوک کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ بھی کمر کس کے نکلے۔

راستے میں کسی پڑاؤ پہ نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ؛ میرے لیے شہادت کی دُعا کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛ جاؤ اور اُس درخت کی چھال لے آؤ۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ اُس درخت کی چھال لے آئے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ چھال اپنے ہاتھ سے اُن کے بازو پہ باندھ دی اور فرمایا آج سے دشمن کی کوئی تلوار تجھ پہ کارگر نہیں ہوگی۔ حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے منہ سے ایک آہ سی نکلی اور

انھوں نے زیرلب کہا؛

یہ تو میری خواہش نہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بڑبڑاہٹ سن لی اور جب وہ اُٹھ کے جانے لگے تو آنخضرت محمد ﷺ نے اُن کا بازو تھام لیا اور کہا؛ اگر تمھیں بخار آگیا اور اُس کی وجہ سے تمھاری موت ہوگئی تب بھی تم شہید ہو۔ اور تبوک پہنچنے کے چندروز بعد اُن کو بخار ہوگیا جو اُن کے لیے مرض موت ثابت ہوا اور انھوں نے مقام تبوک پہ وفات پائی۔ حضرت عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم تبوک میں پہنچے تو میں رسول اللہ ﷺ کے خیمے کا پہرہ دیا کرتا تھا ایک رات جب میں پہرے پہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ اپنے خیمے میں موجود نہ تھے میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کچھ دور مجھے مشعل کی روشنی نظر آئی۔

اور میں اُس روشنی کی طرف چل دیا۔

وہاں پہنچ کے مجھے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں۔ مشعل کی روشنی میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُن کے لیے قبر کھود رہے ہیں آنخضرت محمد ﷺ اُن کی قبر میں اترے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں اپنے بھائی کو میری طرف اتارو اپنے بھائی کو میری طرف اتارو۔ اور کفن کے نام پہ اُن کے جسم پہ اُس موٹی چادر کے وہی دو ٹکڑے تھے جو اُن کی ماں نے اُن کو دیئے تھے اور جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو دو چادروں والے یعنی ذوالبجادین کا لقب عطا فرمایا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو قبر میں اتار صحابہ نے قبر بند کردی۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا؛

اے اللہ؛ میں اس شخص سے آخری وقت تک راضی رہا پس تُو بھی اس سے راضی ہوجا۔

اُن کی اس قدر تعظیم دیکھ کر ایک صحابی بول اٹھے۔

کاش اس قبر میں مَیں اترتا۔

اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

⌘⌘⌘

مشاورت اور واپسی

نبی اکرم ﷺ کو تبوک میں اترے جب بیس دن گزر چکے تھے اہل روم کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا اور اُس کے حلیف عرب قبائل اپنے بلوں میں جا چھپے تھے تب آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کی کہ کیا انھیں آگے بڑھ کے دمشق کی طرف جانا چاہیئے یا یہاں سے ہی واپس ہوجانا چاہیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی؛

یارسول اللہ ﷺ؛ اگر آپ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تو ہمیں کوئی غم نہیں ہم دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنے والے لوگ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

عمر؛ اگر مجھے حکم دیا جاتا تو میں تم سے قطعاً رائے طلب نہ کرتا بلکہ آگے بڑھنے کا حکم دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی؛ یارسول اللہ ﷺ

اس صورت میں ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم مدینہ واپس لوٹ جائیں کیونکہ دمشق پہ حملہ کرنے کی صورت میں ہمیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے اس لیے کہ وہاں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہاں ہمیں کوئی کمک دستیاب نہ ہوگی اس لیے کہ ہم اپنے مرکز سے بہت دور ہوں گے اور اہل روم سے جنگ کی صورت میں ہماری پشت بھی غیر محفوظ ہوگی اور دشمن کو اپنے علاقے اور بے پناہ فوجوں کی برتری حاصل ہوگی اس کے علاوہ

تبوک میں نکلنے کے بیشتر مقاصد پورے ہو چکے ہیں ہم کئی روز سے اُن کے علاقوں کے اندر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں جس سے دشمن کو یہ پیغام پہنچ چکا ہے کہ مسلمان اُن کی بے پناہ اور منظّم افواج سے قطعی خوفزدہ نہیں ہیں اور مملکت رومہ کے حلیف بھی جان چکے ہیں کہ اہل مدینہ سے ٹکر لینا کوئی آسان کام نہیں اسی لیے تو وہ ہمارے ڈر سے چھپ گئے ہیں اور علاقے کے بیشتر حکمرانوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے ہم سے معاہدے کر لیے ہیں اس لیے آئندہ جب رومی مدینے پہ حملہ کرنے کی خواہش کریں گے تو انھیں اِن علاقوں سے حمایت حاصل نہ ہو سکے گی۔ مزید براں مسلمان خوارک کی قلت کا شکار ہیں اس لیے یارسول اللہﷺ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ اس سال واپس چلا جائے اور آئندہ سال حالات کو دیکھ کر رومیوں سے ٹکرانے کا فیصلہ کیا جائے۔

نبی اکرمﷺ نے حضرت عمرؓ کے دلائل کو تسلیم کیا اور واپسی کا اعلان فرمایا؛

مسلمانوں کا لشکر واپسی کی تیاری کرنے لگا کیمپ اکھاڑے جا رہے تھے سواریوں پہ بوجھ لادا جا رہا تھا اور سفر کی دیگر تیاریوں کا عمل جاری تھا۔

پھر نبی اکرمﷺ اپنی ناقہ پہ سوار ہوئے اور اللہ رب العزت سے دُعا کی!

وَقُلْ رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَل لِّي مِن لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا○

القرآن الحکیم (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷؛ آیات ؛ ۸۰)

ترجمہ؛

”اے میرے رب؛ جہاں کہیں بھی تو مجھے لے جائے، سچائی کے ساتھ لے جا، اور جہاں سے تو مجھے لے آئے سچائی کے ساتھ لے آ، اور عطا فرما مجھے اپنی جناب سے وہ قوت جو مدد کرنے والی ہو۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ سے تبوک کے لیے روانہ ہوئے تب بھی مسلمان عسرت اور تنگ دستی کا شکار تھے اور تبوک میں قیام کے دوران بھی انھیں خوراک اور پانی کی قلت کا سامنا تھا چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ نے تبوک سے مدینہ واپسی کا ارادہ ظاہر کیا تب مسلمان نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اُن سے خوارک کی قلت کی شکایت کی اور اجازت چاہی کہ وہ اپنے اونٹ ذبح کر لیں۔ نبی اکرم ﷺ نے انھیں اونٹ ذبح کر کے کھانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے اونٹ ذبح کرنے کی اجازت حاصل کر کے واپس جا رہے تھے تب اُن کی ملاقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری تھی اس لیے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ؛ لوگوں کو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت نہ دیں کہ ہمیں ایک طویل اور دور دراز کا سفر درپیش ہے اگر کچھ لوگوں نے اپنے اونٹ ذبح کر لیے تو دوسرے لوگ بھی اس سے باز نہ رہیں گے اور سواری کے لیے اونٹوں کی پہلے ہی قلت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دلائل سن کر آنحضرت محمد ﷺ نے ایک صحابی کو اُن لوگوں کی طرف دوڑایا جن کو اونٹ ذبح کرنے کی اجازت دی تھی اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹوں کو ذبح نہ کریں۔

اور صحابہ اونٹ ذبح کرنے سے رُک گئے۔

اس کے بدلے نبی اکرم ﷺ نے اُن کے کھانے پینے کی چیزوں میں برکت کی دُعا کی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ اب ہم اپنے تھیلوں میں ہاتھ ڈالتے اور کھانے کی چیزیں نکال کے کھانے لگتے اور سارے سفر میں ہمارے خوارک کے تھیلے بھرے ہی رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے جانا کہ ہمارے تھیلے تو خالی ہیں۔

لشکر اسلام واپسی کے سفر میں تھا نبی اکرمﷺ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ لشکر کے پچھلے حصے میں تھے۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لشکر سے پیچھے تھے اور ہمارے ساتھ صرف چند ہی لوگ تھے ایک رات جب ہم سفر میں تھے تو ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی چنانچہ ہم سفر کرتے ہی رہے حتیٰ کہ رات کے آخری حصے میں نبی اکرمﷺ نے مجھے فرمایا' اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کیوں نہ ہم یہاں تھوڑی دیر آرام کرلیں۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہا؛

جو حکم یارسول اللہﷺ؛

اور ہم سب اتر گئے لیٹتے ہی ہم سو گئے۔

پھر ہماری آنکھ تب کھلی جب سورج کی روشنی نے ہمیں پریشان کیا۔

جب ہم جاگے تو بے اختیار ہمارے منہ سے نکلا؛

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ.

کیوں کہ ہماری صبح کی نماز قضا ہوگئی تھی۔

نبی اکرمﷺ بھی جاگ اٹھے تھے آپﷺ نے فرمایا؛

جس طرح شیطان نے ہمیں پریشان کیا ہے اسی طرح ہم اسے پریشان کریں گے۔

چنانچہ آپﷺ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ پانی لاؤ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ پانی تھا وہ لے آئے جس سے نبی اکرمﷺ نے وضو کیا تھوڑا سا پانی بچ گیا نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

یہ جو تھوڑا سا پانی بچ گیا ہے اس کی حفاظت کرنا اسے استعمال نہ کرنا۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے نبی اکرمﷺ کے ساتھ سورج نکلنے کے بعد نماز فجر ادا کی جس میں آپﷺ نے سورہ المائدہ کی تلاوت کی۔

جس کے بعد ہم لوگ اپنے لشکر کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

اور لشکر اسلامی بھی ریگزار عرب کی وسعتوں میں محو سفر تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک چشمہ دیکھا جس سے پانی بہہ رہا تھا انھوں نے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا مگر لشکر نے اُن کی بات سے انکار کیا اور چلتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حمایت کی اور لشکر سے کہا؛

رُک جاؤ تم صحرا میں سفر کر رہے ہو جہاں پانی کی عدم موجودگی موت کے برابر ہے مگر لشکر نے اصرار کیا کہ ابھی تو ہم چلے ہیں اس لیے ابھی سے پڑاؤ ہمارے لیے ممکن نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو رہے مگر اس بات کو ابھی دو چار گھنٹے ہی گزرے تھے جب لشکر کا پیاس سے برا حال ہو گیا اُن کی زبانیں لکڑی کی ہو گئی تھیں اور اُن کے اونٹ اور گھوڑے جیسے ڈھے سے گئے ہوں۔ اونٹوں نے اپنی زبانیں باہر نکال رکھی تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ اُن کے جسم میں موجود پانی کا ذخیرہ بھی ختم ہو چکا ہے۔ اُس وقت وہ صحرا کے بیچوں بیچ تھے اور دور دور تک سائے کا کوئی انتظام نہ تھا اب وہ نہ آگے جا سکتے تھے نہ پیچھے لوٹ سکتے تھے انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات نہ مان کر بہت گھاٹے کا سودا کیا تھا۔

قریب تھا کہ لشکر میں پیاس کے باعث ہلاکتیں شروع ہو جاتیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ آ پہنچے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کے لشکریوں کی حالت بہت بری ہے کوئی تو اپنے اونٹ پہ ہی اوندھا گرا ہوا ہے تو کوئی اپنے اونٹ کے سائے میں گر چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟

میرے لشکر کی یہ حالت کیوں ہوئی۔ انھوں نے جواب دیا؛

یا رسول اللہ ﷺ راستے میں کئی چشمے تھے ہم نے لشکر کو روکا اور کہا؛

پانی بھر لو اپنی پیاس بجھا لو مگر لشکر نے انکار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اِن لوگوں نے تمھاری بات نہ مان کر بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا؛

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ وہ پانی لاؤ جس کے متعلق میں نے تمھیں کہا تھا کہ اسے محفوظ رکھنا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے پانی پیش کردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے پانی کا وہ برتن اپنے سامنے رکھا اور اُس میں اپنی مبارک انگلیاں ڈبودیں اور وہاں سے اس قدر پانی ابلنے لگا کہ صحابہ کو پانی بہنے کی آواز تک سنائی دینے لگی۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا؛

صحابہ سے کہو آئیں اور اپنی پیاس بجھالیں۔

صحابہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اس طرح لپکے جس طرح اندھیری رات میں پروانے اُس شمع کی طرف لپکتے ہیں جو اچانک ہی روشن ہوئی ہو۔ پانی بہتا رہا اور لوگ اپنی پیاس بجھاتے رہے حتیٰ کہ سارا لشکر سیراب ہوگیا اُن کے جانور سیراب ہوگئے لشکر نے اس پانی سے اپنے سارے برتن بھرلیے تب نبی اکرم ﷺ نے اُس برتن سے اپنا ہاتھ واپس نکال لیا تب وہاں کچھ بھی نہ تھا پانی کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

لشکر اسلام واپسی کے سفر میں تھا جب منافقین کے ایک گروہ نے ایک نہایت خطرناک سازش کی۔ وہ ایک تاریک رات تھی جب مسلمانوں کا لشکر عقبہ نامی مقام سے گزر رہا تھا یہ مقام دشوار گزار پہاڑی علاقہ تھا جہاں اونچی اونچی پہاڑیاں اور گہری کھائیاں تھیں۔ منافقین نے آپس میں مشورہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اگر وادی کا رستہ اختیار کیا تو ہم خاموش رہیں گے اور اگر آپ ﷺ نے گھاٹی کے اندر سے جانے کی کوشش کی تو تم لوگ یکبارگی اُن پہ حملہ کردینا اور اُن کو کسی گہری کھائی میں گرادینا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو وادی کی طرف سے نکلنے کا حکم دیا جو

قدرے آسان راستہ تھا اور خود گھاٹی کی طرف اترنے کا فیصلہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ اس تنگ گھاٹی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف دو صحابی تھے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ جو آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ جو پیچھے سے آپ ﷺ کی اونٹنی کو دھکیل رہے تھے۔

جب نبی اکرم ﷺ ایک قدرے تنگ جگہ سے گزر رہے تھے جہاں سے ایک سواری بمشکل گزرتی ہے تو آپ ﷺ نے اپنے پیچھے کچھ شور سنا۔ وہ کچھ سوار تھے جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آ رہے تھے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کو سختی سے حکم دیا تھا کہ کوئی اُن کے پیچھے نہ آئے۔ نبی اکرم ﷺ کو خطرے کا احساس ہوا۔ پیچھے آنے والوں کا شور بہت قریب آ گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے اونٹ کے کان بھی کھڑے ہو گئے تھے اور وہ شور سن کر بدک گیا تھا جس کی وجہ سے پالان سے کچھ سامان نیچے جا گرا تھا۔ خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے آپ کو بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اِن لوگوں کو روکو۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اُن لوگوں کی طرف بھاگے اور اُن کو ڈانٹ کے کہا کیا تمھیں یاد نہیں رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو اس راستے سے گزرنے سے منع کیا تھا اور فرمایا تھا میرے پیچھے کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ آنے والے اُن کی بات پہ ذرا بھی توجہ نہیں کر رہے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ پھر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے اُس اندھیری رات میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے اُن لوگوں کی طرف دیکھا تو اُن کو محسوس ہوا کہ آنے والے تمام لوگوں نے اپنے چہروں کو اپنے کپڑوں سے ڈھانک رکھا ہے۔ تب انھیں شدید خطرے کا احساس ہوا اور انھوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے لمبے ڈنڈے سے آنے والوں کے اونٹوں پہ حملہ کر دیا۔ کبھی وہ اپنے ڈنڈے سے اونٹوں کے منہ پہ حملہ کرتے اور کبھی اپنی ڈھال اونٹوں کے منہ پہ مارتے انھوں نے ان لوگوں کی پیش قدمی

روک دی تھی۔ نبی اکرم ﷺ بھی مڑ کے پیچھے دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین کی سازش سے آگاہ فرما دیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے منافقین کو جھڑکا تو اللہ نے اُن کے دل خوف سے بھر دیئے اور وہ واپس بھاگ گئے اور رات کے اندھیرے میں جلدی سے لشکر میں گھل مل گئے تا کہ کوئی اُن کی سازش کو جان نہ سکے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے اور رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو دھکیلنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا؟

تم نے اِن میں سے کسی شخص کو پہچانا ہے؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا؛

یارسول اللہ ﷺ؛

میں صرف ایک شخص کی اونٹنی کو پہچان سکا ہوں اور نہیں جانتا کہ اُس پہ سوار اونٹنی کا مالک ہی تھا یا کوئی اور تھا اس لیے کہ اُن لوگوں نے اپنے منہ کپڑے سے ڈھانک رکھے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کیا تم جانتے وہ کس مقصد کے تحت ہمارا پیچھا کر رہے تھے؟

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے کہا؛

اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

وہ مجھے قتل کرنے آئے تھے کل صبح میں تمھیں اُن کے نام بتاؤں گا۔

اگلے پڑاؤ میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کل رات آپ ﷺ گھاٹی کی طرف سے کیوں گزرے تھے حالانکہ وہ راستہ دشوار گزار اور خطرناک ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا تھا تا کہ منافقین نے جو سوچا ہے وہ

اس پہ عمل نہ کرسکیں۔اسید کیا تم جانتے ہوگزشتہ رات منافقین نے مجھے قتل کرنے کی کوشش کی۔ وہ مجھے گھاٹی سے نیچے گہری گھائی میں گرانے کا سوچ کر میرے تعاقب میں آئے تھے۔حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہٗ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور وہ کھڑے ہوگئے انھوں نے اپنی تلوار میان سے باہر کھینچ لی اور کہا' یا رسول اللہ ﷺ؛ آپ مجھے اُن لوگوں کے نام بتائیں جنھوں نے یہ حرکت کی ہے بخدا میں ابھی اُن لوگوں کے سر آپ کی خدمت میں پیش کیے دیتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اسید رہنے دو؛ مبادا لوگ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خاص اُن لوگوں کی طرف گئے جنھوں نے گزشتہ رات رسول اللہ ﷺ پہ حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا؛

میرے اللہ نے مجھے تمھاری سوچ اور منصوبے سے آگاہ کر دیا ہے اس لیے تمھارے لیے بہتر عمل یہ ہے کہ تم توبہ کرلو۔وہ لوگ روز روز سے انکار کرنے لگے۔اللہ اور اُس کے رسول کی قسمیں کھانے لگے نبی اکرم ﷺ واپس لوٹ آئے تب قرآن حکیم کی یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

يَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوۡا وَلَقَدۡ قَالُوۡا كَلِمَةَ الۡكُفۡرِ بَعۡدَ اِسۡلَامِهِمۡ وَهَمُّوۡا بِمَا لَمۡ يَنَالُوۡا ۔

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹ ؛ آیات ؛ ۷۳)

ترجمہ:

"یہ لوگ خدا کی قسم کھا کھا کے کہتے ہیں کہ ہم نے وہ بات نہیں کہی حالانکہ انھوں نے ضرور وہ کافرانہ بات کہی ہے وہ اسلام لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور انھوں

نے وہ کچھ کرنے کا ارادہ کیا جسے وہ نہ کر سکے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

مورخین کہتے ہیں کہ اس کے بعد اگلے روز نبی اکرمﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو اُن منافقین کے نام بتا دیئے تھے جنھوں نے عقبہ کی رات رسول اللہﷺ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛

اُس روز میں رسول اللہﷺ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے تھا کہ رسول اللہﷺ پہ وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تب میں نے دیکھا کہ رسول اللہﷺ کی اونٹنی جیسے اُس بوجھ تلے دبی جا رہی ہو قریب تھا کہ وہ بیٹھ جاتی اور پھر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہتی کہ نبی اکرمﷺ سے وحی کی کیفیت ختم ہوگئی اور میں نے آپﷺ کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے دیکھے اور آپﷺ سے بولا نہ جا رہا تھا آپﷺ نے مجھے ہاتھ سے ہی اشارہ کیا کہ اونٹنی کو بٹھاؤ میں نیچے اترنا چاہتا ہوں۔

میں نے اونٹنی کو بٹھا دیا تب نبی اکرمﷺ نیچے اترے اور میرا بازو پکڑ کے کہا؛

میں تمھیں بتاؤں کہ یہ لوگ منافق ہیں اس لیے مجھے اِن لوگوں کی نماز جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرمﷺ نے مجھ سے چودہ منافقین کے نام بیان کیے اور ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی کہ اس راز کو راز ہی رکھنا۔

چنانچہ اس واقعہ کے بعد صحابہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو رازدارِ رسول کہنے لگے اور اس خطاب پہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بہت خوش تھے۔ رسول اللہﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوشش کی کہ وہ اُن منافقین کے نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے معلوم کر سکیں مگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے رازداری کا عہد کیا ہوا ہے۔

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب اُن لوگوں میں سے کوئی فوت ہوتا جس پہ لوگوں کو نفاق کا شک ہوتو حضرت عمر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیتے اور اُن کے ساتھ ساتھ چلتے اگر تو حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اُس شخص کی نماز جنازہ پڑھتے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس شخص کی نماز جنازہ پڑھا دیتے مگر جب کسی شخص کی وفات پہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ جاتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ اس شخص کا تعلق اُسی گروہ سے ہے جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کیا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے رُک جاتے اور اُس شخص کو جنازے کی نماز کے بغیر ہی دفن کیا جاتا۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

لشکر اسلام اب مدینے کے قریب آ پہنچا تھا نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پہ اروان نامی کنویں پہ پڑاؤ ڈالا۔ تب منافقین کا ایک گروہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوا تا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو مسجد ضرار میں نماز پڑھانے کے لیے رضامند کر سکیں مگر اس سے قبل کہ نبی اکرم ﷺ اُن کو کوئی جواب دیتے اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

” وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ O لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ O اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ

خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً
فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹ ؛ آیات ؛۱۱۰-۱۰۳)

ترجمہ:

”اور کچھ لوگ ہیں جنھوں نے ایک مسجد بنائی اس غرض کے لیے کہ (دعوت حق کو) نقصان پہنچائیں اور خدا (کی بندگی کرنے کے بجائے) کفر کریں، اور اہل ایمان میں پھوٹ ڈالیں، اور اس (بظاہر عبادت گاہ کو) اُس شخص کے لیے کمین گاہ بنائیں جو اس سے پہلے خدا اور اس کے خلاف برسر پیکار ہو چکا ہے۔ وہ ضرور قسمیں کھا کھا کے کہیں گے کہ ہمارا ارادہ تو بھلائی کے سوا کسی دوسری چیز کا نہ تھا مگر اللہ گواہ ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں تم ہرگز اس عمارت میں کھڑے نہ ہونا جو مسجد اول روز سے تقوی پہ قائم کی گئی تھی وہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں (عبادت کے لیے) کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔ پھر تمھارا کیا خیال ہے کہ بہتر انسان وہ ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اس کی رضا کی طلب پہ رکھی ہو یا وہ جس نے اپنی عمارت ایک وادی کی کھوکھلی بے ثبات کگر پہ اٹھائی اور وہ اسے لے کر سیدھی جہنم کی آگ میں جا گری۔ ایسے ظالم لوگوں کو اللہ کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ اُن کے دلوں میں بے یقینی کی جڑ بنی رہے گی (جس سے نکلنے کی اب کوئی صورت نہیں) بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائیں۔ اللہ نہایت باخبر اور حکیم و دانا ہے“۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

مسجد ضرار دراصل اُن لوگوں نے تعمیر کی تھی جن کا تعلق بنو غنم بن عوف کے اُن لوگوں سے تھا جن کے دل میں نفاق کی بیماری تھی۔ انھوں نے یہ مسجد مسجد قبا کے قریب ابو عامر فاسق کے کہنے پہ بنائی تھی جو بنو حنین کی شکست تک تو مسلمانوں کے خلاف عملی طور پہ نبرد آزما رہا تاہم بنوہوازن کی شکست کے بعد وہ عربوں سے مایوس ہوگیا کہ عرب کبھی نبی اکرم ﷺ کو شکست دے سکیں گے اس لیے اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا مدینے میں ایک مسجد قائم کرو جہاں تم آزادانہ طور پہ مشاورت کر سکو اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے اپنے جیسے لوگوں کو متحد رکھ سکو اب عرب اسلام کو نقصان پہنچانے کے قابل نہیں رہے اس لیے بہت جلد میں ہرقل روم کا لشکر لے کر مدینہ میں اتروں گا۔ تب تم لوگ اپنا کردار ادا کرنا اور مسلمانوں کی پشت پہ وار کرنا۔

مورخین نے منافقین کے اُس گروہ کے کچھ لوگوں کے نام درج کیے ہیں جو مسجد ضرار کے بانیوں میں سے تھے اُن میں خذام بن خالد تھا جس نے اس مسجد کی تعمیر کے لیے زمین فراہم کی تھی ۔اس کے علاوہ اِن سیاہ بختوں میں معتب بن قشیر، ابوحبیبہ بن الاعزر، عباد بن حنیف، جاریہ بن عامر، مجمع بن جاریہ، زید بن جاریہ، نبتل بن حارث، بجاد بن عثمان، بحزج، ودیعہ بن ثابت، ثعلبہ بن حاطب [42*] کے نام لیے جاتے ہیں چنانچہ یہ وہ پس منظر تھا جو مسجد ضرار کے حوالے سے مورخین نے ہم تک منتقل کیا تاہم اروان نامی کنویں پہ قیام کے دوران جب نبی اکرم ﷺ پہ سورہ توبہ کی یہ آیات اتاریں گئیں تب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ایک گروہ کو حکم دیا کہ مدینہ جاؤ اور مسجد ضرار کو آگ لگا دو۔

چنانچہ حضرت مالک بن دخشم، حضرت مغن بن عدی، حضرت عامر بن السکن اور حضرت وحشی ابن حرب نکلے اور قبا پہنچے تب حضرت مالک بن دخشم نے اُن سے کہا تھوڑی دیر انتظار کرو میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے میں آگ لے کر آتا ہوں۔ چنانچہ حضرت مالک بن دخشم آگ لے کر آئے اور صحابہ رسول نے مسجد ضرار کو آگ لگا دی۔ منافقین کا ایک گروہ مسجد کے اندر ہی تھا مگر وہ اِدھر اُدھر بھاگ گئے ۔ جب وہ عمارت جل کے راکھ ہوگئی تو صحابہ نے اس کی دیواریں

تک گرادیں اوراسے زمین کے برابر کردیا۔

چنانچہ جب نبی اکرمﷺکواطلاع کی گئی کہ مسجد ضرار منہدم کردی گئی ہے تب نبی اکرمﷺاپنے شہرمدینہ میں اترنے کے لیے روانہ ہوئے۔

جب مدینہ کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو نبی اکرمﷺنے صحابہ سے فرمایا؛

یہ وہ شہر ہے جو پاکیزہ ہے میرے رب نے مجھے یہاں بسایا ہے یہ شہر اپنے بندوں کے دل سے خبث باطن کودور کرتا ہے۔اس کے بعد نبی اکرمﷺکی نظرکوہ احد پہ پڑی تو نبی اکرمﷺنے فرمایا؛

یہ اُحد پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہےاورہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

اس کے بعدرسول اللہﷺاپنے شہرمدینہ میں داخل ہوئے لوگوں کاایک بہت بڑا ہجوم تھاجولشکر اسلام کے استقبال کے شہر سے باہرنکل آیا تھاجب نبی اکرمﷺمدینہ کی گلیوں سے گزررہے تھے تومدینہ کی بچیاں نبی اکرمﷺکی مدحت میں یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبدرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ
اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

نبی اکرمﷺمسجد نبوی تشریف لے گئے۔

عام طور پہ آپﷺکامعمول یہی تھا کہ سفر سے واپسی پہ گھرتشریف لے جانے سے پہلے آپﷺمسجد تشریف لے جاتے اوردورکعت نمازنفل ادا کرنے کے بعد صحابہ کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھتے اُن کااحوال معلوم کرتے اس کے بعد ہی گھرتشریف لے جایا کرتے۔تبوک سے واپسی پہ تو نبی اکرمﷺمعمول سے بہت زیادہ دیر تک مسجد میں ہی تشریف فرما رہے اس لیے صحابہ

آرہے تھے جارہے تھے آپ ﷺ سے ملاقات کررہے تھے۔اسی اثنا آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب تشریف لائے اورعرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک قصیدہ لکھا ہے اگر اجازت ہوتو پیش کروں؟ نبی اکرم ﷺ ے اجازت عطا فرمائی تب حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کریمہ کی مدحت میں اشعار پڑھے۔

اُن میں سے کچھ اشعار یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

من قبلها طبت فی الضلال وفی

مستودع حیث یخصف الورق

قبل ازیں آپ سایوں میں خوش خرم رہے اور ایسے مقام سے اترے جہاں پتے جوڑ کے لباس بنایا جاتا یعنی جنت میں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ثمَ هبت البلاد لابشر

أنت ولا نطفته ولا علق

پھر تو روئے زمین پہ آیا بشر تھا نہ بوٹی نہ بستہ نہ خون۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

بل نطفة ترکت السفين وقد

ألجم نسرا وأهله الغرق

بلکہ تو پانی کی بوند تھا جو کشتی میں سوار ہوا، نسراء اور اُس کے پرستاروں کو غرق کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

تنقل من صالب الى رحم

اذا مضى عالم بدا طبق

تو پشت در پشت رحموں میں منتقل ہوتا رہا جب ایک زمانہ گزر جاتا تو دوسرا قرن نمودار ہو جاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حتیٰ احتوى بيتك المهين من

خندف علياء تحتها النطق

تا آنکہ اس نے خندف کے عالی مقام اور نگہبان خاندان کو محفوظ کر دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وانت لّما ولدت أشرقت الارض

فضاء ت بنورك الأ فق

اوروہ خاندان نطق وگویائی سے آراستہ ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

فنحن فی ذلک الضياء وفی النور

و سبل الرشاد نخترق

آپ ﷺ کی ولادت کے وقت زمین روشن ہوگئی اورآپ کی روشنی سے آفاق منور ہوگئے ہم اس روشنی نوراورنیکی کے راستوں چلتے ہیں۔ [43*]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

حسن اعتراف

غزوہ تبوک کے بعد نبی اکرمﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے تب منافقین میں سے وہ بہت سے لوگ حاضر ہوتے اور جنگ میں شامل نہ ہونے کا جواز پیش کرتے ،کوئی بہانہ کرتے ،کوئی جھوٹ بولتے مگر نبی اکرمﷺ کو اب اُن کی کوئی پرواہ نہ تھی اس لیے آپ ﷺ ہر ایک کا بہانہ قبول فرماتے اور کسی سے تعرض نہ کرتے۔ پھر کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھے اُن کے علاوہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے جو اگرچہ سچے مسلمان تھے اور اُن کے دلوں میں نفاق کا کوئی شائبہ نہ تھا اس کے باوجود وہ پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے رہ جانے کی طویل روایت بخاری اور مسلم سمیت بہت محدثین اور مورخین نے درج کی ہے ہم اس واقعہ کی تفصیلات امام بخاری کے حوالے سے تحریر کر رہے ہیں۔

اس روایت کے راوی خود حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ:

شہر میں رومیوں سے جنگ کے لیے تیاریاں کی جا رہی تھیں وہ سخت گرمی کے دن تھے لوگ سایوں میں بیٹھنا پسند کرتے تھے باغوں میں ٹھنڈی ہوا چلتی تھی میرے دل میں ایسا کوئی خیال نہ تھا کہ میں رسول اللہﷺ کے ساتھ نہیں نکلوں گا کیونکہ اُن دِنوں میں ہر حوالے سے آسودہ تھا۔ میری صحت بہت عمدہ تھی میرے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہ تھی ،سواری کے لیے میرے

پاس دواونٹ تھے اس لیے مجھے کوئی فکر نہ تھی میں نے سوچا کہ جب مسلمان مدینہ سے نکلیں گے تو میں بھی ساتھ ہولوں گا۔ مجھے یہ خبر مل چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعرات کے روز روانہ ہونے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ منگل کے روز میں یہ ارادہ لے کر گھر سے نکلا تھا کہ آج سفر پہ جانے کے لیے ضروری خریداری کرلوں گا مگر سارا دن میں دوسرے کاموں میں الجھا رہا۔ ایک دو بار خیال آیا تو سوچا خیر ہے میں کل خریداری کرلوں گا مگر وہ کل بھی گزر گیا اور میں کوئی تیاری نہ کر سکا اگلے روز لشکر اسلام میری نظروں کے سامنے روانہ ہوا تب بھی میرے دل میں اس خیال نے جنم نہ لیا تھا کہ میں اس سعادت سے خود کو محروم رکھوں گا میں نے خود سے کہا انھیں جانے دو ایک دو روز بعد میں اِن کے پیچھے روانہ ہو جاؤں گا اور میرا تیز رفتار اور عمدہ اونٹ مجھے لشکر سے ملا دے گا۔

مگر یہ ایک ارادہ تھا جو پورا نہ ہو سکا اور کئی دن گزر گئے تب شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اب تو لشکر اسلام بہت دور نکل چکا ہوگا اب میں اُن کو نہ پاسکوں گا اس لیے میں گھر میں ہی رہ گیا اگرچہ مجھے اس کا دکھ تھا اور جب میں بازاروں یا آبادی میں نکلتا تو دیکھتا کہ مدینہ میں صرف منافقین تھے یا وہ اشخاص تھے جنھیں رسول اللہ ﷺ نے معذور قرار دیا تھا وہ لنگڑے تھے، اندھے تھے یا بیمار تھے یا انتہائی عمر رسیدہ تھے تب میرے دل سے ایک آہ سی نکلتی کہ یہ میں نے کیا کر دیا ہے۔

مَیں اس سارے عرصے میں بے چین رہا اور خود پہ لعنت ملامت کرتا رہا کہ اس کے سوا میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ پھر میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کامیاب و کامران واپس تشریف لا رہے ہیں تب سے میں سوچنے لگا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا بہانہ کروں گا اور اس سلسلے میں بہت سے بہانے میرے ذہن میں جمع ہو چکے تھے۔

واپسی پہ صحابہ نے مجھے بتایا کہ تبوک میں قیام کے دوران نبی اکرم ﷺ نے صرف ایک بار میرا ذکر کیا اور صحابہ سے پوچھا کہ کعب نے کیا کیا؟

لوگوں نے کہا کہ مال ودولت کی فراوانی نے اُسے روک لیا۔

اور میرے دل سے اِک ہوک سی اٹھی کیونکہ حقیقت یہ تھی کہ مال و دولت نے نہیں بلکہ میری سستی نے مجھے یہ دن دکھایا تھا۔ خیر رسول اللہﷺ واپس تشریف لے آئے تھے اور میں مسجد نبوی میں رسول اللہﷺ کے سامنے بیٹھا تھا اور میں دیکھ رہا تھا لوگ آ رہے ہیں اور طرح طرح کے بہانے کر رہے ہیں اور میں اُن سب کو جانتا تھا اور اس بات کو بھی جانتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے سراسر جھوٹ بول رہے ہیں اور مجھے اُن سے گھن آ رہی تھی پھر میں نے سوچا میں بھی تو انھی میں سے ہوں اور میں بھی تو رسول اللہﷺ سے جھوٹ بولنے جا رہا ہوں تب میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ میں اِن منافقین کی طرح رسول اللہﷺ سے جھوٹ ہر گز نہ بولوں گا رسول اللہﷺ یقیناً چند دن مجھ سے ناراض رہیں گے مگر میرا اللہ تو جانتا ہے کہ میں سچ بول رہا ہوں۔

اسی اثنا رسول اللہﷺ کی نظر مجھ پہ پڑی۔

آپﷺ مجھے دیکھ کے مسکرائے اور میں نے دیکھا کہ اس مسکراہٹ میں غصے اور غضب کا عنصر بھی شامل تھا۔

رسول اللہﷺ نے مجھے اپنے قریب ہونے کا اشارہ کیا اور میں نبی اکرمﷺ کے قریب ہو گیا۔

اور لوگ نبی اکرمﷺ سے جھوٹ پہ جھوٹ بول رہے تھے۔

تب نبی اکرمﷺ نے مجھ سے سوال کیا؟ کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؛

میں نے کہا؛

یا رسول اللہﷺ اگر میں بہانہ بازی پہ اتر آؤں اور جھوٹ بولنے کا ارادہ کروں تو میں اِن لوگوں سے بہتر بہانہ کر سکتا ہوں عمدہ جھوٹ بول سکتا ہوں اور میں نے ایسا ارادہ بھی کیا تھا مگر یا رسول اللہﷺ میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا میرے پیچھے رہ جانے کا میرے پاس کوئی جواز نہیں بلکہ میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی مجھ سے گناہ ہو گیا مجھے معاف فرمایا جائے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا! البتہ اس شخص نے سچ بولا؛

پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم توقف کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کردے۔

جب میں رسول اللہ ﷺ سے سچ بول کے مسجد سے باہر نکلا تو میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھ پہ لعن طعن کی اور مجھ سے کہا؛

تم بھی کوئی بہانہ کر دیتے رسول اللہ ﷺ تو ہر ایک کا بہانہ قبول کر رہے تھے تب میں نے خیال کیا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مگر جب مجھے پتا چلا کہ میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہیں جنھوں نے سچ بولنے کو جھوٹ پہ ترجیح دی ہے تب میرا دل مطمئن ہوگیا۔

اور وہ لوگ جنھوں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ سچ بولا تھا اُن میں حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے جن کا تعلق بنو اوس سے تھا۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ہم تینوں کے ساتھ ہم کلام ہونے سے روک دیا ہے۔

اور ہم تنہا سے ہو کے رہ گئے اگر چہ بستی میں لوگوں کا ہجوم تھا۔

دن اسی طرح گزرنے لگے لوگ ہم سے کنارہ کش ہوگئے تھے اُن کے چہروں کا رنگ بدل گیا تھا جب میں بازار وغیرہ میں نکلتا تو وہ لوگ جو میرے واقف تھے مجھے دور سے دیکھتے اور راستہ بدل لیتے۔ کوئی شخص ہم سے ہمکلام نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ہمیں اپنے دیوار و در تک اجنبی لگنے لگے اور ہم احساس تنہائی کا شکار ہوتے جارہے تھے۔

لوگ ہمارے قریب سے یوں گزر جاتے جیسے وہ ہمیں پہچانتے ہی نہ ہوں اور یہ امر ہمارے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ تب ہم تینوں اکٹھے ہوتے اور ہمارے پاس رونے کے سوا کوئی کام نہ تھا مجھے یوں لگتا کہ ہم اسی حالت میں مر جائیں گے کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے ناراض ہوں گے اور اس سے آگے سوچنے کا ہم میں حوصلہ نہ رہتا کہ ہم جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر کے مرنا سیدھا جہنم میں گرنے کے برابر تھا۔ حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور ہلال بن امیہ عمر

رضی اللہ عنہ رسیدہ تھے میں اُن سے جوان تھا طاقتور تھا اس لیے نماز کے لیے مسجد چلا جایا کرتا اگرچہ لوگ مجھ سے کلام نہ کرتے تھے۔ میں نماز پڑھتا اور صحابہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا رہتا۔ میں رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتا مگر جواب نہ پاتا۔ میں آپ ﷺ کے لبوں کو بغور دیکھتا کہ اُن میں جنبش ہوئی یا نہیں کبھی مجھے خیال آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے سلام کا جواب دیا ہے اور کبھی اس بات کا یقین ہو جاتا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔

جب میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں موجود ہوتا تو آپ ﷺ سب کو دیکھتے سب سے باتیں کرتے صرف مجھے نظر انداز کرتے اور نظر اٹھا کر میری طرف نہ دیکھتے، مخاطب کرنا تو بہت دور کی بات تھی۔ تنہائی ہماری روح کا عذاب بن چکی تھی بھرے پرے شہر میں کوئی ہم کو منہ لگانے کا روادار نہ تھا تب ایک دن میں بہت گھبرایا اور میں نے چچازاد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پہ چڑھ کے اُسے پکارا۔

میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے بات کرے میرا غم بانٹے۔

مگر اُس نے نہ میرے سلام کا جواب دیا نہ پلٹ کے مجھے دیکھا حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میری آواز اُس تک پہنچ رہی ہے کیونکہ وہ میرے قریب ہی تھا۔

میں نے زور سے اُسے پکارا اور کہا؛

اے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ؛ میں تمھیں اللہ کا واسطہ دے کے پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے کان پہ جوں تک نہ رینگی۔

میں نے دوسری بار پکارا؛ جواب ندارد؛

تیسری بار پکارتے ہوئے میری آنکھیں بھیگ گئیں تب ابو قتادہ مڑے اور انتہائی مختصر جواب دیا ؛اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اس کے بعد وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئے مبادا کوئی رسول اللہ ﷺ کو بتا دے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے بات کی ہے۔

کچھ روز اور گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے گزر رہا تھا کہ میں نے کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا اور وہ میرا نام لے رہا تھا وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا کوئی مجھے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا پتا بتائے گا۔

لوگوں نے اُسے میری طرف بھیج دیا۔

اُس نے اپنی بغل سے ریشمی کپڑے میں لپٹا ہوا ایک خط نکالا اور مجھ سے کہا یہ شاہ غسان حارث بن ابی شمر کی طرف سے ہے۔

میں نے خط نکال کے پڑھا؛ اُس میں لکھا تھا۔

"اما بعد؛ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے صاحب نے آپ کو چھوڑ دیا ہے آپ ہمارے ہاں چلے آیئے ہم تمھارے غمگسار ثابت ہوں گے ہم آپ جیسے لوگوں کی قدر کرتے ہیں"۔

اور میں جان گیا کہ یہ ایک اور مصیبت ہے جو مجھ پہ ٹوٹی ہے ایک اور آزمائش ہے جس کا مجھے سامنا کرنا ہے۔

میں نے اُس قاصد کو اٹھا دیا اور کہا؛

اپنے شاہ سے جا کے کہہ دینا کہ ہم روز روز خدا بدلتے ہیں نہ رسول۔

اور میں نے اُس قاصد کے سامنے ہی شاہ غسان کا خط اُس تندور میں ڈال دیا جو میرے قریب ہی تھا۔

ہماری تنہائی کو چالیس روز گزر چکے تھے تب رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہمارے پاس پہنچا اور اُس نے ہم تینوں کو حکم دیا کہ ہم اپنی بیویوں سے الگ ہو جائیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو دیکھ کے خوشی کی جو لہر ہمارے اندر اٹھی تھی اُس نے فوراً ہی دم توڑ دیا اور ہم جان گئے کہ ابھی ہمارا مزید امتحان درپیش ہے۔

تب میں نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد سے سوال کیا؟

کیا میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں یا ویسے ہی الگ رہوں۔

قاصد نے کہا رسول اللہ ﷺ کا حکم صرف یہ ہے کہ تم لوگ اپنی بیویوں سے الگ ہو جاؤ۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنی بیویوں سے کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر چلی جائیں۔

اور وہ چلی گئیں۔

تاہم ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت عاصم رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ کے گھر جانے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ: ہلال رضی اللہ عنہ ایک بوڑھے آدمی ہیں اور اُن کو نظر بھی کم آتا ہے اور اُن کے پاس کوئی غلام بھی نہیں جو اُن کی خدمت کر سکے اس لیے اگر رسول اللہ ﷺ مناسب سمجھیں تو مجھے اُن کی خدمت کی اجازت دے دیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تمھیں اجازت ہے مگر خیال رہے وہ تمھارے قریب نہ آئیں۔

حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ: اُن کو اِن باتوں کا ہوش کہاں وہ تو اُس دن سے مسلسل رو رہے ہیں جب سے رسول اللہ ﷺ اُن سے ناراض ہوئے ہیں۔

جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت دے دی تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی بیوی اُن کے پاس گئی اور کہا؛

اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں بھی رسول اللہ ﷺ سے آپ کی خدمت کرنے کی اجازت لے لوں۔

مگر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔

اسی طرح دس راتیں اور بیت گئیں اور یہ اُن صحابہ کی قیدِ تنہائی کی پچاسویں رات تھی جب ابھی فجر طلوع نہ ہوئی تھی کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے سلع پہاڑی کی طرف سے آنے والی ایک آواز سنی۔

اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تمھیں مبارک ہو؛ تمھیں معاف کر دیا گیا ہے۔

اور اس سے قبل کہ مجھے پکارنے والا مجھ تک پہنچتا میں اللہ کے حضور سجدے میں چلا گیا۔

پھر تو لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ہم کو مبارک باد دینے امنڈا چلا آتا تھا۔

اِن لوگوں کے متعلق قرآن حکیم کی یہ آیات نازل کی گئیں۔

”لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَّ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○

(القرآن الحکیم سورۃ توبہ ۹ ؛ آیات ؛۱۱۹۔۱۱۷)

ترجمہ؛

”اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا نبی ﷺ کو اور اُن مہاجرین و انصار کو جنھوں نے بڑی تنگی کے وقت میں نبی ﷺ کا ساتھ دیا تھا۔ اگرچہ اِن میں سے کچھ لوگوں کے دل کجی کی طرف مائل ہو چکے تھے۔ اللہ نے انھیں معاف کر دیا بے شک اُس کا معاملہ اِن لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کا ہے۔ اور اُن تینوں کو بھی معاف کر دیا جن کے معاملے کو

ملتوی کر دیا گیا تھا اور جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود اُن پہ تنگ کر دی گئی تھی اور اُن کی اپنی جانیں بھی اُن پہ بار ہونے لگیں تھیں اور انھوں نے جان لیا تھا کہ اللہ سے بچنے کی کوئی جائے پناہ اللہ کے دامن رحمت کے سوا نہیں تو اللہ اپنی مہربانی سے اِن کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں اور اللہ یقیناً بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو"۔

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

حضرت کعبؓ اب صحابہ کے ہجوم کے ساتھ مسجد نبوی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے جہاں نبی اکرمﷺ صبح کی نماز کے تشریف لا چکے تھے۔ مسجد میں موجود صحابی بھی آگے بڑھ کے مجھ سے گلے ملے اور مجھے مبارک باد دی اور خود میں رسول اللہﷺ تک پہنچنا چاہتا تھا مگر مجھے مبارک دینے والوں کا ہجوم کم ہی نہ ہوتا تھا۔

آخر میں نبی اکرمﷺ کے سامنے پہنچا؛

نبی اکرمﷺ نے بھی مجھے مبارک باد دی اور فرمایا؛

اے کعب سن؛ جس دن سے تجھے تیری ماں نے جنا ہے تجھ پہ اس دن سے بہتر کوئی دن نہ اترا ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے قرآن اتارا۔

میں خوش تھا نبی اکرمﷺ خوش تھے میرے وہ ساتھی خوش تھے جنھوں نے میرے ساتھ یہ عذاب کے دن گزارے تھے۔

نماز کے بعد میں نبی اکرمﷺ کے قریب تشریف لے گیا اور عرض کی؛

یا رسول اللہﷺ؛

میں معافی ملنے کی خوشی میں اپنی تمام جائیداد اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں نبی اکرمﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا اور فرمایا؛

اے کعب کچھ اپنے پاس بھی رکھ لو۔

میں نے کہا اچھا میں اپنی نصف جائیداد صدقہ کرتا ہوں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛ زیادہ ہے کم کرو۔

میں نے کہا؛ میں اپنی ایک تہائی جائیداد اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔

تب نبی اکرمﷺ خاموش ہو رہے۔

⌘⌘⌘

اشاریہ

*1

بنوخزاعہ کی فریاد پہ مبنی یہ رجز ہم نے الروض الانف سے تحریر کی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 228)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*2

فتح مکہ سے قبل یہ اشعار حضرت حسان بن ثابت نے کہے جنھیں ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 233)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*3

نبی اکرم ﷺ کب مدینہ سے نکلے اس ضمن میں کئی روایات ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ واقعات اور حقائق کی روشنی میں دور مضان کی تاریخ ہی روانگی کی درست تاریخ ہے۔"

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛240)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*4

بعض روایات کے مطابق نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابن اُم مکتوم کو اپنا نائب مقرر کیا ۔۔واللہ واعلم

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛240)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*5

حضرت ابوسفیان بن حارث کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 242)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*6

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس ذوالحلیفہ کے مقام پہ رسول اکرم ﷺ سے ملے تھے۔واللہ

واعلم

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛243)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*7

فتح مکہ کے موقع پہ کسی قریشی عورت کے یہ عمدہ اشعار ہم نے ابن کثیر کی تاریخ البدایہ والنہایہ سے تحریر کیے ہیں۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 389)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*8

حماس بن قیس کے یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کیے گئے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛ 255)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*9

حضرت فضالہ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛ 255)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*10

حضرت عباس بن مرداس سے متعلق یہ اشعار ہم نے السنین النبوہ سے تحریر کئے۔

السنین النبوہ (مولانا محمد ہاشمی ٹھٹھوی)

ترجمہ؛ (مولانا محمد علیم الدین)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*11

حضرت اُم سلمٰی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن قیس فراسی تھا جبکہ عبداللہ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔

السنین النبوہ (مولانا محمد ہاشمی ٹھٹھوی)

ترجمہ؛ (مولانا محمد علیم الدین)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*12

فتح مکہ کے بارے میں یہ حضرت حسان بن ثابت کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلد چہارم ص ؛290)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*13

فتح مکہ کے بارے میں یہ حضرت بجیر بن زہیر کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛297)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*14

فتح مکہ کے بارے میں یہ حضرت عباس بن مرداس کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛298)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*15

فتح مکہ کے بارے میں یہ حضرت جدہ بن عبداللہ خزاعی کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛301)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*16

فتح مکہ کے بارے میں یہ حضرت بجید بن عمران خزاعی کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛301)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*17

سواع کا بت رباط میں نصب تھا اور بنو ہذیل اس کے پجاری تھے اسے حضرت عمرو بن العاص نے تباہ کیا۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد اول ص؛ ٦٩)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*18

مناۃ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرایا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ

الروض الانف (جلد اول ص؛ 211)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*19

مناۃ عربوں کا قدیم ترین بت تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ 82)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*20

بلوغ الارب میں ان تلواروں کے نام مخذم اور رسوب بیان کیے گئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلد سوم ص ؛ 78)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*21

بنوہوازن اوراس کے حلیف قبائل کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔

احمد بن زینی دحلان

السیرۃ النبویہ (جلد دوم ص ؛ 307)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*22

غزوہ حنین کے موقع پہ عباس بن مرداس کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛354)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*23

یہ عمرہ بنت درید کا مرثیہ ہے جو اُس نے اپنے باپ درید بن الصمہ کے قتل پہ کہا تھا اور بنوسلیم کی ہجو کی تھی۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛342)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*24

غزوہ حنین کے موقع پہ عبداللہ بن بجیر کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛350)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*25

غزوہ حنین کے موقع پہ عباس بن مرداس کے یہ اشعار بھی ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛358)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*26

ابن کثیر کے علاوہ ابوداؤد،نسائی اور ترمذی نے بھی اس روایت کو ابوقتادہ سے بیان کیا ہے امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 460)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*27

طائف کے محاصرہ کے موقع پہ حضرت کعب بن مالک نے یہ اشعار کہے ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛388)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*28

مالک بن عوف نصری چند دن بعد اسلام لائے تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو بہت سا مال دیا یہاں اُن کا ذکر اس لیے آ گیا کہ اُن کو بھی یہ مال ہوازن کے مال غنیمت میں سے دیا گیا تھا جو

اُن کا اپنا ہی قبیلہ تھا اور انھی کو نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔

مولف؛ سترۃ المزمل ﷺ افتخار احمد افتخار

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*29

عباس بن مرداس نے جعرانہ میں مال غنیمت کے تقسیم کے موقع پہ یہ اشعار کہے تھے انھیں ہم نے الروض الانف سے تحریر کیا ہے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛354)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*30

حضرت حسان بن ثابت یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے جن میں انھوں نے اپنی قوم کی ترجمانی کی۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛420)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*31

حضرت مالک ابن عوف نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی مدح میں جو اشعار کہے وہ ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛410)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*32

حضرت مالک ابن عوف جب بنوثقیف پہ حملے کرنے شروع کیے تو بنوثقیف کے ایک شاعر نے یہ اشعار کہے۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛411)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*33

حضرت کعب بن زہیر کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے جو اُن کے قصیدہ بانت سعاد سے انتخاب تھا۔"

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛440)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*34

" میں ابن کثیر کہتا ہوں کہ ابن عباس کی روایت سے یہ بات عیاں ہے کہ عبدالقیس کا وفد فتح مکہ سے قبل مدینہ پہنچا تھا اس لیے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان مضر کا مشرک قبیلہ حائل ہے اس لیے ہمیں مختصر مگر جامع نصیحت فرمائیں تا کہ ہم اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائیں اور ہم سب نجات حاصل کریں"۔ واللہ واعلم

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 555)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*35

بنوکندہ کے وفد کے ساتھ کس قدر لوگ آئے اس بارے میں کئی روایات ہیں ہم نے مورخین کی پیش کردہ کئی روایات بیان کی ہیں۔"

مولف ؛ سیرۃ المزمل ﷺ

افتخار احمد افتخار

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*36

ایک روایت یہ ہے کہ راشد بن عبدربہ مدینہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔"

محمد بن سعد

(طبقات ابن سعد جلد 3 ؛ ص 60)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*37

امام بخاری نے یہ روایت متعدد مقامات پہ نقل کی ہے جو لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت صحیح بخاری میں باب کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب العلم میں منقول ہے ہم نے ان روایات باہم جمع کر دیا ہے تا کہ واقعہ کی اصل ترتیب سامنے آسکے۔

مولف ؛ سیرۃ المزملؐ

افتخار احمد افتخار

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*38

بعض مورخین نے مدینہ سے تبوک کا فاصلہ نوسوکلو میٹر بھی بیان کیا ہے یہ لق ودق صحراؤں ویران اور چٹیل میدانوں کی ایک مشکل مسافت تھی۔"

افتخار احمد افتخار

مولف ؛ سیرۃ المزّمل ﷺ

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*39

عرب رومیوں کو بنواصفر کہا کرتے کیونکہ رومی عیص ابن اسحاق کی اولاد ہیں۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛402)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*40

حضرت عبدالرحمان ابن عوف کے متعلق یہ معلومات ہم نے ابن لاثیر کی تاریخ سے درج کی ہیں۔"

علامہ ابن الاثیرؒ

تاریخ ابن الاثیر جلد دوم ص ؛ 485

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*41

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے غزوہ تبوک پہ نکلتے ہوئے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو نائب بنایا تھا۔"

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛401)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*42

ہم نے منافقین کی اس فہرست میں ثعلبہ بن حاطب کا نام تحریر کیا ہے مگر یاد رہے کہ اسی نام کے ایک بدری صحابی بھی ہیں مگر وہ اور ہیں اور اُن کا نفاق سے کوئی تعلق نہ تھا۔"

مولف ؛ سیرۃ المزملﷺ

افتخار احمد افتخار

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

*43

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد حضرت عباس نے یہ قصیدہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا ہم نے اسے ابن کثیر سے تحریر کیا ہے۔"

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 529)

⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘⌘

ماخذ ومصادر ومراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطا امام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکوۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی	*****	امام ترمذیؒ
تاریخ ابن خلدون	*****	علامہ ابن خلدونؒ
تاریخ الامم والملوک	*****	امام ابن جریر طبریؒ
تاریخ اسلام	*****	اکبر شاہ نجیب آبادیؒ
تاریخ اسلام	*****	معین الدین شاہ ندویؒ
انسان کامل	*****	محمد منیر قریشیؒ
مسلمان امتیں	*****	ڈاکٹر اسرار احمدؒ
سیرت ابن ہشام	*****	ابن ہشامؒ
نقوش (رسول نمبر)	*****	ادارہ
مجموعہ مضامین	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحید الدین خانؒ

ضیاالقرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خطبات ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سیرت سرورکونین ﷺ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پردہ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصوارت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ	*****	ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
محمد عربی ﷺ	*****	مولانا وحید الدین
محسن انسانیتؐ	*****	نعیم صدیقی
تدبر قرآن	*****	مولانا امین احسن اصلاحیؒ
کشت زربار	*****	پروفیسر احمد رفیق اختر
خطبات بہاولپوری	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
بلوغ الارب	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
العقد الفرید	*****	ابن عبدربہؒ
روایات تمدن قدیم	*****	سیّد علی عباس جلالپوری
الامینؐ	*****	محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ	*****	محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ
کائنات اور انسان	*****	علی عباس جلالپوریؒ
حجۃ البالغہ	*****	شاہ ولی اللہ دہلویؒ
تمدن ہند	*****	علی بلگرامیؒ
سیرت عائشہؓ	*****	سیّد سلمان ندویؒ
تحقیق ماللہند	*****	علامہ البیرونیؒ
کرم کی برسات	*****	ڈاکٹر محمد خالد عاربی
ابوسفیانؓ	*****	الطاف حسن گیلانی
تاریخ اسلام	*****	شیخ محمد رفیق
تاریخ مدینہ	*****	محمد صادق بہاولپوری

مقالات ***** سرسیداحمد خان

تاریخ اسلام ***** حسن ابراہیم

جزیرۃ العرب ***** علامہ ہمدانی

تاریخ اسلام ***** ڈاکٹر حسن ابراہیم

المروج الذہب ***** المسودیؒ

تفصیل الازمنہ ***** یوسف بن عبدالملکؒ

العرب قبل از اسلام ***** علامہ جرجی زیدانؒ

الروض الانف ***** امام سہیلیؒ

شرح سنن ابی داؤد ***** امام خطابیؒ

قانون اسلام ***** سرسیداحمد خانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبدالبرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدیٰ والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ ***** ابن جوزیؒ

امتاع الاسماع ***** امام طبرانی

میزان الاعتدال ***** امام ذہبیؒ

الاستیعا ب ***** ابن عبدالبرؒ

التفسیر الکبیر ***** امام رازیؒ

کتاب الزہد ***** ابن مبارکؒ

السنن ***** دارمیؒ

الآحاد ولمثانی ***** امام شیبانیؒ

المسند ***** ابن جعدؒ

السنن الکبریٰ ***** امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیلؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاریؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکریؒ
الایمان	*****	ابن مندہؒ

السنن	*****	ابن ماجہ ؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابواسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمود ؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسیؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
الدیباج	*****	امام سیوطیؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقیؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطیؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبل ؒ

الطبقات	*****	ابن خیاط ؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤد ؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاوی ؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمی ؒ
فیض القدیر	*****	منادی ؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذری ؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاوی ؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمد ؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالی ؒ

البیان فی التفسیر القران	*****	ابن جریر طبریؒ
مشکواۃ المصابیح	*****	الخطیبؒ
الجوامع السیاسیہ	*****	امام ابن تیمیہؒ
بیان العلم وفضلی	*****	ابن عبدالبرؒ
تاریخ السلامی السیاسی	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
النظم الاسلامیہ	*****	حسن ابراہیم الدکتورؒ
کتاب الخراج	*****	الامام ابو یوسفؒ
تحفۃ الاشراف	*****	المزیؒ
حسن المحاضرۃ	*****	امام سیوطیؒ
مقائس اللغۃ	*****	ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلاذریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفاالوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدرالطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشید ؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادی ؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاج ؒ
الکشاف	*****	زمخشری ؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمی ؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانی ؒ
تفسیر در منشور	*****	امام جلال الدین سیوطی ؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہ ؒ
المراسیل	*****	سجستانی ؒ
غریب الحدیث	*****	خطابی ؒ

صحیح ابن حبان	*****	از ابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیر احمد عثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنرل اکبر خانؒ
الفیض القدیر	*****	المناویؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدیؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدینؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیمؒ
سود	*****	سیّد مودودیؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکلؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحیؒ
الاسلام والحضاوۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربیؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواری ؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندوی ؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہ ؒ
سیرۃ المصطفیٰؐ	*****	محمد ادریس کاندھلوی ؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبدالرحمان ؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰن ؒ

معجزات سرور کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ ***** شیخ محمد رضا مصری ؒ

محمد رسول اللہ ﷺ ***** توفیق الحکم ؒ

پیغمبر انقلاب ***** مولانا وحید الدین خان ؒ

عبقریت محمدؐ ***** عباس محمود العقاد ؒ

نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی ***** ڈاکٹر نور محمد غفاری ؒ

خاندان نبوت ***** محمد ادریس ؒ

معرکہ اسلام اور جاہلیت ***** صدر الدین اصلاحی ؒ

مغازی رسولؐ ***** حضرت عروہ بن زبیرؓ

تاریخ مکہ ***** منظور احمد شاہ ؒ

منصب نبوت ***** سیّد ابو الحسن ندوی ؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہِ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفودِ عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرورکونینؒ	*****	سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTREN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.